ترجمان القرآن

Marfat.com

توضیح البیان

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر
حامد اینڈ کمپنی، مدینہ منزل ۳۸ اردو بازار لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ______ توضیح البیان لخزائن العرفان
نام مصنف ______ مولانا غلام رسول سعیدی
مصحح ______ محمد منشاء تابش قصوری
مطبع ______ جنرل پرنٹرز ٹیلیگن روڈ لاہور
قیمت ______ =/۱۰۰ روپے
تاریخ اشاعت ______ جنوری ۱۹۷۹ء

تعارف

اس کتاب میں سرفراز صاحب گکھڑوی کی تنقید متین کا مکمل اور راہِ سنت و بابِ جنت کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مبتدعین دیوبند کی دوسری بیشمار کتابوں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے اور تمام دیوبندی بدعات کا قلع قمع کر کے مسلک اہلسنت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ شرک و بدعت کی تعریفوں میں مبتدعین دیوبند کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے ان کے خانہ ساز قواعد پر ان گنت اشکال قائم کیے گئے ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ترجمہ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر کے ان مقامات سے حجابات اٹھا دیے گئے ہیں جنہیں مبتدعین نے تعصب اور جہالت کی عینک سے دیکھا تھا۔

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
استعانت	۴۷
اختصاص استعانت کا مدار	۴۸
دیوبند کی شہادت	۵۰
مافوق الاسباب امور میں رسول اللہ سے استعانت۔	۵۱
خلق اور کسب	۵۴
مبحث شرک میں پہلی غلطی	۵۶
مافوق الاسباب اور قرآن	"
مافوق الاسباب امور اور علامہ شامی	۶۱
دوسری غلطی	۶۳
صاحب مالابدمنہ کی عبارت سمجھنے میں سرفراز صاحب کی غلطی۔	۶۹
دیوبندی بدعت معتزلہ اور خوارج کی فرع ہے۔	۷۱
حیات انبیاء دنیاوی اور جسمانی ہے۔	۷۲
حیات اولیاء	۷۵
استمداد کا ثبوت احادیث سے	۷۵
استمداد کا ثبوت اعلام امت سے۔	۸۱
استمداد کا انکار بدعت ہے	۸۹
دیوبند کے مسلم اکابر سے استعانت کا ثبوت۔	۹۱
سرفراز صاحب کا وجوہ فاسدہ سے استدلال اور ان کے جوابات۔	۱۰۱
قرآن فی الذکر وجوہ فاسدہ سے۔	۱۰۴
مظہر افعال وصفات	۱۰۵
استعانت کی تفسیر صدرالافاضل اور شاہ عبدالعزیز سے۔	۱۰۸
استعانت کی بحث میں حرف آخر	۱۱۰
ضاد کا مخرج	۱۱۳
مجمل حوالے کا جواب	۱۱۳
منیۃ المصلی کی عبارت میں خیانت۔	۱۱۵
عبارات فقہا کی توضیح	۱۱۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ
دیوبند کے اہلِ حق کی قرآن میں لفظی تحریف۔	۱۱۸
عموم بلویٰ کا جواب	۱۱۹
ضاد کو عمداً ظاہر پڑھنا کفر ہے	۱۲۲
حرف ضاد کی تخصیص کا جواب	۱۲۲
امامت کی تخصیص کا جواب	۱۲۳
مروجہ ایصالِ ثواب	۱۲۵
تقرب لغیر اللہ کی بحث	۱۲۵
اشرف علی تھانوی کی گپ	۱۳۳
محمود حسن کی گپ	۱۳۶
گیارہویں حرام ہونے کے دلائل کا تجزیہ۔	۱۳۷
ایصالِ ثواب دلائل شرعیہ کی روشنی میں۔	۱۴۳
ایصال ثواب میں تعیین کی توضیح۔	۱۴۶
گیارہویں کو حرام کہنا بدعت ہے۔	۱۴۷
تعیین عرفی	۱۴۸
تعیین عرفی کی ترجیح	۱۴۹
شاہ عبدالعزیز صاحب کی تعیین	۱۵۲

عنوان	صفحہ
یوم پر تصریح۔	
پیٹ کا منتظم کون ہے	۱۵۶
ضابطہ سنت بیان کرنے میں سرفراز صاحب کی فاش غلطی۔	۱۵۹
شاطبی کی عبارت کی وضاحت	۱۶۰
کیا غنیۃ الطالبین غوثِ اعظم کی تصنیف ہے۔	۱۶۱
طعام پر فاتحہ پڑھنا	۱۶۲
عہدِ رسالت میں ایصالِ ثواب	۱۶۸
بدعت سیئہ کا غلط ضابطہ	۱۷۰
بدعت حسنہ کا استنباط	۱۷۴
نور و بشر	۱۷۶
عقیدہ بشریت	۱۷۷
بشریت محضہ اور بشریت بحیثیت نبوت میں فرق۔	۱۸۳
نبی علیہ السلام کی نورانیت	۱۸۷
حضور کی نورانیت پر اعتراض کا جواب۔	۱۹۱
حضور کی نورانیت پر ایک اور اعتراض۔	۱۹۲
حضور کی نورانیت اکابر دیوبند	۱۹۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ
کی نظر میں۔	
حضور کی نورانیت پر قرآن سے مزید دلائل۔	۱۹۷
قد جاءکم من اللہ نور میں حضور کی نورانیت کی نفی کرنے والے کون تھے۔	۲۰۰
اولیت اضافی کا جواب	۲۰۵
نورانیت محمدی کی تابناک شعاعیں	۲۱۴
سائے کی نفی	۲۱۶
کیا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے۔	۲۲۵
اثبات ظل کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۲۲۶
بادل کا سایہ فگن ہونا	۲۲۸
حاضر ناظر	۲۳۱
اعلیٰ حضرت کی جلالت علمی	۲۳۲
صدر الافاضل کی تفسیر اور اس پر حاشیہ۔	۲۳۳
علم رسالت پر طعن طریقہ منافقین ہے۔	۲۳۷
حاضر ناظر کا ثبوت	۲۴۰
حیات	۲۴۰
لوازم حیات	۲۴۲
آن واحد میں امکنۂ متعددہ پر حاضر ہونے کا امکان۔	۲۴۴
تھانوی صاحب اور عقیدہ حاضر ناظر۔	۲۴۷
نذر و نیاز	۲۵۰
سرفراز صاحب کا پہلا شبہ	۲۵۱
ذبیحہ حرام ہونے کی صورتیں	۲۵۲
شاہ عبدالعزیز اور نیاز کے جانور۔	۲۵۳
تنقیحات	۲۶۱
وقت ذبح کی قید	۲۶۳
سرفراز صاحب کا دوسرا شبہ۔	۲۶۵
لغیر اللہ اور بغیر اللہ کا فرق اور سرفراز صاحب کا تیسرا شبہ۔	۲۶۶
سرفراز صاحب کا چوتھا شبہ	۲۶۷
سرفراز صاحب کا پانچواں شبہ	۲۷۰
سرفراز صاحب کا چھٹا شبہ	۲۷۴
عید میلاد النبی	۲۷۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
دینی اور دنیاوی امر کا فرق	۲۷۸
بدعت کی تعریف	۲۷۸
جشنِ میلاد	۲۷۹
سرفراز صاحب اور اُن کے حکیم الامت کی جواز میلاد پر شہادت۔	۲۸۳
حضرت ابن عباس کی حدیث اور عید میلاد۔	۲۸۴
یوم میلاد کے عید ہونے کی شہادت۔	۲۸۶
سرفراز صاحب کے شبہات	۲۸۷
نئی کروٹ	۲۹۰
تفویض احکام	
مقام نبوت	۲۹۳
نبی علیہ السلام کے اختیارات	۲۹۵
تفویض کا ثبوت	۲۹۷
سرفراز صاحب کی جسارت	۲۹۹
احادیث میں سرفراز صاحب کا شبہ۔	۳۰۱
علماء امت اور تفویض احکام	۳۰۲
افسوسناک خیانت	۳۰۷
امتناع کذب	۳۰۹
امکان کذب میں مکذبین کی عبارتوں کا تضاد۔	۳۱۰
امتناع کذب جمہور معتزلہ اور اہلسنت کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔	۳۱۲
امام رازی اور امتناع کذب	۳۱۳
امتناع کذب پر دلائل	۳۱۵
محال عقلی یا محال عادی	۳۲۰
عموم قدرت سے دیابنہ کو دھوکہ	۳۲۳
خلف وعید میں اہل دیوبند کا مغالطہ	۳۲۴
مکذبین باری سے پہلی گذارش	۳۲۶
خلف وعید پر محققین کا رد	۳۲۷
مکذبین سے دوسری گذارش	۳۲۷
کیا اشاعرہ امکانِ کذب کے قائل ہیں۔	۳۳۰
مکذبین سے تیسری گذارش	۳۳۰
مکذبین سے چوتھی گذارش	۳۳۷
سرفراز صاحب کا پہلا مغالطہ	۳۳۸
سرفراز صاحب کا دوسرا مغالطہ	۳۴۰
سرفراز صاحب کا تیسرا مغالطہ	۳۴۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سرفراز صاحب کا چوتھا مغالطہ	۳۴۷
سرفراز صاحب کا پانچواں اور چھٹا مغالطہ	۳۴۹
	〃
سرفراز صاحب کا آٹھواں اور نواں مغالطہ	۳۵۲
سرفراز صاحب کا دسواں مغالطہ	۳۵۳
حسن و قبح اور محل نزاع	
شرح مواقف کی عبارت	۳۵۸
فتوح الغیب اور مجدد الف ثانی	۳۶۵
سرفراز صاحب کا گیارہواں شبہ	۳۶۶
بارہواں اور تیرہواں مغالطہ	۳۶۷
محمود الحسن کے کلام پر تنقید	۳۶۷
علم غیب	۳۷۱
علم غیب کے دلائل	۳۷۲
نفی علم غیب کا محمل	۳۷۶
علم عطائی کی نفی پر مفاسد	۳۷۷
تھانوی صاحب کی جہالت	۳۸۰
سرفراز صاحب کی ایک اور الجھن	۳۸۲
علم شعر کی تحقیق	۳۸۵
شعر کے علم کی مطلقاً نفی پر نو اشکال	۳۸۶

عنوان	صفحہ
صدر الافاضل کا دوسرا جواب اور اس کی توضیح	۳۹۴
تیسرے جواب کی توضیح	۳۹۵
سرفراز صاحب کی تنقید	۳۹۵
علم کلی	۳۹۵
علم الٰہی اور علم رسول میں فرق	۴۰۳
سرفراز صاحب کے شبہات	۴۰۵
انبیاء سابقین کے متعلق حضور کا علم	۴۰۶
تواضع کی تحقیق	۴۰۸
منافقین کے متعلق حضور کا علم	۴۱۴
صدر الافاضل کے جواب کی توضیح	۴۱۵
دوسرے جواب کی توضیح	۴۱۶
نسخ کا افتراء اور اس کا جواب	۴۱۸
اخراج منافقین کی حدیث پر جرح اور اس کا جواب	۴۲۳
اباحت اصلیہ	۴۲۹
اباحت اصلیہ اور مفسرین	۴۳۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
درمختار اور تفسیر احمدیہ کے حوالے۔	۴۳۲	مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت کا جواب۔	۴۵۳
ورود شرع سے قبل کی تحقیق	۴۳۶	کائنات میں تصرف	۴۵۵
ورود شرع کے بعد اباحت پر دلائل۔	۴۴۰	قدرت ذاتیہ کی نفی پر دلیل	۴۵۸
سرفراز صاحب کی خیانت	۴۴۹	سرفراز کے شبہات	۴۶۰
اباحت اصلیہ پر عقلی ڈھکوسلے اور اُن کے جوابات۔	۴۵۱	اسنادِ مجازی	۴۶۲
		حرفِ آخر	۴۶۸

Marfat.com

الاھداء

مَیں اس ناچیز تصنیف کو مجدّد ملّت محسن اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز اور حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ جن کی روحانی امداد و اعانت سے مجھ جیسے ہیچ مداں کو اس کتاب کی تصنیف کی توفیق حاصل ہوئی۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

غلام رسول سعیدی غفرلہ

Marfat.com

استاذ العلماء مولانا الحاج عطا محمد صاحب چشتی دامت برکاتہم کے فرمودات و تاثرات

الحمد للہ الرحمٰن الذی خلق الانسان الکامل حبیبہ وعملہ ما یکون وما کان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سید نبی عدنان الماحی اٰثار الکفر والطغیان۔ الامی العالم بالبطون والظھور الکاشف لظلمات الظلم والشرور۔

اما بعد۔

یہ بات، اظہر من الشمس ہے کہ ایمانِ کامل کے دو اجزاء ہیں ۱۔ عقائد جن کا تعلق دل سے ہے اور ۲۔ اعمال جن کا صدور ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے لیکن جزو اعلیٰ اور اصل عقیدہ ہے۔ اور اعمال فروع کا درجہ رکھتے ہیں۔ عقیدہ صحیحہ سے دل کی طہارت ہوتی ہے۔ اس لئے بغیر درستی عقیدہ کے کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔ اور اختلاف مذاہب کی مدار اختلاف عقائد پر ہے نہ کہ اختلاف عمل پر۔ اسی لئے مذاہب اربعہ باوجود اختلاف اعمال کے وحدت عقیدہ کی وجہ سے اہل السنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ اور تو ہب، تشیع، اعتزال و خروج اختلاف عقائد کی مختلف تعبیرات ہیں۔

اہل السنت والجماعت نے صحت اعمال کی اہمیت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود صحت عقائد پر بڑا زور دیا ہے۔ اور عقائد میں توحید اور رسالت کا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک بہت اہم ہے۔ اس تمہید میں میں یہ واضح کرنے کی کوشش کرونگا کہ اہل سنت کے نزدیک توحید و رسالت کا مفہوم کیا ہے۔ اور اہل بدعت نے اس عقیدہ میں کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کی اساس توحید و رسالت کے عقیدہ پر ہے۔ اور ان ہر دو امر کی صحت ہی صحت ایمان ہے۔ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ توحید جس پر قرآن کریم

Marfat.com

دلالت کرتا ہے۔ یہ ہے کہ عالم جو کہ جمیع موجودات ماسوا اللہ سے عبارت ہے۔ یہ سب موجودات توحید باری پر دلائل ہیں۔ اور ان دلائل کے علم سے توحید خداوندی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ دلائل کا علم ہوگا۔ اتنا ہی توحید کا علم بھی کامل ہوگا۔ اور دلائل کی کمی توحید کے علم میں کمی کو مستلزم ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وکذلک

نُرِیٓ ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین ط

ملا علی قاری نے اس آیت مبارکہ کا جو معنی بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو زمین و آسمان کے عجائب دکھائے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان و زمین کے علوم دیئے تھے۔ تاکہ وہ اپنے رب عظیم پر استدلال قائم کریں۔ ان امور سے واضح ہو گیا کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی توحید کے دلائل ہیں۔ اور ان علوم سے توحید مکمل ہوتی ہے اور پھر یہ بات تو معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عالم کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس سے صانع پر دلیل دی جاتی ہے۔ یہاں ملا علی قاری اور دیگر شراح حدیث نے ایک نکتہ بیان کیا ہے۔ اس کو بھی ذرا سُن لیجئے۔ وہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور مشاہدہ کو مشبہ بہ اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کے علم و مشاہدہ کو مشبہ سے تعبیر فرمایا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ مشبہ بہ وجہ میں مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و مشاہدہ جناب خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ سے کس طرح اقویٰ ہے شراح حدیث نے اس کا جواب دیا کہ آیت مذکورہ بالا میں خلیل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کو پہلے مشاہدہ ہوا اور بعد میں ایقان اور جس حدیث شریف میں حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ذکر ہے۔ اس میں مشاہدہ باری عزّ اسمہٗ مقدم اور علم جمیع ما فی السمٰوات والارض مؤخر ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہوا کہ حبیب صلوٰۃ اللہ مؤثر اور خالق سے اثر اور مخلوق کی طرف منتقل ہوئے اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کا معاملہ بالعکس ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

Marfat.com

وبینھما بون بائن۔ یعنی ان دونوں مرتبوں میں بڑا عظیم فرق ہے، قرآن و سنت سے جو عقیدۂ توحید ثابت ہوتا ہے اس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا اور اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے۔ تو یہ عقیدہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس نبی کا علم توحید مکمّل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلواۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔ تو بتائیے جب آپ کا علم توحید مکمل نہیں ہے۔ تو پھر دنیا میں کس کا علم توحید مکمل ہو سکتا ہے۔ اور بعض اہلِ بدعت نے عقیدۂ توحید کو اُلٹا جامہ پہنا دیا کہ اگر کسی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو عالم کی ہر ایک چیز کا علم عطا فرمایا ہے۔ تو یہ عقیدہ شرک ہے یعنی عقیدۂ توحید کو جو دلائل سے ثابت ہے اس کو تو شرک قرار دیا۔ اور ان اہلِ بدعت نے عقیدۂ توحید یہ اختراع کیا کہ کامل موحد وہ ہے۔ جس کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہ ہو۔ اور پھر طرفہ یہ کہ ان اہلِ بدعت کے نزدیک شیطان لعین کی وسعت علمی تو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور افضل الانبیاء کے علم پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیطان کا علم توحید انبیاء علیہم السّلام کے علم توحید سے اکمل ہے۔ نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات۔ ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

یہاں تک میں نے یہ واضح کیا ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی اساس اوّل توحید کو اہلِ بدعت نے کتنا غلط رنگ دیا ہے۔ اب آیئے آپ کو دین متین کی بنیاد ثانی یعنی رسالت سے روشناس کرائیں۔ اور پھر اہلِ بدعت نے اس بنیاد دین جو قہر سامانیاں کی ہیں ان سے پردہ اُٹھائیں۔ اوّلاً آپ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک عقیدہ رسالت کیا چیز ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ انّی جاعل فی الارض خلیفۃ اس آیت مبارکہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے جب اصل حاکم کام انجام نہ دے سکے۔ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

تو ہر قسم کے عجز سے پاک ہے پھر اس نے اپنا خلیفہ کیوں مقرر فرمایا۔
اس اشکال کا جواب علامہ بیضاوی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

استخلفهم الله فی عمارة الارض وسیاسة الناس وتکمیل نفوسهم وتنفیذ امره فیهم لا لحاجةٍ به تعالیٰ الی من نیوبه بل لقصور المستخلف علیه عن قبول فیضه وتلقی امره بغیر وسطٍ۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا جتنی مخلوق ہے اس میں اتنی استعداد نہیں ہے کہ بلا واسطہ اللہ تعالےٰ سے فیض حاصل کر سکے۔ اس حکمت کی وجہ سے خلیفہ کی تخلیق ہوئی۔ علامہ فاضل سیالکوٹی نے اپنے حاشیہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مخلوق میں کیوں استعداد فیضان نہ تھی، ملاحظہ ہو:

لما انه فی غایة الکدورة والظلمة الجسمانیة وذاته تعالیٰ فی غایة التقدس والمناسبة شرط فی قبول الفیض علی ما جرت به العادة الالهیة فلابد من متوسط ذا جهتی التجرد والتعلق لیستفیض من جهةٍ ویفیض باخری

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے سوا تمام ارضی مخلوق میں کدورت یعنی میلاپن اور سیاہی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کدورت اور سیاہی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ بلکہ کدورت اور ظلمت اللہ تعالےٰ میں محال ہے۔ اور مفیض اور مستفیض میں مناسبت شرط ہے۔ اور یہ شرط عادی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان ایک واسطہ پیدا کیا ہے جو کہ تجرد کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے مناسبت رکھتا ہے اور اس مناسبت سے باری عز اسمہٗ سے استفادہ کرتا ہے۔ اور تعلق بدنی کے لحاظ سے مخلوق کے مناسب رہتا ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے مخلوق اس سے استفادہ کرتی ہے۔ علامہ بیضاوی نے حیوانی بدن میں اس کی مثال دی ہے کہ مثلاً ہڈیاں گوشت سے خوراک حاصل کرتی ہیں، اور ان دونوں کے درمیان مناسبت نہیں ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے عادی طور پر نرم ہڈی کو پیدا کیا۔ جو کہ ظاہری رنگ کے لحاظ سے ہڈی ہے اور

Marfat.com

نرمی کے لحاظ سے گوشت سے مناسب ہے۔ اور ہڈیاں اسی نرم ہڈی کے واسطے خوراک حاصل کرتی ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اور مخلوق کے درمیان واسطۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جو کہ ذو جہتین ہیں۔ ان میں تجرد اور نورانیت بھی ہے اور تعلق بشریت بھی۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ انبیاء و رسل صلواۃ اللہ علیہم اجمعین نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی محض بشر حتیٰ کہ انکی حقیقت محض حقیقت بشری ہو۔ اہل بدعت کو ہمارا یہ چیلنج ہے کہ علامہ بیضاوی نے جس اعتراض و اشکال کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ تمام مل کر بیان مذکور کے بغیر اس کا جواب دیں۔ اہل بدعت کا یہ مذہب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت صرف حقیقت بشری ہے۔ فرق صرف نزول وحی کا ہے۔ تو اس پر سابقہ اشکال لوٹ آئے گا کہ پھر انبیاء علیہم السلام بھی عدم مناسبت کی وجہ سے استفادہ از باری عز اسمہ نہیں کر سکتے۔ حقیقت میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کی حقیقت صرف اور صرف بشر ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کا یہ اعتراض تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ کسی اور پر کیوں نازل نہ ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالےٰ مقام رسالت کو خوب جانتا ہے۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت ایسی ہے کہ اس میں استعداد رسالت ہے۔ اور مشرکین جن کا نام تم لیتے ہو۔ ان کی حقیقت میں یہ استعداد نہیں ہے۔ اب اگر رسالت کے متعلق اہل بدعت کا مذہب مان لیا جائے کہ حقیقت انبیاء علیہم السلام صرف بشر محض ہے۔ تو پھر کفار کے اعتراض کا جواب آیت مذکورہ بالا سے کس طرح بیان کیا جائے گا۔ حیرت اس امر پر ہے کہ بانیٔ دیو بند اور اہل بدعت کے پیر مغاں محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی آیت مذکورہ بالا کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ جس کو میں نے اُوپر بیان کیا ہے بلکہ موصوف نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ زمین کا وہ حصہ مبارکہ جس پر کعبہ مکرمہ ہے۔ اس کی حقیقت دوسرے اجزاء ارض سے مختلف ہے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ مذکورہ بالا بحث تو تمام انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے۔ اور پھر افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حق

Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قولہ تعالیٰ یکاد زیتھا یضئ ولو لم تمسسہ نار۔ علامہ فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لانھا تکاد تعلم ولو لم یتصل بملک الوحی والالھام الذی مثل النار من ان العقول یشتعل عنھا وفیہ اشارۃ الی ماسیجئ من ان قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوٰت والارض تمثیل للقوۃ العقلیۃ فی مراتبھا۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نور السمٰوٰت میں انبیاء علیہم السلام کی عقول کا بیان اور ان کی استعداد کی تمثیل ہے کہ اگر اُن پر وحی و الہام نہ بھی ہوتا تب بھی ان میں استفادہ کی استعداد موجود تھی۔ اسی لئے محققین اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بالفرض وحی نازل نہ بھی ہوتی تب بھی آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوتے۔ آپ کو جو منصب نبوت اور رسالت عطا فرمایا گیا ہے۔ یہ نورٌ علی نور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:

قولہ تعالیٰ۔ نورٌ علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالےٰ نے مرتبہ رسالت عطا فرمایا تو یہ نہ سمجھو کہ صرف اسی سے آپ کو نورانیت حاصل ہوئی۔ بلکہ اس رتبہ عالیہ سے قبل بھی وُہ نور تھے۔ اور اعطائے رسالت نورٌ علی نور ہے۔ چونکہ اس سے یہ وہم ہوتا تھا کہ پھر اس ذات ستودہ صفات کی نورانیت تو بالکل ظاہر ہوگی۔ اور اس کا انکار ناممکن ہوگا۔ اس وہم کو دُور کرنے کے لئے فرمایا۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی اس نورٌ علی نور کو غلاف بشریہ سے ڈھانک لیا جاوے گا۔ اور اس نور تک مخصوص نفوسِ قدسیہ کی رسائی ہوگی۔ اور اذہان عالیہ اور نفوس قدسیہ کو ہی اللہ تعالیٰ اس نور تک پہنچائے گا۔ باقی رہے اذہان قاصرہ سافلہ تو وہ صرف غلافِ بشریت پر رُک کر اسفل السافلین میں گر جائیں گے۔

یہاں تک میں نے عقیدہ توحید و رسالت میں اہلِ سنّت اور اہلِ بدعت کا فرق

Marfat.com

بیان کیا ہے۔ اور یہ ذکر اجمالی ہے۔ اب روزِ اول سے اہلِ حق اور اہلِ باطل یا یوں کہہ لیجئے کہ ابتداء سے اولیاء الرحمٰن اور عباد الشیطان ستیزہ کار ہیں ع

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل احادیث میں اشارہ بھی فرمایا ہے جس کو بیہقی نے روایت کیا۔

قولہ علیہ السلام۔ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔

(رواہ البیہقی فی کتاب المدخل۔ بحوالہ مشکوٰۃ)

قولہ علیہ السلام ان اللہ عزوجل یبعث لھذا الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(رواہ ابوداؤد۔ بحوالہ مشکوٰۃ)

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے عادل علماء اور مجدد پیدا ہوں گے جو اہلِ بدعت کے شبہات کا ابطال اور ان کی تحریفات و تاویلات کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ اس امت میں سب سے مقدم یہ ستیزہ کاری سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدس میں ہوئی۔ جب کہ آپ نے دعویٰ فرمایا کہ مجھ پر تمام اشیاء پیش کی گئی ہیں۔ اور میں مومن و کافر ہر ایک کو جانتا ہوں تو منافقوں نے کہا کہ (نحن معہ ومایعرفنا) یعنی اگر سب کو جانتے ہوتے تو ہم کو بھی جانتے اور ہمارے نفاق پر مطلع ہوتے اور پھر ہم کو اپنے دربار میں حاضری کی اجازت نہ دیتے۔ جب آپ کو منافقین کے اس قول کا علم ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع فرما کر اعلان کیا کہ ما بال اقوام طعنوا فی علمی فاسئلونی۔ الحدیث) آپ نے منافقین کے قول کو طعنہ سے تعبیر فرمایا۔ اور اعلان فرمایا کہ مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ آپ نے اپنی اس تقریر میں غصہ کا اتنا اظہار فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور

Marfat.com

عرض کیا۔ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبینا فاعف عنا۔ (الحدیث) ۔ ہم اللہ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی ہیں ہم کو معاف کر دیجئے۔ اس کے بعد یہ فتنہ منافقین بالکل دب گیا۔ اور کبھی اُن کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ تا آنکہ سات سو پانچ ہجری میں ابن تیمیہ نے مذکورہ بالا فتنہ اور کئی دوسرے فتنوں کو جنم دیا۔ اہل بدعت کا یہ محدث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کرتا تھا کہ وہ مال کے ساتھ محبّت کرتے تھے اور نیز اہلِ بدعت کا یہ علامہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کہتا تھا کہ چونکہ وہ بچپن میں مسلمان ہوئے تھے اس لئے ان کا ایمان مقبول نہیں ہے۔ اس وقت کے علماء کرام نے اس شخص کو للکارا اور زین الدین مالکی نے اس کو مبہوت کر دیا۔ چنانچہ اس کو قید کر دیا گیا اور پھر وہ تائب ہو گیا۔ تو قید و بند سے رہائی پائی لیکن پھر اپنے عہد کو توڑ دیا۔ اور یہ فتنہ ذرا دب گیا۔ اسی کے متعلق علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں فرمایا: (واضلہ اللہ علی علم) اور علامہ شامی نے رد المختار میں فرمایا: (ابتدع ابن تیمیہ) یعنی باوجود علم اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا۔ اور یہ کہ وہ اہلِ بدعت سے تھا اور پھر تیرہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے طاقت کے گھمنڈ پر اس فتنہ کو ہوا دی اور نجد سے نکل کر حرمین پر قبضہ کر لیا اور اہلِ سنّت کو مشرک قرار دے کر قتل کیا۔ تو سلطان روم نے اپنا لشکر بھیج کر اس فتنہ کا استیصال کر دیا۔ اب اس فتنہ نے عرب سے نکل کر ہندوستان کا رُخ کیا اور ہند میں جائے پناہ ڈھونڈھنا شروع کی۔ چونکہ دہلی میں ولی اللّٰہی خاندان کے اکابرین دارالآخرت کو تشریف لے گئے تھے۔ اور ان کی سجادگی اسمٰعیل دہلوی کو حاصل تھی، اسمٰعیل دہلوی نے اس کو اپنی آغوشِ عاطفت میں جگہ دی اور سابقہ فتنوں کے ساتھ کئی اور فتنوں نے جنم لیا۔ اور اس شخص نے امکانِ کذبِ باری کا فتنہ پیدا کیا۔ تو استاذ الکل فی الکل حضرت امام فاضل کامل حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ نے اس کا ردِ بلیغ فرمایا کہ باید و شاید اور پھر مولانا محمد احسن المعروف حافظ دراز پشاوری کی سعی مشکور سے سرحد کے

Marfat.com

غیور محب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پٹھانوں نے بانی فتنہ اسمٰعیل دہلوی کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ اور یہ فتنہ ایک دفعہ پھر سے بے یار ومددگار ہو گیا۔ چونکہ قتیل وشہید فی حب السلطنت کے جانشین دیوبند میں جمع ہو چکے تھے۔ اور اس جانشینی پر نازاں وفرحاں تھے۔ اس لئے اس فتنہ نے صنادید دیوبند کو معمولی سی بحث کے بعد رام کر لیا کہ یا تو سجادگی سے دست بردار ہو جاؤ اور یا اپنے پیر دہلوی کا مسلک اپناؤ پس اکابرین دیوبند نے دوسری صورت کو ترجیح دی۔ چونکہ اس فتنہ کا اظہار عامتہ المسلمین میں بدظنی کا باعث تھا۔ اس لئے ان صنادید دیوبند میں سے بعض نے تو تقیہ کیا اور بعض نے اپنے مافی الضمیر کا پورا پورا اظہار کیا۔ لہٰذا اس وقت کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے یک و تنہا اس گروہ کا اس قدر رد بلیغ فرمایا کہ اس کی تفصیل کے لئے مجلدات بھی ناکافی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے علمی دبدبہ اور رعب کا یہ حال تھا کہ باوجود کوشش بسیار کے ذریت اسمٰعیل کے کسی فرزند کو مناظرہ کی توفیق نہ ہوئی اور تاریخ ومقام مناظرہ متعین ہونے کے باوجود اعلیٰ حضرت نے وقت اور جگہ کی پوری پابندی کی۔ سجادگانِ قتیل وشہید یا وہاں نہ گئے۔ اور یا جا کر راہِ فرار اختیار کی۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد بیسیوں مناظرے معرضِ وجود میں آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پس ماندگان قتیل کے پیچھڑے اس شیر نر سے کانپتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلہ پر قلم اُٹھایا اس کو الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اُردو ترجمہ قرآن پاک ہے۔ جس کی نظیر نہیں ہے۔ اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہو سکتا ہے جس کو اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر پوری نظر ہو۔ اس ترجمہ مبارکہ میں محققین مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے۔ اور جن اشکالات اور اُن کے حل کو مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمایا ہے۔ اس محسنِ اہلسنت نے اس کو ترجمہ کے چند الفاظ میں بیان کر دیا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ چند مثالیں یہاں پیش کروں۔ مثال اوّل قرآن پاک میں ہے

Marfat.com

لاریب فیہ عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے۔ اور لفظ (فی) کا مدخول ظرف ہوتا ہے۔ کبھی زمان اور کبھی مکان۔ تو اب معنی یہ ہوگا کہ قرآن پاک جنس ریب کا محل نہیں بنا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا۔ حالانکہ دوسری آیت میں ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ قرآن کریم محل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں شک کیا ہے تو اس اشکال کو دور کرنے کے لئے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر شہیر انوار التنزیل میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر طویل ترین عبارات سپرد قلم کی ہیں۔ لیکن اس بحر زخار نے صرف چند الفاظ میں اس کو دور کر دیا۔ آپ بھی سنئے (قرآن کریم) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس مختصر عبارت کی بلاغت وہی جانتا ہے جس کو علوم وفنون سے مس ہو۔ اور اگر میں اس کی تشریح کروں تو مضمون طویل ہو جائے گا۔

مثال دوم؛ قولہ تعالیٰ:۔ یا یہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ میں مترجمین اس طرف گئے ہیں کہ لفظ لعل بمعنی لکی ہے۔ یعنی تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا (لم یثبت فی اللغۃ مثلہ) پھر علامہ مذکور نے فرمایا کہ یہ حال ہے۔ ضمیر اعبدوا سے تو معنی یہ ہوا کہ (اعبدوا راجین ان ینخرطوا فی سلک المتقین) اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ کو اختیار کیا اور دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ اور پھر اس حضرت مولانا صدر الافاضل حافظ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایسی تفسیر لکھی کہ پڑھنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ترجمہ احسن ہے یا کہ تفسیر اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی احسن ہیں۔ تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر تمام تفسیر کو ترجمہ میں اپنی اپنی جگہ رکھ دیا جائے تو ممزوج کے طور پر ایک آدمی کی عبارت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل اور مربوط عبارت ہے۔ بہرحال میں بہت دور چلا گیا ع

آمدم برسر مطلب

گفتگو اس میں ہو رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اپنے وقت کے

Marfat.com

اہل بدعت اسمٰعیل دہلوی کے پیروکاروں کو للکارا۔ اور ہندوستان میں اہل سنت کا سکہ بٹھایا۔ اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے جانشینوں نے پھر اعلیٰ حضرت کے مشن کو حتی المقدور پورا کیا۔ اب ہم ذرا پیچھے ہٹ کر آپ کو بتلاتے ہیں کہ اسمٰعیل دہلوی کے زمانہ تک سابق پنجاب وسرحد جو آجکل مغربی پاکستان سے موسوم ہے۔ اس زہریلے اثر سے محفوظ تھا۔ بدقسمتی سے کہ اس دوران میں واں بھچراں ضلع میانوالی کا ایک طالب علم گنگوہ پہنچا اور رشید احمد گنگوہی نے اس طالب کو ایسا انجکشن دیا۔ جس کی ایجاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نفاق کی کیمسٹ فیکٹری میں ہوئی تھی اور ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہما نے اس کے تیر بہدف علاج کی تشہیر کی۔ پھر کیا ہوا غربی پاکستان میں فتنہ نجدیت۔ کا کہرام مچ گیا اور اس فتنہ کے مفاسد دیکھ کر عوام انگشت بدنداں رہ گئے۔ آخر حضرت السید السند قطب الوقت عالم علم لدنی الشیخ الرئیس حضرت سیدنا و مولانا و مرشدنا سید پیر مہر علی شاہ وارث علوم غوث الثقلین قدس سرہ العزیز نے واں بھچراں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور تلمیذ گنگوہی پر صرف ایک سوال کیا۔ جس کا جواب واں بھچروی اور ان کے تمام معاون اور مددگار نہ دے سکے۔ اور یہ مولوی صاحب حضرت گولڑوی کے روبرو ایسے مبہوت ہوئے کہ ایک مشہور روایت کے مطابق ان کا پیشاب بھی خطا ہو گیا۔ اور واں بھچراں میں یہ فتنہ وقتی طور پر دفن ہو گیا۔ اگرچہ اس فرقہ واں بھچراں کے عقائد وہی تھے۔ جو کہ صنادید دیوبند کو اسمٰعیل دہلوی سے وراثت میں ملے تھے۔ لیکن اکابر دیوبند عوام الناس میں شیعہ شنیعہ کی طرح ذرا تقیہ سے کام لیتے تھے۔ لیکن اس شخص نے تقیہ سے انکار کر دیا۔ اور مع اپنی اصلی شکل کے ساتھ لوگوں کے سامنے عریاں ہو گئے۔ اس لئے دیوبندی حضرات ذرا اس فرقہ واں بھچراں سے خفا ہو گئے۔ تو ان کو ایک اور سہارے کی ضرورت پڑی اور سعی وبسیار کے بعد ان کا مقصد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں حل ہو گیا۔ چنانچہ سرفراز صاحب نے اہل السنت والجماعت کے حق میں ہرزہ سرائی شروع کی۔ ابتداء میں

Marfat.com

تو اہل السنت نے اس زہر افشانی کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ اور اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ کارواں تو چلتا ہی رہتا ہے۔ جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ ہر دو مقصد فوت ہو رہے ہیں۔ اور میں صرف ایک ہاتھ سے تالی پیٹنے کی ناکام سعی کر رہا ہوں۔ اور میرے دلی نعمت ممکن ہے کہ مجھ سے بد ظن ہو جائیں کہ اس کی طرف تو التفات نہیں کیا جا رہا۔ تو اس نے اپنی لن ترانیوں میں ایک اور قدم آگے بڑھایا۔ جب علماء اہل سنت نے دیکھا کہ سرفراز صاحب حد سے بڑھ رہے ہیں۔ تو بعض نے معمولی تنبیہ پر اکتفا کی۔ اب جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ میری طرف التفات ہونے لگا ہے۔ تو انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی اور صدر الافاضل کے ترجمہ اور تفسیر پر تیرہ جگہ اعتراض شائع کیے اور رسالہ کا نام تنقید متین رکھا۔ پھر اہل سنت نے یہ محسوس کیا کہ یہ معمولی تنبیہ انہیں کافی نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی اصلاح کے لئے مفصل اور مکمل رد کی ضرورت ہے۔ اس بنا پر میرے عزیز القدر الفاضل العلامہ وحید الزمان صاحب القلم والبیان مولانا غلام رسول سعیدی نے اپنے نہایت مصروف وقت سے کچھ فرصت کے لمحات نکال کر تنقید متین کا رد بلیغ کیا اور محاربہ عن اللہ جل شانہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ جلیلہ ادا کرنے کی سعی مشکور فرمائی اور کتاب کا نام "توضیح البیان لخزائن العرفان" رکھا۔ اس فقیر سراپا تقصیر نے تمام کتاب مولانا سعیدی سے من اولہ الی اخرہ نہایت غور و خوض سے سنی۔ اور اس دوران سعیدی صاحب کو اپنے مشورے بھی دیئے۔ اگر یہ فقیر اس کتاب کی تمام خصوصیات بیان کرے تو شاید پہلے کے برابر اور لکھنا پڑے۔ جس کی وقت اور مقام اجازت نہیں دیتا لیکن بمصداق ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے مطابق اجمالی طور پر تبصرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور کتاب کی چند خصوصیات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

اوّل:۔ ایمان کامل کے دو اجزاء ہیں، عقیدہ اور عمل۔ اور عقیدہ عمل کی بنیاد ہے۔ بغیر عقیدہ عمل بیکار اور پھر عقائد کا سرتاج عقیدۂ توحید و رسالت ہے اور تقریباً تمام اہل بدعت نے توحید و رسالت میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں توحید و

Marfat.com

رسالت، کا وہ مفہوم بیان کیا گیا ہے جس پر کتاب وسنت، اور اقوال سلف صالحین دلالت کرتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کے پرچار کے لئے انبیاء عظام کی بعثت ہوئی۔ لہذا اسی عقیدہ کا مفہوم بیان کرنا اسوۂ حسنہ کا اتباع ہے نہ کہ من گھڑت بے سروپا اختراعات، اسوۂ حسنہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ جیسا کہ مقرظین صفدر کی رائے ہے۔

دوم۔ عموماً قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کا رد کرنا ہو تو صرف اتنی عبارت پر اکتفار کی جاتی ہے جو رد کے لئے کافی ہو۔ لیکن علامہ سعیدی کے جوان علم نے اس قاعدہ پر عمل کو پہلوان کے ہاتھ میں چھڑی تھما دینے کے مترادف قرار دیا۔ کیونکہ الباطل الماحی تو گزر گراں کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے مولانا نے جہاں جہاں سرفراز صاحب کا رد فرمایا ہے۔ تو پہلے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی ہے اور اس مسئلہ کے تمام نشیب و فراز پر بحث کی ہے۔ اور اس کے ہر گوشہ کو کھنگال کے رکھ دیا ہے۔ اور تمام دلائل کو حتی المقدور ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے۔ جو کہ موتیوں کی طرح قرطاس کتب پر بکھرے پڑے تھے۔ تاکہ قارئین مسئلہ کی تہ تک پہنچ سکیں۔ اور رد بلیغ کے ساتھ ساتھ پورے مسئلہ پر گفتگو کر سکیں۔

سوم:۔ چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ (العلوم تزداد یوما فیوما) تو متاخر کے سامنے کتب کا ذخیرہ چونکہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات متاخر ایسے دلائل بیان کرتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ دلائل کی تقریر ایسے اچھوتے انداز میں کرتا ہے کہ کتب متقدمین اس سے مجموعی طور پر خالی ہیں۔ بنابریں کتاب زیر تبصرہ میں قارئین کو ایسے دلائل ملیں گے اور ان کا طرز استدلال ایسا انوکھا ہوگا کہ کتب سابقہ اس سے خالی ہیں۔ اور اس سے متقدمین کی گستاخی مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ متاخر کے لئے کتب متقدمین اساس کا کام دیتی ہیں۔ قدماء نے بنیاد مستحکم کی اور متاخرین نے اس پر محل تعمیر کیا۔ یہ بات لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ بعض لوگ تعصب کے طور پر جھٹ گستاخی کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ دیکھئے شیخ محمد عبدالحق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین مطہرین کی شرافت و طہارت اور اسلام کا مسئلہ متاخرین پر منکشف ہوا ہے۔

چہارم :- چونکہ کلام پاک ایک جامع کتاب اور مختلف الانواع مسائل کا گنجینہ ہے۔ تو اس کلام پاک کا ترجمہ اور تفسیر انہیں مسائل کی حامل ہوگی اور چونکہ صاحب تنقید متین نے اہل سنت کے ہر مسلک اور عقیدہ پر تعصب کے طور پر حملہ کیا ہے۔ اور علامہ سعیدی نے ہر جگہ اس کا تعاقب فرمایا ہے۔ اور ہر مسئلہ کو شرح اور بسط سے بیان کر دیا ہے تو تقریباً تمام متنازع فیہا مسائل مع دلائل قاہرہ کتاب زیر تبصرہ میں آ گئے ہیں۔ تو اب یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے۔ کہ ایسی جامع مختلف الانواع کتاب آج تک منصۂ شہود پر جلوہ گر نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ علٰے ذالک۔

پنجم :- کتاب زیر تبصرہ میں استدلال اور رد کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ کتاب و سنت، اقوال صحابہ، تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین خصوصاً علماء احناف کثرہم اللہ تعالیٰ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اور سرفراز صاحب کے اکابر کے اقوال اور خود بھی اس تنقید سے محفوظ نہیں ہیں۔

ششم :- سرفراز صاحب نے کئی مقامات پر صرف دعویٰ پر اکتفا کیا ہے۔ اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ اور اپنے دعویٰ کو بالکل تشنہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے علامہ سعیدی صاحب نے ان کو وہاں آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ یہ باتیں تو ایک مبتدی ہی کر سکتا ہے۔ برخلاف علامہ سعیدی کے کہ انہوں نے صرف لانسلم پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دعوے دلائل سے ثابت کیا ہے۔

ہفتم :- طرز تحریر اور انداز بیان نہایت برجستہ اور فصاحت الفاظ اور حلاوت عبارت ایسی ہے کہ بار بار سننے اور پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا بہت بڑا ادیب اپنا شاہکار پیش کر رہا ہے۔ ھذہ سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء) الالتماس فی حضرت رب العالمین جل شانہ سبحانک اللھم اے ہمارے رب ہر دور میں معاندین نے تیری تنزیہہ پر حملے کئے۔ اور

Marfat.com

قبائح کو تیری ذات مقدسہ مطہرہ کی طرف منسوب کیا، اور اسی طرح اہلِ بدعت نے تیرے حبیب لبیب معظم مکرم کی توہین کا ارتکاب والتزام کیا ہے لیکن ہر زمانہ میں تو نے ہم اہل السنت والجماعت کو یہ توفیق سعید عطا فرمائی کہ تیرے اور تیرے حبیب صلواۃ اللہ علیہ کی طرف سے جہاد اور محاربہ کریں۔ فالحمد للہ علی ذلک والشکر اور اگر ہمارا ہر بال کروڑوں زبانوں کی شکل اختیار کرے اور ہم تیرا شکر ادا کرتے رہیں۔ تو ہم ادائے شکر سے قاصر ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمے کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد

حافظ عطا محمد چشتی۔ گولڑوی عفی عنہ

Marfat.com

تقریظ از مفتیٔ پاکستان استاذ العلماء علامہ محمد حسین صاحب نعیمی دامت فیوضہم العالیہ

بانی و مہتمم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

ابوالزاہد محمد سرفراز صاحب گکھڑوی جو دیو بندی مکتبۂ فکر کا خصوصی ناقوس اور ایک بیباک ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ جس نے چند سال سے علماء اہل سنت کی تصانیف پر بے سروپا اعتراضات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اور مسلک حنفی اہل سنت کے خلاف جارحانہ روش اختیار کر رکھی ہے۔ گکھڑوی موصوف کا انداز کلام اور طرز بیان سوقیانہ اور تحریر و تخاطب کا طریقہ گستاخانہ ہے جس کی نمایاں مثال تنقید متین کتاب کا انداز تحریر ہے۔ اس میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے ترجمہ اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب فاضل مراد آبادی قدس سرہٗ العزیز کی تفسیر پر تنقید اور تردید و تغلیط کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اہل سنت کی شخصیات پر رکیک حملے کئے ہیں اور بزرگان دین کی شان میں توہین آمیز جملوں سے اپنی بے باکی اور دنائت مزاجی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں سرفراز صاحب گکھڑوی نے اپنی اس تصنیف میں تیرہ ۱۳ مسائل پر تبصرہ کیا ہے۔ اور ان مسائل کو بیان کرتے ہوئے کہیں تحریف سے کام لیا ہے اور کہیں تجاہل سے۔ اور کہیں خلط مبحث سے اپنا کام نکالا ہے۔ اور کہیں دور از کار یاوہ گوئی سے اور کہیں اہل سنت کے ذمہ ایک مسئلہ کو اپنی طرف سے فرض کر کے تعلی اور مبازرت کے ڈونگرے برسائے ہیں اور جگہ جگہ اس کتاب میں نہایت بے باکی اور غلط بیانی و کوتاہ نظری کا شرمناک مظاہرہ کیا ہے۔ میرے عزیز مولانا ابوالوفا غلام رسول صاحب سعیدی زاد اللہ اقبالہ

Marfat.com

نے تنقید متین کے جواب دینے کا ارادہ کیا۔ اپنی تدریسی اور تعلیمی خدمات انجام دہی کے دوران کچھ وقت نکال کر نور منبع البیان لخزائن العرفان بجواب تنقید متین تحریر فرمائی۔ اس کے جواب میں ہر زیر بحث مسئلہ کو پوری تحقیق اور مستند حوالہ جات کے ساتھ تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ نیز سرفراز صاحب کی طرف سے طعن و تشنیع اور تجہیل و تعلّی کا کما تدین تدان کے مطابق پوری طرح تحلیل و تجزیہ بھی کر دیا ہے۔ ادب کی لطافت اور اُردو زبان کی چاشنی کو بھی قائم رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ مولانا ابوالوفا غلام رسول صاحب سعیدی اجاب اللہ سعیہ کو دارین کی سعادت عطا فرمائے۔ اور مسلک حق اہل سنت کی ترویج و تبلیغ میں توفیق رفیق نصیب فرمائے۔

آمین

Marfat.com

معروضات

(طبع اوّل)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے علمی کارنامے یوں تو اَن گنت اور بے شمار ہیں۔ لیکن جو خصوصیت آپ کے ترجمہ قرآن کو حاصل ہے۔ وہ اسی کا حصّہ ہے۔ یہ ترجمہ تمام معتبر تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ آسان اور سادہ عبارت کی صورت میں حقائق و معارف کے خزینے سمو کر رکھ دیئے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات پر جو بظاہر اعتراضات ہوتے ہیں۔ ترجمہ کی خوبی سے وہ دور ہو جاتے ہیں۔ اس ترجمہ میں رازی کی موشگافیاں ہیں۔ غزالی کا تصوّف ہے۔ جامی کی وارفتگی ہے۔ نعمان کا تفقہ ہے۔ آلوسی کی ژرف بینی ہے۔ مَیں نے اعلیٰ حضرت کا زمانہ نہیں پایا۔ لیکن جب میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو دیکھتا ہوں تو میرے ذہن میں ایک ایسی شبیہ اُبھرتی ہے جس کی آنکھوں میں فاروقی جلال، لبوں پر ملکوتی تبسم۔ چہرہ ایسا جیسے کھلا ہوا قرآن۔ گفتار میں علی مرتضیٰ کی حلاوت۔ کردار میں ابوذر کا استغنا۔ نفس میں گرمیٔ صدیق انداز میں بلال کی تب و تاب۔ الغرض اعلیٰ حضرت کی شخصیت عشاق مصطفےٰ کا ایک جامع عنوان معلوم ہوتی ہے۔

آیئے اب آپ کے سامنے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ایک جھلک پیش کریں۔ جسے دیکھ کر قاری بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے کہ جس طرح اصل منزل من اللہ ہے۔ اسی طرح اس کا ترجمہ الہام من الباری ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ مبتدعین دیوبند کے حکیم علی الاطلاق اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے"۔

آپ نے غور فرمایا کہ تھانوی صاحب نے دل پر تو علم و عرفان کے دروازے

Marfat.com

کھلے ہوئے ہیں۔ اور نبی علیہ السلام کے دل پر بند لگایا جا رہا ہے۔ خواہ امکان کے مرتبہ میں ہی سہی۔ اس کے مقابل اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ۔ اس آیت کے ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

"اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر فرما دے"۔

جس کی رگوں میں محبت رسول لہو بن کر موجزن ہو۔ جس کے دل کی ہر دھڑکن سینہ پر عشق رسول کی ضرب لگاتی ہو۔ اسے قرآن کریم کی ہر آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ملتی ہے۔ اور جس کے مقدر میں بغض رسالت کی رسوائیاں ہوں۔ وہ یوں ہی کہا کرتا ہے۔ کبھی علم رسالت کے تقدس کو جانوروں اور پاگلوں کی تشبیہ سے داغدار کرنے کی سعی کرتا ہے۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت سے خالی ہونے کا افترا باندھتا ہے۔

مبتدعین دیوبند کے یہی حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

"دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ (حفظ الایمان ص ۷)

میں کہتا ہوں کہ کیا یہ بات یوں نہیں کہی جا سکتی تھی کہ اگر علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو جبریل و عزرائیل، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اگر مقصد تخصیص پر اشکال تھا۔ تو وہ اس طریقہ سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن دل میں جو عداوت رسول کا لاوا ابل رہا تھا۔ وہ کس طرح پھٹتا۔ خوب یاد رکھئے جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے جس کے دل میں کسی کے لئے عزت اور احترام ہوتا ہے وہ ہمیشہ اس کی اعلیٰ اور ارفع اشیاء سے تشبیہ دیتا ہے اور جو کسی کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے۔ وہ اس کو ارذل اور اسفل اشیاء سے تشبیہ دیتا ہے۔

Marfat.com

علامہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ فرماتے ہیں:

والشرط فیہ وھوان یکون علی وفق الممثل لہ من الجھۃ التی تعلق بھا التمثیل فی العظم و الصغر والخسۃ والشرف۔	مثال دینے میں شرط یہ ہے کہ وہ مثال عظمت و حقارت اور ذلت و شرف میں ممثل لہ کے موافق ہو۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۴۷ طبع مصر)

پس جس کے نزدیک علم رسالت میں عظمت ہے وہ فرماتا ہے:

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ۔	ہم نے آپ کی طرف ایسی وحی کی ہے جیسے حضرت نوح اور ان کے بعد والے انبیاء کی طرف وحی کی تھی۔

یعنی آپ کو بذریعہ وحی ایسا علم عطا فرمایا ہے جیسے بذریعہ وحی انبیاء سابقین کو علم عطا فرمایا تھا۔ نیز نبی علیہ السلام کے علم کے بارے فرمایا:

علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔	جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے آپ کو بتلادیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اور جو شخص بغض رسالت میں اندھا ہو چکا ہو۔ وہ علم رسالت کے بارے میں یوں کہتا ہے:

"ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" فالی اللہ المشتکی!

ووجدک ضالا فھدی۔ کے ترجمہ میں کشتی دیوبند کے ناخدا اور مریضان وہابیت کے حکیم الامت یوں زہر آفرینی کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا"

اللہ اللہ! حضور شریعت سے بے خبر ہیں۔ اور شریعت کے حکیم مطلق آپ،

Marfat.com

ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ آپ کی اس تلخ نوائی نے کتنے دلوں کو گھائل کیا ہے۔ کتنی روحیں مجروح ہو گئیں۔ عرش پر قدسیوں کا جگر پارہ پارہ ہو گیا۔ فرش والوں کے دل سیماب ہو گئے۔ ان بے قرار اور زخمی دلوں پر اعلیٰ حضرت نے تسکین کا پھایہ رکھا، اور فرمایا:

"تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا۔ تو اپنی طرف راہ دی"

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی تڑپ کر اس کی تفسیر میں یوں گویا ہوئے:

"اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے اور علوم ما کان وما یکون عطا کئے۔ اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عطا کیا۔ مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی بھی خبر نہیں رکھتے تھے۔ تو آپ کی ذات وصفات اور مراتب ودرجات کی معرفت عطا فرمائی"

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں۔ نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی اور اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں"

اللہ اکبر! نبی علیہ السلام کے عرفان شریعت کا کیا عالم ہو گا۔ جب کہ ان کے خدام کا یہ حال ہے کہ پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں:

انی عبد اللہ اتانی الکتٰب وجعلنی نبیًا وجعلنی مبارکًا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیًا۔	میں اللہ کا بندہ ہوں جس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور میں جہاں کہیں بھی ہوں مجھے بابرکت بنایا اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاحیات وصیت فرمائی۔

لہ بچے، پاگل اور جانور

Marfat.com

غور فرمائیے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام تو پیدائش کے وقت سے عارف شریعت ہوں۔ اور جن کے ایک ایک انداز میں لاکھوں عیسوی اطوار ہوں جو تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں۔ سید ولد آدم ہیں۔ فبھداھم اقتدہ کے مصداق اتم ہیں۔ اکرم الاوّلین والآخرین ہیں، وہ شریعت سے غافل اور بے خبر ہوں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل کی تفسیر کی کچھ اور وضاحت کریں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ اعلیحضرت اور صدر الافاضل کے ترجمہ و تفسیر کے امتزاج نے کتنا حسین معنی پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا کہ؛

"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے رسول اکرم ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا۔"

اور صدر الافاضل کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ محبّت کا کمال یہ ہے کہ محب محبوب کے جلووں میں اس طرح کھو جائے کہ محبوب کی ذات کے سوا ہر چیز کو فراموش کر دے۔ حتیٰ کہ اسے اپنی ذات کا بھی احساس نہ رہے۔ اور سارے عالم کو بلکہ خود اپنی ذات کو بھی بھول جائے۔ اور خود فراموشی اور وارفتگی کے عالم میں سوا ذات محبوب کے اور کوئی شے پیشِ نظر نہ ہو۔ اور نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ سے کامل محبّت تھی اور حسن الوہیت کے جمال میں آپ ایسے محو تھے کہ آپ کو اپنی ذات کا بھی احساس نہ تھا۔ بھلا کائنات کی طرف کیا توجہ ہوتی۔ پس اللہ تعالےٰ نے ہم بیکسوں پر کرم فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات اور ہماری طرف متوجہ کیا تاکہ خلق کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں کے حوالے کریں۔ بے سہاروں کا سہارا بنیں۔ گمراہ لوگوں کو ہدایت کا مینار بنائیں۔ تحت الثریٰ میں گرنے والوں کو پستی سے نکال کر اوج ثریا تک پہنچا دیں۔

اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل رحمہما اللہ کے ترجمہ و تفسیر کا یہ ایک نمونہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ ورنہ قرآن کریم کی ہر سطر میں انہوں نے نعت رسالت

Marfat.com

کے گلدستے سجا دیئے ہیں۔ رسول اللہ کا سچا شیدائی اور آپ کا صادق اُمتی جب اس ترجمہ وتفسیر کو پڑھتا ہے تو نعت رسالت کی شمیم سے دماغ مہک اُٹھتا ہے۔ پیمانہ دل محبت رسالت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ روح جھوم جاتی ہے۔ اور رگ و پے میں عشق رسول خون بن کر دوڑنے لگتا ہے۔ لیکن جو لوگ سرتا پا ابن اُبی کا نمونہ ہیں۔ جو علم اس لئے پڑھتے ہیں کہ انہیں حضور کی بے علمی کا علم ہو جائے۔ جن کی تمام تبلیغی کاوشوں کا حاصل یہ ہے کہ حضور کو فلاں فلاں چیز کا علم نہ تھا۔ حضور نور نہیں حضور کسی کے کام نہیں آسکتے۔ جن کا ایمان یہ ہے کہ ابلیس کے لئے روئے[لہ] زمین کا علم نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور حضور کے لئے اس علم کو ثابت کرنا شرک سے کم نہیں جو علم رسالت کو جانوروں اور پاگلوں کے ادراک کی مثل گردانتے ہیں۔ یہ ترجمہ وتفسیر نہ ان کی طبیعت کے موافق تھا نہ ان کے مزاج کے۔ چنانچہ وہ لوگ اس ترجمہ سے نعت رسول سے کل بھی برہم تھے۔ آج بھی برہم ہیں۔ جوں جوں اس کی اشاعت ہوتی رہی ان کے خرمن ایمان پر بجلیاں گرتی رہیں۔ بالآخر جب تاج کمپنی نے اس ترجمہ و تفسیر کو شاندار اور وسیع پیمانہ پر طبع کیا۔ تو معاندین رسالت کا پیمانہ صبر چھلک اٹھا۔ چنانچہ پہلے تو معاندین نبوت نے تاج کمپنی کے عملہ میں شامل ہو کر ترجمہ و تفسیر میں تحریف کی۔ عبارتیں بدلیں۔ مفہوم بدلے۔ بتوں کی جگہ مقربین الوہیت کے نام لکھ دیئے اور اسرائیلی ذہنوں کے جگہ جگہ مظاہرے کئے۔ اس پر بھی تسکین نہ ہو سکی۔ تو سرفراز صاحب گکھڑی نے تنقید متین نام کی ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں اعلحضرت اور صدر الافاضل پر جگہ جگہ اخلاق سوز پھبتیاں کسیں اور خیانت اور تحریف کا ایک طویل جال بچھا دیا۔

مئی ۱۹۶۸ء میں پہلی مرتبہ میرے سامنے یہ کتاب آئی۔ جس میں خاص طور پر صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تفسیر

[لہ] دیکھئے براہین قاطعہ ص ۵۵ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی و مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی ۱۲

Marfat.com

تفسیر خزائن العرفان کو ہدفِ طعن بنایا ہے۔ ان کی عبارات کے صاف اور صریح مطالب سے دیدہ دانستہ اعراض کر کے انہیں بدعت کا لباس پہنایا ہے۔ پھر شدید افسوس اس بات پر ہے کہ قرآن کی آیات اور احادیث طیبہ سے جو مطالب اخذ کر کے اس تحریف پر بطور استدلال پیش کیا ہے۔ وہ خود تحریف بالائے تحریف ہے خروج اور اعتزال کے مدفون مردوں کے احیاء کی ایک مذموم کوشش ہے۔ تنقید متین کے تقریباً ہر صفحہ پر مغالطہ عامۃ الورود لہریں لے رہا ہے۔ پھر اس مغالطہ آفرینی پر جگہ جگہ تعلّی اور مبازرت کا اظہار کیا گیا ہے اور انداز ایسا ہی ہے جو کسی شریف اور متین مصنف کو زیب نہیں دیتا۔ کہیں غیض و غضب میں آکر سب و شتم کو اپنایا۔ اور کہیں بے بسی سے عورتوں کی طرح کوسنا شروع کر دیا۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کے علمی تبحر اور اسلامی خدمات کے پیش نظر کوئی بھی مصنف مزاج اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اپنے صبر و سکون کو قائم نہیں رہ سکتا۔ جس طریقہ سے اس کتاب میں حضرت صدر الافاضل پر تبرا کیا گیا ہے وہ ہر اسلامی ذہن کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے۔ اور راقم الحروف چونکہ صدر الافاضل کے مسلک سے وابستہ ہے۔ اور نعیمی سلسلہ سے مستفیض ہے۔ لہذا اس سلسلہ کے ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے میری بھی ذمہ داری تھی کہ میں اس کتاب کے جواب میں قلم اٹھاؤں۔ چنانچہ میں نے حضرت الافاضل کی معنوی امداد سے اس کتاب کا جواب شروع کیا۔ اور انہیں کی روحانی اعانت سے یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی۔

تکمیل کے بعد میں نے چاہا کہ اس کتاب کو حضرت سیدی وسندی استاذی المعظم مولانا الحاج عطا محمد صاحب متعنا اللہ تعالےٰ بفیوضہم الیٰ یوم القیامۃ کے حضور میں پیش کیا جائے۔ اور آپ کو سنا کر اس پر تائید و توثیق حاصل کی جائے۔ چنانچہ میں اس کتاب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری درخواست

Marfat.com

پر پوری توجہ اور کامل غور و خوض کے ساتھ اس کو سُنا اور اپنے مشوروں سے بھی ممنون فرمایا۔

نقیب ملت مفتی پاکستان حضرت استاذی المکرم حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ العالی درس افتاء اور ملی و جماعتی سرگرمیوں میں بے حد مصروف رہتے ہیں اور ان سے کسی کام کے لئے وقت حاصل کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس کے باوجود میری خواہش تھی کہ اگر وہ بھی اس کتاب کو سُن لیں تو اس کو مزید استحکام حاصل ہو جائے گا۔ بہرحال حضرت نے میری درخواست کو شرفِ قبول بخشا۔ اور مجھ سے اس کتاب کے سُننے کا وعدہ فرمایا۔ اور بے حساب مشغولیات کے باوجود حضرت نے اس کتاب کو مکمل طور پر سُنا اور اپنے گراں بہا مشوروں سے بھی مستفیض فرمایا۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

مصنف تنقید متین نے شواہد پیش کرتے وقت بعض ایسے حوالے اور عبارتیں پیش کی ہیں جن کا محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ان عبارتوں کو پیش کر کے مصنف نے مغالطہ آفرینی سے انہیں محل نزاع بنانے کی مذموم سعی کی ہے۔ مثلاً حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا ایک حوالہ پیش کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور کو اس بات کا اختیار نہیں کہ جو چاہیں کر ڈالیں۔ حالانکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے ہر چاہے ہوئے کو کر لینا قدرت ذاتیہ سے ہی متصور ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی وصف کو ذاتی اور مستقل نہیں مانتے۔ اس کی پوری بحث علم غیب اور کائنات میں تصرف کے باب میں آرہی ہے۔ اسی طرح انہوں نے متعدد علماء کے حوالے اس باب میں پیش کئے ہیں کہ حضور علیہ السلام میں بشریت متحقق ہے۔ حالانکہ گفتگو اس میں نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت

Marfat.com

متحقق ہے یا نہیں۔ بلکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا حضور ہم جیسے بشر ہیں۔ جیسا کہ مبتدعین دیوبند نے سمجھا ہے اور اس بنیاد پر وہ آپ کی تنقیص میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے یا آپ کی بشریت کدورتوں اور کثافتوں سے منزہ اور اوصاف و کمالات کے لحاظ سے ممتنع النظیر ہے۔ جیسا کہ علماء اہل سنت کا مسلک ہے۔ اس کی پوری تفصیل و تحقیق نور و بشر کے باب میں آ رہی ہے۔ ہم نے اس قسم کی عبارتوں پر کہیں تنبیہ کی ہے اور کہیں طوالت کی وجہ سے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

ثانیاً جن عبارتوں کو مصنف تنقید متین نے محل نزاع میں استشہاداً پیش کیا ہے۔ ان میں سرفراز صاحب کی غلط فہمی دُور کر دی گئی ہے۔ اور ان عبارتوں کا صحیح محمل بیان کر دیا گیا ہے۔

ثالثاً سرفراز صاحب کے مفروضات اور خانہ ساز قواعد اور دلائل سے رد کر دیا گیا ہے۔

رابعاً اس کتاب میں تنقید متین کے مکمل اور بالاستیعاب ردّ کے علاوہ سرفراز صاحب کی راہ سنت اور باب جنت کی اہم بحثوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

خامساً اہل دیوبند کے جغادری قسم کے علماء کی بعض تصانیف کی غلطیوں اور غلط کاریوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ یعنی یہ صرف تنقید متین کا رد ہی نہیں بلکہ مبتدعین دیوبند کے چھوٹے بڑوں کی بہت سی کتابوں کی ایک جامع تردید ہے اس لئے اس کتاب کا جواب لکھنے والے کو یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ وہ ان تمام باتوں کا جواب دے گا۔ جنہیں توضیح البیان میں پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ جن کتابوں پر اعتراضات کا جواب نہ دیا گیا۔ ہم سمجھیں گے کہ مبتدعین دیوبند یا تو ان سے بیزار ہیں۔ یا ان کے جواب سے عاجز ہیں۔

سرفراز صاحب نے راہ سنت اور تنقید متین میں جواب کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ کہ کہیں مسئلہ ذکر کر کے اس کا انکار کر دیا۔ لیکن اس کے ثبوت کی

Marfat.com

دلیل کو نقل تک نہ کیا۔ حالانکہ وہ بھی وہاں مرقوم تھی اور کہیں مسئلہ کے ساتھ استشہادی حوالہ بھی ذکر کر دیا۔ لیکن اعتراض صرف مسئلہ پر کیا۔ حوالہ پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ چنانچہ اس کی ایک نظیر ہم کائنات میں تصرف کے باب میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ تحقیق و دیانت کی دنیا میں انتہائی مذموم اور انسانیت سے گرا ہوا طریقہ ہے۔ ہم نے اس کتاب میں سرفراز صاحب کی دلیل اور ان کے پیش کردہ حوالوں کو کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً پوری دیانت سے پیش کیا ہے۔ اور تمام ابحاث میں سرفراز صاحب کے مغالطوں کا ازالہ کر کے ان کے پیش کردہ حوالوں کا صحیح مقام بتلا دیا ہے۔ اس لئے اس کتاب کا جواب دینے والے کو اس بات کا بھی ذمہ لینا ہوگا کہ وہ ہمارے پیش کردہ تمام حوالوں کا محمل بیان کرے۔ اور منبدعین دیوبند کی جن عبارتوں سے استشہاد کیا گیا ہے، ان کا جواب دے اور مزعومات دیوبند پر ہم نے جس قدر سوالات قائم کئے ہیں۔ ان کے جوابات کے ذمہ سے عہدہ برآ ہو۔

سرفراز صاحب تنقید متین کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"یا ایھا النبی کے یہ معنی ہیں، اے غیب بتانے والے نبی خان صاحب یہ معنی کر کے یہ باور کرانے کے درپے ہیں۔ کہ نبی کہتے ہی اسے ہیں جو غیب بتائے۔ اور بتانا فرع ہے جاننے کی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ نبی غیب جانتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر احکام خداوندی بتاتے ہیں۔ اور غیب کی خبریں بھی بتاتے ہیں۔ لیکن جس مطلق اور کلی غیب کے اثبات کے درپے خان صاحب ہیں اس کا علم اور اس کا بتانا کسی طرح نبی کے معنی، مفہوم اور ان کے منصب میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار حرا میں نبوت عطا ہوئی تھی اور سورۃ قلم کی ابتدائی پانچ آیتیں ہی اس وقت آپ پر نازل ہوئیں تھیں۔ کلی غیب کا تو قصہ ہی جانے دیجئے۔ غیب کی کچھ خبریں بھی جو ماسبق یا آئندہ

Marfat.com

کے متعلق ہوں اس موقع پر کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں کہ آپ کو بتائی گئی ہوں۔ مگر نبی آپ اس وقت بھی تھے۔ تو کیا معاذ اللہ جس وقت تک آپ کو غیب کی خبریں مرحمت نہیں ہوئیں۔ اس وقت تک کے لئے آپ نبی نہ تھے۔ خان صاحب کے اس ترجمہ سے تو معاذ اللہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے" (تنقید متین ص ۲۳)

سرفراز صاحب کی یہ تمام ناراضگی محض اس لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نبی کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے اور چونکہ دیوبند کے اس دشمن رسول کو نبی علیہ السلام کا غیب جاننا کسی طور پر تسلیم نہیں۔ اس لئے اس نے اس نفیس ترجمہ پر کئی وجوہ سے حملہ کر کے اپنے دل کا بخار نکالا ہے۔ اور ہم بھی بعون اللہ العزیز قارئین پر واضح کئے دیتے ہیں کہ اس کے یہ تمام حملے خود اس کی ذات کو گھائل کر رہے ہیں۔ کیونکہ عزت و ناموس رسالت پر دھبہ لگانے کا جو شخص ارادہ کرتا ہے۔ ابدی روسیاہیاں اس کی تقدیر مبرم بن جاتی ہیں۔ پس گذارش ہے کہ اعلیٰ حضرت نے لفظ نبی کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے۔ اور بتانا فرع ہے۔ جاننے کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ نبی کے معنی میں غیب جاننے کا مفہوم داخل ہے یا نہیں پس اولاً ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نبی کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمعنی ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبہ واعلمہ انہ نبیہ فیکون نبی منبأً فعیل بمعنی مفعول او یکون مخبرا عما بعثہ اللہ تعالیٰ بہ ومنبأ بما اطلعہ علیہ تفعیل۔	نبی اسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کر دے اور اسے یہ بتلا دے کہ وہ نبی ہے اور وہ اس وقت نبی فعیل بمعنے مفعول کے ہوگا یا نبی کا معنی ہے جو ان (امور غیبیہ) کی خبر دے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسے دے کر بھیجا ہے اور اس وقت فعیل بمعنے فاعل ہوگا۔

Marfat.com

قاضی عیاض کی عبارت سے ثابت ہوا کہ نبی بمعنی غیب جاننا بھی ہے اور غیب بتلانا بھی۔ اگر بمعنی مفعول ہو تو غیب جاننا معنی ہے۔ اور اگر بمعنی فاعل ہو تو غیب بتلانا اس کا معنی ہے۔ نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب — نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

(شفاء جلد ا ص ۱۶۱)

ثانیاً علامہ شیخ قاسم..... متوفی ۸۷۹ھ نبی کے معنے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نعیل بمعنی مفعول لان اللہ تعالٰی نباہ بوحیہ اسرار غیبیہ۔ — لفظ نبی فعیل بمعنی مفعول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی سے اسرار غیبیہ کی خبریں دی ہیں

(شرح مسائرہ مع المسامرہ ص ۲۱۰)

ثالثاً دس علماء دیوبند نے مل کر المنجد کا ترجمہ کیا اور اسے ترتیب دی اور اس میں نبی اور نبوت کا معنی بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے:

"النبؤۃ والنبوۃ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر غیب کی بات بتانا۔ النبیؑ والنبیؐ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا (لغات المنجد عربی اردو ص ۱۲۴۴)

سرفراز صاحب۔ ملاحظہ کیا آپ نے۔ یہ دیوبند کی فُل بنچ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نبی غیب بتانے والے کو کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نبی کا یہ معنے کیا تو آپ سیخ پا ہو گئے۔ اب اپنے ان جغادری مولویوں کے بارے میں کیا ارشاد ہو گا۔

رابعاً زیرِ بحث عبارت میں آپ نے لکھا ہے کہ:

"یہ ٹھیک ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر احکام خداوندی بتاتے ہیں اور غیب کی خبریں بھی بتاتے ہیں"

دیکھئے اس عبارت میں آپ نے نبی علیہ السلام کے لئے عطائی علم غیب مان لیا۔ حالانکہ تنقید متین میں آپ نے لکھا ہے:

Marfat.com

"خان صاحب کا یہ بے بنیاد دعوٰے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا۔"

(تنقید متین ص ۱۹۳)

اب تبلایئے۔ آپ کے کلام اور ایک مجنون کی بڑ میں کیا فرق رہ گیا۔ آپ جس شئے کو ایک جگہ بے بنیاد اور شرک قرار دیتے ہیں۔ دوسری جگہ اسی کا اقرار واعتراف کرتے ہیں۔

خامسا۔ اس عبارت کے ضمن میں آپ نے تحریر کیا ہے۔

"لیکن جس مطلق اور کلی غیب کے اثبات کے درپے خانصاحب ہیں اس کا علم اور بتانا کسی طرح نبی کے معنے ومفہوم اور ان کے منصب میں داخل نہیں ہے"

اعلیحضرت کے جس ترجمہ پر آپ تبصرہ کر رہے ہیں۔ اس میں اعلیحضرت نے فرمایا ہے۔ یاایھاالنبی اے غیب بتانے والے نبی" تبلایئے سرفراز صاحب اعلیحضرت نے یہاں کونسا لفظ ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب آپ نے کلی غیب لیا ہے۔ جب اعلیحضرت نے کلی غیب کا ذکر نہیں کیا۔ تو پھر کلی غیب پر غیظ وغضب اور اعلیحضرت کے صاف اور صحیح ترجمہ پر آپ کی اس تمام آئیں بائیں کا کیا جواز رہ گیا۔ سرفراز صاحب آپ اپنے فرقہ میں عالم دین سمجھے جاتے ہیں اس طرح سفید جھوٹ نہ بولا کیجئے۔ یہ علماء کا شیوہ نہیں ہے۔ اعلیحضرت کے ترجمہ میں غیب کے ساتھ کلی کا پیوند لگا کر آپ نے جس اسرائیلی ذہن کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ ایک شرمناک حرکت ہے جو سنجیدہ اور متین علماء کو قطعًا زیب نہیں دیتی ہے۔

سادسًا اگر مطلب یہ ہے کہ اعلیحضرت نے یہاں غیب کلی کا اگرچہ ذکر نہیں کیا۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو کلی غیب جانتا ہو۔ اس لئے یہ عبارت بھی اسی پر محمول ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ عقیدہ یہ ہے کہ عقیدہ

Marfat.com

تو امورِ غیبیہ سے ہے۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی علم غیب منتفی ہے۔ تو آپ پر یہ غیب کیسے منکشف ہو گیا۔

سابعًا اگر مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحریر سے یہ عقیدہ ثابت ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اعلیٰ حضرت کی وہ نص پیش کیجئے۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی وہ ہوتا ہے جو کلی غیب کو جانے۔ میں آپ کو تمام مبتدعین دیوبند سمیت چیلنج کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کی کسی عبارت سے یہ عقیدہ ثابت کریں۔ اور اگر نہ ثابت کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک ثابت نہ کر سکیں گے تو اپنے اس جھوٹ اور افتراء سے رجوع کر لیں۔

ثامنًا۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کلی سے مراد کیا ہے۔ جمیع معلوماتِ الٰہیہ یا جمیع ما کان وما یکون پہلی صورت میں یہ اعلیٰ حضرت پر قطعًا افترا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع معلومات الٰہیہ ثابت کریں۔ اعلیٰ حضرت نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔ دیکھئے الملفوظ (ج ۱ ص ۴۶)

اگر جمیع ما کان وما یکون مراد ہے تو اس کا حصول تدریجی طور پر نبی علیہ السلام کے لئے دلائل قاہرہ سے ثابت ہے۔ لیکن اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ نبی کے مفہوم میں کلی غیب کا جاننا داخل ہے۔ اس کی پوری بحث اس کتاب کے باب علم غیب میں آ رہی ہے۔

تاسعًا۔ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے کہا ہے کہ حضور کے لئے مطلق غیب نہ ثابت ہے نہ منصب نبوت کے لائق ہے۔ کاش آپ نے شرح تہذیب ہی کسی بریلی کے طالب علم سے پڑھی ہوتی۔ تو وہ آپ کو سمجھا دیتا کہ مطلق الشئی بتحقیق بتحقق فرد ما۔ سرفراز صاحب مطلق غیب کا ثبوت تو غیب کے ایک فرد کے ثبوت سے بھی ثابت ہو جائے گا۔ یا دیوبند کے عشاق رسول کے نزدیک رسول اللہ کے لئے علم غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں۔

Marfat.com

عاشراً۔ یہ چند سطریں پہلے آپ نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ نبی غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مطلق غیب نبی کے لئے ثابت نہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ مطلق غیب بعض امورِ غیبیہ کے منافی ہے۔ اگر آپ کو مطلق غیب اور بعض امورِ غیبیہ کے مطلب کی سمجھ نہیں تو کسی سے سمجھ کر تصنیف شروع کی ہوتی۔ اگر سمجھ تھی تو پھر کیا نشہ میں ڈوب کر لکھ رہے تھے۔ جو چند سطروں میں بھی اپنی عبارت کا توازن قائم نہ رکھ سکے۔ حادی عشر اس بحث کے اخیر میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں؛

"یہ ایک بین حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غارِ حرا میں نبوت عطا ہوئی تھی۔ اور سورۃ قلم کی پانچ ابتدائی آیتیں ہی اس وقت آپ پر نازل ہوئیں تھیں۔ کلی غیب کا تو قصہ ہی جانے دیجئے۔ غیب کی کچھ خبریں بھی جو ماسبق یا آیندہ کے متعلق ہوں۔ اس موقع پر کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ کہ آپ کو بتائی گئی ہوں۔ مگر نبی آپ اس وقت بھی تھے۔ تو کیا معاذ اللہ جس وقت تک آپ کو غیب کی خبریں نہیں ہوئی تھیں۔ اس وقت تک کے لئے آپ نبی نہ تھے۔ خان صاحب کے ترجمہ سے تو معاذ اللہ ایسا ہی ثابت ہوتا ہے"

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نبی کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے۔ جو فرع ہے غیب جاننے کی۔ اور ابتدائی دور میں جب آپ پر سورۃ قلم کی صرف پانچ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ اس وقت تک آپ کو کسی غیب کا علم نہ تھا۔ پس لازم آیا کہ آپ معاذ اللہ نبی بھی نہ ہوں۔ کیونکہ نبی غیب جاننے والے کو کہتے ہیں۔

سرفراز صاحب کا یہ اعتراض انتہائی خام اور طفلانہ ذہنیت کا حامل ہے۔ سنئے سرفراز صاحب۔ اس وقت بھی نبی علیہ السلام کو بے شمار علوم غیبیہ کا علم تھا۔

Marfat.com

ازاں جملہ یہ ہے۔

۱۔ وحی قرآن کو جبرائیل لے کر آئے ثابت ہوا کہ حضور کو جبرائیل کا علم تھا اور جبرائیل علیہ السلام عالم غیب سے ہیں۔

۲۔ حضور کو وحی الٰہی کا علم تھا۔ اور وحی عالم غیب سے ہے۔

۳۔ حضور کو ذاتِ حق کا علم تھا۔ اور ذاتِ حق غیب الغیوب ہے۔

۴۔ اقرأ باسم ربك سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا علم ثابت ہوا اور صفت ربوبیت عالم غیب سے ہے۔

۵۔ الذی خلق سے صفت خالقیت کا علم ثابت ہوا۔ اور یہ عالم الغیب سے ہے۔

۶۔ علم الانسان مالم یعلم میں مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ تبلایا کہ حضرت آدم کو جمیع اسماء کا علم عطا فرمایا اور اس کا غیب ہونا واضح ہے۔ دیکھئے تفسیر خازن ص ۳۹۲ ج ۴ ایضاً تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۸ ج ۴۔

اور اس کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ الانسان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ یعنی پہلی وحی کے موقع پر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب کچھ تبلا دیا۔ جس کو آپ نہیں جانتے تھے۔ اور یہ سرفراز صاحب اور جمیع ذریت دیوبند پر بھاری عذاب ہے۔ (خازن ص ۳۹۲ ج ۴)

اور علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں والاشعار بانہ تعالیٰ یعلمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من العلوم مالا یحیط بہ العقول اللہ تعالیٰ اس آیت سے یہ تبلا رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر علم دے گا جس کا انسانی عقلیں احاطہ بھی نہیں کر سکتیں۔

(روح المعانی ص ۱۸۰ ج ۳)

ثانی عشر اس بحث میں سرفراز صاحب نے لکھا ہے کہ پہلی وحی کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی اور مستقبل سے متعلق غیب کی خبریں نہیں دیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تقیید کی کیا ضرورت ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت نے اس طرح فرمایا ہوتا

Marfat.com

کہ نبی وہ ہوتا ہے جو آئندہ یا گذرے ہوئے زمانے کی خبریں دے۔ تب تو اس تنقید کا کوئی منشا ہوتا۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے تو فرمایا ہے کہ نبی غیب والے کو کہتے ہیں۔ پس اعلیٰ حضرت نے نبوت کے مفہوم میں مطلق غیب بتانے جاننے کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس کا رد جب ہو گا۔ جب آپ یہ ثابت کر دیں کہ پہلی وحی کے موقع پر حضور کو مطلقاً غیب کا علم نہ تھا۔ اور ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں کہ حضور کے لئے اس موقع پر غیب کا علم ثابت تھا بلکہ ماضی اور مستقبل کا غیب بھی حاصل تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات ماضی مستقبل اور حال تینوں زمانوں کو شامل بلکہ اس سے ماوراء ہے۔ علاوہ ازیں اس بحث میں امام غزالی کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے النبی عبارۃ عن شخص کوشف بحقائق الامور نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس پر تمام حقائق امور منکشف کر دیئے جائیں۔

(احیاء العلوم ص ۴۴ ج ۳)

یاایھا النبی کے ترجمہ پر سرفراز صاحب نے اپنی علمی بے مائیگی اور عناد نبوت سے جو اعتراض کیا تھا۔ بحمداللہ العزیز بارہ وجوہ سے ہم نے اس کا حساب بیباق کر دیا۔ اس کے علاوہ مصنف تنقید متین نے پیش لفظ میں اور بھی کچھ اعتراضات پیش کئے ہیں۔ لیکن ان کا ذکر چونکہ خود اصل کتاب میں آ گیا ہے۔ اس لئے ہم نے یہاں ان سے تعرض نہیں کیا۔ لہٰذا ان کے جوابات کے لئے قارئین "توضیح البیان" کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔ وہاں تفصیل سے سرفراز صاحب کے بنائے ہوئے تار عنکبوت کے ایک ایک تار کو توڑ دیا گیا گیا ہے۔

اخیر میں ہم خدائے لم یزل کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ جس نے ہمیں اپنے دین متین کی اس خدمت کے لئے چن لیا۔ اے بار الٰہ ہمارا رواں رواں گناہوں سے جکڑا ہوا ہے۔ ہمارے شب و روز پر مسلسل معصیت کی دھند چھائی رہتی ہے۔ ہماری اہلیت کسی انعام کی مقتضی نہ تھی۔ لیکن تو نے اپنے

Marfat.com

بے پایاں فضل سے ہمیں حظِ وافر عطا کیا۔ کہ ناموسِ الوہیت، کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں اور بارگاہ نبوت میں گستاخ زبانوں کو قلم کرنے کے لئے ہمیں منتخب فرما لیا۔ ہمیں حضرت حسان کے غلاموں کی صف میں جگہ دی۔ اور حمد باری اور نعت رسول میں ہمیں محو کر دیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

Marfat.com

معروضۂ طبع ثانی

۱۹۶۹ء میں سرفراز صاحب کی تنقید متین کے جواب میں توضیح البیان کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اب ۱۹۷۹ء گزر رہا ہے دس سال کے اس طویل عرصہ میں سرفراز صاحب کی طرف سے مکمل سکوت رہا۔ کئی بار ان کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کیا گیا۔ لیکن ان کی خاموشی میں کوئی فرق نہ آیا۔ چونکہ سرفراز صاحب کی عادت یہ تھی کہ جس نے بھی ان کے خلاف قلم اٹھایا انہوں نے فوراً جواب میں کوئی کتاب لکھ کر پیش کر دی۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ سرفراز صاحب اس کے جواب میں اگر کچھ لکھ سکتے ہیں تو لکھ دیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں ان کے شبہات کا جواب دے دیا جائے۔ بہرحال اب کافی انتظار کا عرصہ گزارنے کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے۔

مخدوم و محترم علامہ عبدالحکیم صاحب شرف کی بہت عرصہ سے فرمائش تھی کہ میں "توضیح البیان" پر نظر ثانی کروں اور اس میں ضروری ترمیم و اضافہ کے بعد ان کو طبع ثانی کے لئے پیش کروں۔ لیکن مختلف عوارض کی وجہ سے میں یہ امر مؤخر کرتا رہا تاآنکہ اس سال میں نے اس کام کی طرف توجہ کی اور اس میں کچھ ترمیم اور اضافہ کر دیا۔

اس کتاب کے بارے میں عام تاثر یہ تھا کہ اس کی زبان بہت مشکل ہے اور علمی اصطلاحات اور عربی الفاظ کا بکثرت استعمال ہے۔ اس سبب سے یہ کتاب علماء کے حلقہ میں تو بہت مقبول ہوئی۔ لیکن عوام کی اکثریت اس کتاب سے استفادہ کرنے سے قاصر رہی۔ میں نے اس مرتبہ کافی محنت کر کے یہ شکایت دور کر دی ہے۔ اور اس کی زبان و بیان کو بہت آسان کر دیا ہے امید ہے کہ اب عوام اس کتاب سے بآسانی استفادہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

نیز میں اُسے کرم بالائے کرم سمجھتا ہوں کہ اب یہ کتاب اہل سنّت وجماعت کے ممتاز اشاعتی ادارے (حامد اینڈ کمپنی لاہور) کی طرف سے بڑے پُر شکوہ اور دلکش انداز میں شائع ہو رہی ہے۔ حامد اینڈ کمپنی لاہور نے نہایت ہی مختصر مدت میں علماء اہلسنّت کی گرانقدر تصانیف کو شائع کر کے اپنا مقام بنالیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات اور حیاۃ الموات (روحوں کی دنیا) کے علاوہ سنّی بہشتی زیور، سیرت رسول عربی تذکرۃ المحدثین وغیرہ ایسی علمی کتب مارکیٹ میں لانا اس کمپنی کا عظیم کارنامہ ہے۔ میں حامد اینڈ کمپنی کے جواں ہمت ناظم کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں جن کی کاوش سے اہل سنّت وجماعت کو نہایت اعلیٰ اور با مقصد لٹریچر حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ، ناظم مکتبہ قادریہ لاہور، سید حامد لطیف صاحب زید مجدہٗ اور ان کے معاونین کے تبلیغی جذبہ میں مزید اضافہ فرمائے۔ اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ نیز اس کتاب کو بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت اور اس گنہ گار کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حصول اور مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

غلام رسول سعیدی غفرلہ

آمین بجاہ سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

۲۱/۳/۹۹ —— ۲۲/۱/۹۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استعانت

حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت کریمہ ایاك نعبد وایاك نستعین کی مندرجہ ذیل تفسیر ارقام فرمائی۔

ایاك نستعین ۔ میں یہ تعلیم فرمائی ۔ کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے ۔ حقیقی مستعان وہی ہے ۔ باقی آلات خدام و احباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں ۔ بندے کو چاہیئے کہ اس پر نظر رکھے ۔ اور ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے ۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیا وانبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے ۔ عقیدہ باطلہ ہے ۔ کیونکہ مقربانِ حق کی امداد امداد الٰہی ہے ۔ استعانت بالغیر نہیں ۔ اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے جو وہابیہ نے سمجھے ۔ تو قرآن پاک میں اعینونی بقوۃ اور استعینوا بالصبر والصلوٰۃ کیوں وارد ہوتا ۔ اور احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی کیوں تعلیم دی جاتی ۔

اس تفسیر پر سرفراز صاحب نے یہ شائستہ تبصرہ کیا :

"کہ جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے آیت مذکورہ بالا کی یہ تفسیر بلکہ تحریف کر کے اپنی جان اور قرآن کریم پر جو ظلم کیا ہے ، وہ بجائے خود قابلِ صد نفرین ہے ۔"

معمولی گرامر سے واقف اور عربی کا مبتدی طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نستعین کا مفعول و معمول ایاك ضمیر منفصل کی صورت میں محض اس لئے

Marfat.com

مقدم کیا گیا ہے کہ حصر کا فائدہ دے۔ اور استعانت صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ستودہ صفات ہی کے ساتھ مختص ہو جائے۔ اور ابتدائی جملوں میں خود مولوی صاحب نے اس کا کافی حد تک اقرار بھی کیا ہے۔ لیکن جب سمجھے کہ اس اقرار سے تو بریلویت و بدعت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے ایک بڑے عقیدہ پر ضرب کاری لگتی ہے۔ اور وہابیوں کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے تو پینترا بدل کر یہ لکھا کہ اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء اور انبیاء سے مدد مانگنا شرک ہے، عقیدہ باطلہ ہے۔ اور اس طرح تحریف کا چور دروازہ اپنے لئے کھول لیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اس پر قدرے وضاحت سے کلام کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ کئی وجوہ سے مردود اور باطل ہے۔ اوّلاً بزعم خود جو تفسیر اور احتمال ایاک نستعین کا اُنہوں نے بیان کیا ہے بعینہٖ وہ ایاک نعبد میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو سجدہ کرتا ہے۔ یا نماز روزہ اور قربانی وغیرہ ان کے نام کی ادا کرتا ہے۔ اور یہ بیان کرتا ہے کہ در حقیقت تو میں عبادت بواسطہ یا بے واسطہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی ادا کر رہا ہوں۔ ہاں مگر ان حضرات کو صرف تقرب الٰہی کا مظہر سمجھتا ہوں تو کیا یہ تفسیر صحیح ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر غیر اللہ کی عبادت کیوں نادرست ٹھہری؟ اور کس دلیل سے! اور اگر یہ غلط ہے تو غیر اللہ سے استعانت کا عقیدہ کیونکر حق قرار پایا! اور اس استعانت کو غلط کہنا کیسے عقیدہ باطلہ ٹھہرا۔

ثانیاً استعانت کی ایک قسم کا نصوص شرعیہ سے جواز ثابت ہے وہ یہ کہ کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے جو عادۃً اس کے بس اور اختیار میں ہو اس کو ماتحت الاسباب میں ظاہری استعانت کہا جاتا ہے اور اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ (تنقید متین ص ۲۸)

اختصاص استعانت کا مدار

مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی جو تفسیر ارقام فرمائی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔

Marfat.com

کہ ہر باب میں استعانت اللہ تعالٰی کے ساتھ ہی مختص ہے۔ خواہ مافوق الاسباب[1] امور میں استعانت ہو یا ماتحت الاسباب[2] امور میں تفسیر مدارک التنزیل میں اس آیت کے تحت ہے:

واطلقت الاستعانة لتناول کل مستعان فیہ۔	استعانت کو مطلقاً ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر مستعان کو شامل ہو۔

تفسیر خازن میں ہے:

ای منك نطلب المعونة علی عبادتك وعلی جمیع امورنا۔	تیری عبادت اور باقی امور کی انجام دہی پر تجھ سے ہی طاقت طلب کرتے ہیں۔

تفسیر جمل میں ہے:

وعموم المهماة مستفاد عن حذف مفعول نستعین۔	حذف مفعول سے استعانت کے تمام امور کو شامل ہونے کا فائدہ حاصل ہوا۔

غور فرمائیے مفسرین کرام تو ہر قسم کی استعانت اللہ تعالٰی کے ساتھ مختص فرما رہے ہیں۔ اور سرفراز صاحب نے صرف مافوق الاسباب امور میں استعانت کو اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص کر کے قرآن کریم کی خالص تحریف کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

> "استعانت کی ایک قسم کا نصوص شرعیہ سے جواز ثابت ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے۔ جو عادۃً اس کے بس میں اور اختیار میں ہو۔ اس کو ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت کہا جاتا ہے۔" (تنقید متین ص ۲۷)

---

[1] مدد طلب کرنا

[2] وہ کام جو عام لوگوں کی قدرت میں نہیں ہوتے ۱۲ منہ

[3] جو کام عام لوگوں کی قدرت میں ہوتے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

اور اس طرح سرفراز صاحب نے مجوسیوں کی طرح تقسیم کار کرلی ہے۔ کچھ کام خدا کے ساتھ خاص کر دیئے۔ اور کچھ بندوں کے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو، یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بندوں کے ہاتھ پر امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ۔ جو کچھ بھی ظاہر ہوتے ہیں ان کا خلق اور ایجاد اللہ تعالےٰ ہی کا تماسہ ہے۔ اور بندوں کے ہاتھ سے جس قسم کے بھی امور ظاہر ہوں وہ صرف بلحاظ کسب بندوں سے صادر ہوتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ استعانت کے اختصاص اور عدم اختصاص کا مدار استقلال اور عدم استقلال ہے۔ نہ کہ امور مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب جیسا کہ سرفراز صاحب نے اپنی علمی بے مائیگی کی وجہ سے یقین کرلیا ہے۔

دیوبند کی شہادت آئیے اب ہم آپ کے سامنے سرفراز صاحب کے شیخ الہند کی تفسیر سے شہادت پیش کرتے ہیں، جس سے یہ امر ظاہر ہو جائے گا کہ غیر اللہ سے استعانت کے جواز اور عدم جواز کا مدار استقلال اور عدم استقلال ہے نہ کہ امور مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب۔

دیکھئے مولوی محمود حسن صاحب ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر مقبول بندے کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کی جائے۔ تو یہ جائز ہے، کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالےٰ سے ہی استعانت ہے"

سرفراز صاحب غیر اللہ سے جواز استعانت کا مدار امور ماتحت الاسباب کو قرار دیتے ہیں اور ان کے شیخ صدر الافاضل رحمہ اللہ کی طرح مستعان کو غیر مستقل

Marfat.com

سمجھنا اس کا مبنیٰ ٹھہراتے ہیں۔ اب فرمایئے کس کا بیان کردہ مبنیٰ صحیح ہے، اور کس کا غلط۔ اب اگر آپ صدر الافاضل صاحب رحمہ اللہ کے بیان کردہ مبنیٰ کو غلط تحریف اور شرک کا چور دروازہ قرار دیتے ہیں۔ پھر تو اپنے شیخ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور ان پر بھی شرک کا فتویٰ لگا دیئے۔ اور اگر آپ کے شیخ کا بیان کردہ مبنیٰ صحیح ہے تو پھر صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر کو صحیح مان کر اپنی غلطی سے رجوع اور بدعقیدگی سے توبہ کیجئے۔

من نہ گویم کہ ایں نہ کُن آں کُن — مصلحت بیں و کار آساں کُن

مافوق الاسباب امور میں رسول اللہ سے استعانت

سرفراز صاحب کا امور عادیہ میں ظاہری استعانت کو جائز قرار دینا اور غیر عادیہ میں ناجائز۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ دونوں سے باطل اور مردود ہے۔ احادیث صحیحہ سے امور غیر عادیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد اور صحابہ کرام کی آپ سے استمداد ثابت ہے۔

عن یزید بن ابی عبید قال رأیت اثر ضربۃ فی ساق سلمۃ بن الاکوع فقلت یا ابا مسلم ما هذه الضربۃ قال ضربۃ اصابتنی یوم خیبر فقال الناس اصیب سلمۃ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنفث فیہ ثلث نفثات فما اشتکیتها حتی الساعۃ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۲)

یزید بن ابی عبید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر چوٹ کا نشان دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابو مسلم یہ کیسی چوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یوم خیبر کو مجھے شدید چوٹ لگی، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا، آپ نے تین دفعہ دم فرمایا اور اس دم کی برکت سے مجھے آج تک تکلیف نہیں پہنچی۔

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں،

عن عثمان بن عبد اللہ بن موهب — عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے مروی

Marfat.com

قال ارسلنی اهلی الی ام سلمة بقدح من ماء وكان اذا اصاب الانسان عين او شيء بعث اليها مخضبه فاخرجت من شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم وكانت تمسكه فی جلجل من فضة فخضخضته له فشرب۔

منه الحدیث

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۰)

ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا اور لوگوں کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کی آنکھ میں یا کسی اور جگہ زخم پہنچتا تو آپ کے پاس تغار دے کر بھیجتے۔ پس ام المومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نکالتیں۔ جنہیں وہ گھنٹی کی شکل کی ایک چاندی کی نلکی میں رکھا کرتی تھیں پس وہ اس نلکی کو پانی میں ڈال کر نکالتیں۔ پس وہ شخص اس پانی کو پیتا۔

تیسری روایت ملاحظہ کیجئے:

عن اسماء بنت ابی بكر انها اخرجت جبة طيالسية كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج وقالت هذه جبة رسول الله صلی الله علیه وسلم كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبی صلی الله علیه وسلم يلبسها فنحن نغسلها للمرضی نستشفی بها۔

(مشکوٰۃ ص ۳۷۴)

اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کا ریشمی گریبان تھا، اور اس کی دونوں جانبیں بھی ریشمی تھیں۔ اور فرمانے لگیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہ رض کے پاس تھا۔ پس جب ان کی وفات ہو گئی تو میں نے اسے حاصل کر لیا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ پس ہم بیماروں کے لئے اسے دھوتے ہیں اور اسی جبہ کے توسل سے ان کے لئے شفا طلب کرتے ہیں۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے پہنے ہوئے کپڑوں، آپ کے بالوں اور آپ کی پھونک سے لوگ شفا حاصل کرتے تھے۔ اب غور طلب امر

Marfat.com

یہ ہے کہ لباس بال اور پھونک حصول شفاء کے لئے سبب عادی ہیں یا غیر عادی ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰے نے عادۃً لباس بال اور پھونک کو حصولِ شفا کے لئے پیدا نہیں فرمایا۔ اور اگر عادۃً ان کی خلقت حصول شفا کے لئے ہوتی۔ تو چاہیئے تھا کہ ہر ایک کے لباس اور بال اور پھونک سے شفاء حاصل کی جاتی ۔ جس طرح عادۃً جڑی بوٹیوں اور دواؤں کی خلقت حصول شفا کے لئے ہے۔ اور وہ شفا کے لئے سبب عادی ہیں ۔ اسی طرح لباس وغیرہ حصول شفاء کے لئے ہرگز سبب عادی نہیں ہیں۔ اور اس میں رتی برابر بھی شبہ نہیں ہے۔ پس آپ کے لباس وغیرہ سے صحابہ کرام کا شفاء حاصل کرنا اور اپنی بیماریوں اور تکلیفوں میں نبی علیہ السلام کی طرف مراجعت کرنا اور آپ سے مدد چاہنا مافوق الاسباب امور میں استعانت ہے۔

اگر سرفراز صاحب کا قاعدہ مان لیا جائے۔ تو سلمہ بن اکوع کو چاہیئے تھا کہ پنڈلی ٹوٹ جانے کے بعد وہ کسی جراح کے پاس جاتے۔ کیونکہ علاج کے لئے طبیب اور جرّاح وغیرہ سبب عادی ہیں۔ اور اگر انہوں نے سرفراز صاحب کا مزعوم شرک کر ہی لیا تھا تو نبی علیہ السلام کو چاہیئے تھا کہ آپ فرماتے میرے پاس ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر کیوں آئے ہو۔ میں تو کسی کو نفع وضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ اس کا سبب عادی ہوں۔ تم نے علاج معالجہ کے لئے مافوق الاسباب طریقہ کو اختیار کر کے شرک کیوں کیا ؟ اچھی طرح جان لو کہ میرا کام تو فقط تم تک احکام شرعیہ پہنچا دینا ہے اور بس!

سرفراز صاحب آنکھیں کھول کر اور ہوش میں آکر جواب دیجئے کہ آپ کی تحقیق کے مطابق یہ صحابہ مشرک ہوئے یا نہیں۔ اور اگر آپ رافضیوں کی طرح صحابہ پر بھی ہاتھ صاف کردیں۔ تو پھر بتلایئے کہ آپ کی تحقیق کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا حکم عائد ہوگا۔ جنہوں نے آپ کے اس مذموم شرک کی مذمت نہیں کی۔ اور اگر آپ عناد فطری کی وجہ سے رسول اللہ پر بھی جرأت کریں۔ تو اللہ تعالٰے پر کیا حکم لگائیں گے۔ جس نے رسول اللہ کو شرک کی مذمت نہ کرنے پر تنبیہ نہ

Marfat.com

کی۔ بلکہ رسول اللہ کے دم میں شفا کا اثر رکھ کر الٹا اس شرک کی تائید کی ؎

ساقی کا احترام تو لازم تھا اے صبا
ہر ہر قدم پہ لغزشِ بے جا نہ کیجئے

خلق اور کسب اس مقام پر یہ حضرات کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ تو نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اور معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے۔ یہ محض دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت یا عام لوگوں کے افعال سب کا حقیقۃً خالق اور فاعل اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ بندوں کی طرف ان تمام افعال کی نسبت خواہ عادیہ ہوں یا غیر عادیہ۔ محض ظاہری اور صوری طور پر ہوتی ہے۔ لہٰذا افعال عادیہ اور غیر عادیہ میں خلق یا کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداہتہً باطل ہے۔ افعال عادیہ میں بندوں کی طرف نسبت تو سرفراز صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اب ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں۔ جن میں افعال غیر عادیہ کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی ہے۔

۱۔ قال الذی عندہٗ علم من الکتٰب انا اٰتیك بہٖ قبل ان یرتد الیك طرفك۔ (نمل)	جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا کہ اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکر کھڑا کر سکتا ہوں۔

(ترجمہ اشرف علی تھانوی:۔ ملخصًا)

۲۔ قال انما انا رسول ربك لاھب لك غلامًا زکیًا (مریم)	فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔
۳۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتٰی	میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ جاندار پرندہ بن جاتا ہے۔ خدا کے حکم

Marfat.com

باذن اللہ۔ (آل عمران)

سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے۔

. مذکورہ بالا آیات میں افعال غیر عادیہ کا اسناد مخلوق کی طرف کیا گیا ہے اور ان تمام آیات کا ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ سے نقل کیا گیا ہے تاکہ مخالفین کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام افعال کی طرح معجزات اور کرامات کے ساتھ بھی دو قدرتیں متعلق ہوتی ہیں۔ ایک انبیاء کی اور اولیاء کی قدرت بلحاظ کسب کے اور ایک اللہ تعالیٰ کی قدرت بحیثیت خلق اور ایجاد کے۔ پس نبی علیہ السلام کا دم کرنا۔ انگلی سے اشارہ کرنا، دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا یہ کسب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا تکلیف دور کر دینا۔ چاند شق کر دینا۔ سورج پلٹ دینا یہ خلق ہے۔ اور ان افعال کا اسناد نبی علیہ السلام کی طرف بلحاظ کسب ہے۔ اور اللہ عز مجدہ کی طرف بلحاظ خلق ہے۔ اور جس طرح عوام بشر کی قدرت اختیار میں افعال عادیہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح خواص بشر اولیاء اللہ کی قدرت میں افعال غیر عادیہ ہوتے ہیں۔ سرفراز صاحب کا امور عادیہ میں بندوں سے استعانت جائز رکھنا۔ علمی بے مائیگی اور بصیرت سے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

ان لہ فی نفسہ صفۃ بہا فتم الافعال الخارقۃ للعادات کما ان لنا صفۃ بہا تتم الحرکات المعروفۃ بارادتنا وباختیارنا وھی القدرۃ وان کانت القدرۃ والمقدور جمیعًا من فعل اللہ تعالیٰ۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰)

ہ متکلمین نے بیان فرمایا ہے کہ بندہ کا ارادہ کرنا کسب، اور اس ارادہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا فعل پیدا فرمانا خلق کہلاتا ہے۔ یہاں جو مثالیں دی گئی ہیں وہ عوام کو سمجھانے کے لئے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کے سبب وہ ایسے کام کرتا ہے جو خلاف عادت ہوتے ہیں جیسے ہم کو ایسی صفت حاصل ہے جس سے ہم اپنے ارادہ کے مطابق کام کرتے ہیں اسی کا نام قدرت ہے اور یہ قدرت اور کام دونوں حقیقتہً اللہ تعالٰی کے افعال ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی فتح الباری ج ۱۶ ص ۲۰ پر امام غزالی کی اس عبارت کو نقل کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔

پہلی غلطی سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"کوئی شخص کسی زندہ اور پاس ہی موجود شخص سے ایسی چیز طلب کرے جو عادۃً اس کے بس اور اختیار میں ہو، اس کو ماتحت الاسباب یا ظاہری استعانت کہا جاتا ہے۔ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔" (تنقید متین ص ۲۸)

ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں بس اور اختیار سے مراد کیا ہے۔ بطور خلق یا بطور کسب پہلی صورت میں یہ خود شرک ہے۔ اور دوسری صورت میں عادۃً کی قید لگانا باطل ہے۔ کیونکہ امور غیر عادیہ بھی بحیثیت کسب بس اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ امام غزالی کی تصریح اور ابن حجر کی تائید سے ظاہر ہو گیا۔ پھر اس میں استعانت کیونکر ناجائز ہو گی جب کہ ان امور غیر عادیہ میں بھی استعانت دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔

مافوق الاسباب امور اور قرآن سورۂ نمل میں اللہ تعالٰی سلیمان علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قال یایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم	حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام نے فرمایا اے اہل دربار تم میں سے کون ہے جو تخت بلقیس کو میرے پاس پہنچا دے۔ اس سے پہلے کہ

Marfat.com

من مقامك وانی علیه لقوی امین قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك۔

(سورۂ نمل)

کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا آپ کے مجلس سے اٹھنے سے پہلے میں اسے حاضر کر سکتا ہوں اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانتدار بھی ہوں اور جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ میں اسے آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

تخت کو آنِ واحد میں مسافت کثیرہ سے منتقل کر دینا ایک ایسا خلافِ عادت کام تھا کہ قوی ہیکل جن بھی باوجود بے پناہ طاقت کے اس پر قادر نہ تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی خلافِ عادت کام کو اہلِ دربار سے طلب کیا۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ ما فوق الاسباب امور میں غیر اللہ سے استعانت کرنا شرک ہے۔ تو اب فرمایئے کہ آپ کے اس فتویٰ کی براہِ راست زد حضرت سلیمان علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑتی ہے یا نہیں۔ بتلایئے قرونِ ثلاثہ میں بھی کیا انبیاء علیہ السلام کو معاذ اللہ مشرک قرار دیا جاتا تھا۔ یا یہ خانہ ساز بدعت صرف دیوبند کی اختراع ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ علماءِ حق کو ابنارِ بدعت کی دشنام پر صبر کر لینا چاہیئے۔ جو لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی (معاذ اللہ) مشرک بنانے سے نہیں چوکتے۔ وہ اگر علماءِ حق کو مشرک وغیرہ کہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

نوٹ: یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کا خدام سے اس امر کو طلب کرنا ان کی شان میں کمی کا موجب ہے۔ کیونکہ خدام سے کوئی خدمت لینا انہیں خدمت کا موقع دینا اور انہیں شرف خدمت عطا کرنے کے لئے ہوتا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنی!
منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

Marfat.com

اسی طرح حضرت عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا تھا من انصاری الی اللہ میرا مددگار کون ہے۔ ثانیاً اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جن کے خدام کی طاقت اور وسعت اختیار کا یہ عالم ہے تو ان کے آقا کی شان کا کیا عالم ہوگا۔ ثالثاً اس میں یہ اشارہ ہے کہ امور ما فوق الاسباب میں استعانت جائز ہے۔ ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام اہلِ دربار سے کیوں فرماتے کہ بلقیس کے پہنچنے سے پہلے تخت حاضر کردو جب کہ پلک جھپکنے سے پہلے اتنے بڑے بھاری تخت کو مسافت بعیدہ سے لے آنا انسان کی عادت تو درکنار قوی ہیکل جن کے بس میں بھی نہ تھی۔ رابعاً۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ما فوق الاسباب امور میں تصرف صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ کرم الٰہی سے یہ تصرفات اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہوتے ہیں :۔

اب ہم آپ کے سامنے شرح عقائد نسفی سے علامہ نسفی اور علامہ تفتازانی کی عبارات پیش کرتے ہیں۔ جو اس مقصد پر واضح ثبوت ہے۔ کہ تخت بلقیس کو آنِ واحد میں لے آنا ما فوق الاسباب امور سے ہے۔

وکرامات الاولیاء حق فیظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة۔	اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں پس ولی کی کرامت خلافِ عادت (ما فوق الاسباب طریقہ) سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ مسافت بعیدہ کو مدت قلیلہ میں طے کر لے۔

اس کی شرح میں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

کاتیان صاحب سلیمان علیہ السلام وهو اصف بن برخیا علی الاشهر بعرش بلقیس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة۔	مثلاً صاحب سلیمان علیہ السلام آصف بن برخیا کا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے مسافتِ بعیدہ سے لے آنا۔ (قول مشہور یہی ہے)

(شرح عقائد نفسی ص ۲۲۶)

Marfat.com

بعید نہیں کہ دیوبندیوں کو یہ شبہ لاحق ہو کہ مافوق الاسباب امور میں تصرف مذکور تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ پس ہمارے لئے یہ کس طرح حجت ہوگا۔ جواباً عرض ہے کہ شرائع سابقہ کے جن واقعات کو اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم) بغیر انکار کے بیان فرمائیں۔ وہ حقیقت میں ہماری ہی شریعت ہے۔ اور اس کے حجت ہونے میں رتی برابر بھی شبہ نہیں۔ دیکھئے مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:

ان هذه الشرائع انما تلزمنا اذا قصها الله ورسوله من غير انكار كقوله تعالى وكتبنا عليهم اى على اليهود فى التوراة ان النفس بالنفس الخ۔

(قمر الاقمار علی حاشیہ نور الانوار ص ۶)

شرائع سابقہ ہمیں اس وقت لازم ہو جاتی ہیں۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بغیر انکار کے بیان فرمائے۔ جس طرح وجوب قصاص کا حکم قرآن کی آیت کریمہ ان النفس بالنفس سے ثابت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں نازل کیا تھا۔ اور پھر اس کا بیان قرآن کریم میں فرمایا۔ پس یہ حکم ہم پر لازم ہو گیا۔

اسی طرح امور مافوق الاسباب میں تصرف کا یہ واقعہ اگرچہ دور سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اس کا بغیر انکار کے قصہ بیان فرمایا۔ تو یہ شرعی حجت قرار پایا۔ اور علماء متکلمین نے اس آیت سے کرامات اولیاء پر استدلال کیا۔ نیز جب اللہ تعالےٰ نے اسرائیلی اولیاء کو مافوق الاسباب امور پر قدرت عطا کی ہے۔ تو اس امت کے اولیاء کو یہ اعزاز کیوں نہ حاصل ہوگا۔ جس کے سر پر اللہ تعالےٰ نے كنتم خير امة کا تاج رکھا ہے۔ اور اسے جعلناكم امة وسطا کی دستاویز عطاء فرمائی ہے۔

اب ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب مافوق الاسباب امور میں استعانت شرک ہے تو انبیاء کرام اس شرک کو کیوں کرتے رہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے بلا انکار اس کا ذکر کیوں کیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس شرک پر

Marfat.com

مواخذہ کیوں نہیں ہوا۔ اور وہ قرآن جو الحمد سے لے کر والناس تک شرک کی تردید میں نازل ہوا۔ وہ اس شرک کی کیوں تائید کر رہا ہے۔ اور اب آپ خدائے لم یزل پر کیا فتویٰ لگائیں گے۔ جو آپ کے نزدیک اس خالص شرک کی تائید کر رہا ہے۔

یہ تو ما فوق الاسباب امور میں زندوں سے استمداد تھی۔ آئیے اب ما فوق الاسباب امور میں ان سے استمداد پیش کریں۔ جنہیں سرفراز صاحب زندہ نہیں سمجھتے۔ مافوق الاسباب امور میں استعانت کا حدیث سے ثبوت۔ ملاحظہ کیجئے:

وعن ابی الجوزاء قال قحط اهل المدینة قحطًا شدیدًا فشکوا الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها فقالت انظروا قبر النبی صلی الله علیه وسلم فاجعلوا کوی الی السماء حتّٰی لا یکون بینه بین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرًا حتّٰی نبت العشب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

(مشکوٰۃ ص ۵۴۵)

حضرت ابو جواز بیان کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ (زادہا اللہ تشریفا) میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبر اطہر اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ پیدا ہوا اور اونٹ فربہ ہو گئے اور ان کی چربی پھٹی جاتی تھی۔ اور اس سال کو لوگ خوشحالی کا سال کہنے لگے۔

اس حدیث کو دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کے ص ۲۰۲ پر ذکر کیا ہے:۔

غور طلب امر یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ

Marfat.com

لوگ بارش کی شکایت لے کر کیوں گئے۔ براہِ راست خدا سے دُعا کیوں نہ مانگی۔ اور اگر انہوں نے یہ شرک کر ہی لیا تھا تو پھر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چاہیئے تھا کہ انہیں نماز استسقاء پڑھنے کا حکم دیتیں۔ جو طریقہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ قبر انور کو آسمان کے بالمقابل کرنے کا حکم کیوں دیا۔ کیا اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو یقین تھا کہ اگر قبر انور آسمان کے بالمقابل ہو جائے تو اس وقت بارش ہو گی۔ ورنہ نہیں ہو گی اور اگر ام المؤمنین نے دیوبندیوں کے اس خود ساختہ شرک کا حکم دے ہی دیا تھا تو جنہیں حکم دیا تھا تو وہ بھی صحابہ اور تابعین تھے۔ انہوں نے اس گمراہی پر ام المؤمنین کی (العیاذ باللہ) اصلاح کیوں نہ کی۔

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس امر تکوینی یا امر مافوق الاسباب میں نبی علیہ السلام کی قبر سے استعانت کی ہے۔ اور آپ امور تکوینیہ اور مافوق الاسباب امور میں استعانت کو شرک کہتے ہیں۔ پھر آپ کا ام المؤمنین کے بارے میں کیا حکم ہو گا۔ جنہوں نے بارش ہونے نہ ہونے کا مدار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کو اعتقاد کر لیا تھا۔

معلوم ہوا کہ خیر القرون میں مافوق الاسباب امور میں استعانت کو جائز سمجھا جاتا تھا اور یہی انبیاء علیہم السلام اور صلحاء عظام کا طریقہ ہے۔

افوق الاسباب امور اور علامہ شامی

علامہ شامی رحمہ اللہ مذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے ان اولیاء اللہ کی مختصر سوانح نقل کرتے ہیں۔ جنہوں نے مذہب ابی حنیفہ تیار کیا۔ چنانچہ حضرت معروف کرخی کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ں :۔

المشائخ الکبار مجاب الدعوۃ تسقی بقبرہ مات سنہ ٢٠٠ھ۔

حضرت معروف کرخی عظیم مشائخ میں سے تھے مستجاب الدعوات تھے اور اُن کی قبر

Marfat.com

سے بارش طلب کی جاتی تھی اور انہوں نے دو
صدی ہجری میں وفات پائی۔ (ردالمحتار ج ا ص ۵۴)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی کے نزدیک مذہب حنفی کی عظمت و جلالت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس مذہب کے پیرو کار مرجع خلائق تھے۔ زندگی میں ان کی شخصیات تو الگ رہیں۔ وصال کے بعد بھی لوگ ان کی قبور سے مدد طلب کرتے تھے۔ اہلسنت کو قبر پرستی کا طعنہ دینے والے دیدۂ عبرت سے اس عبارت کو پڑھیں اور غور کریں کہ قبر کے نزدیک دعا مانگنے سے بارش کا حاصل ہو جانا سبب عادی ہے یا غیر عادی؟ اگر سبب عادی ہے تو ہر قبر کے پاس دعا مانگنے سے بارش کیوں نہیں ہوتی۔ اور حضرت معروف کرخی کے پاس دعا مانگنے سے بارش کے حصول میں ان کی کیا خصوصیت باقی رہی۔ اور علامہ شامی کا اسے ان کے فضائل میں ذکر کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ جس طرح آگ حرارت کے لئے سبب عادی ہے۔ اور ہر آگ سے حرارت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہر قبر کے پاس دعا کرنے سے بارش کیوں نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ سبب عادی نہیں تو پھر کا قاعدہ ٹوٹ گیا۔ اور ثابت ہوا کہ مافوق الاسباب امور میں بھی غیر اللہ سے استعانت جائز ہے۔ نیز اب ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اپنی حاجات اور مشکلات میں قبر پر جاکر دعا مانگنا اور صاحب قبر کو وسیلہ بنانا یہ عہد صحابہ تابعین اور اتباع ابی حنیفہ کے معمولات ہیں۔ یا چودہویں صدی کی بدعت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی چیز بدعت ہے تو وہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب امور میں جواز اور عدم جواز کے لحاظ سے فرق کرنا ہے۔ تصرفات اولیاء اللہ کا انکار بدعت ہے۔ کمالاتِ انبیاء سے بغض بدعت ہے۔ اسباب شرک میں افراد، زمان اور مکان کا فرق کرنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا عقیدہ رکھنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ تنقیص دیوبندی اور اسمٰعیل دہلوی کے فرزندان کو سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔

Marfat.com

دوسری غلطی سرفراز صاحب نے شرک کی تعریف میں زندہ اور پاس ہی موجود شخص کی دو قیدیں اور بھی لگائیں ہیں۔ اور ان قیود کا فائدہ وہ خود اپنے کلام میں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فاعینونی بقوۃ۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیدائی حضرات انبیار، اولیاء، شہدار علیہم السلام سے کیا کرتے ہیں کہ نہ تو وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نہ قریب۔ ان سے اس قسم کی استعانت بہرصورت شرک ہے۔ جس کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور شریعت حقہ اس کے لئے وقف ہے۔ اس ظاہری استعانت سے مطلق استعانت یا مافوق الاسباب استعانت کا جواز ثابت کرنا۔ اور عوام الناس کو مغالطہ دینا جیسا کہ مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے۔ اہلِ علم کی شان نہیں ہے۔" (تنقید متین ص ۲۹)

سرفراز صاحب کی یہ عبارت کئی وجہ سے غلط ہے۔ اولاً یہ کہ اعینونی سے جو خاص استعانت ثابت ہے۔ اس کے بارے میں کہنا کہ اس سے مطلق استعانت ثابت نہیں ہوتی۔ ان کے علمی افلاس کا اظہار کر رہا ہے۔ اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ مطلق الشئی یتحقق بتحقق فردما۔ پس مطلق استعانت کے ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جائے گی۔

ثانیاً یہ کہ سرفراز صاحب نے زندہ اور قریب سے ماتحت الاسباب امور میں استعانت کو جائز قرار دیا اور میت، بعید اور مافوق الاسباب امور میں استعانت کو شرک کہا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ امور ماتحت الاسباب میں استعانت مطلقاً جائز ہے یا اس حیثیت سے کہ جس سے مدد حاصل کرے اس کے غیر مستقل ہونے کا اعتقاد رکھے۔ پہلی صورت میں لازم آئے گا۔ کہ اگر کوئی شخص امور ماتحت الاسباب میں مستعان کو مستقل بالذات سمجھ کر اس سے استعانت کرتے تو یہ بھی جائز قرار

Marfat.com

پائے۔ حالانکہ اس کے شرک ہونے میں کسی کو شُبہ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری صورت میں یعنی اگر امور ماتحت الاسباب میں مستعان کو غیر مستقل سمجھ کر مدد حاصل کرے۔ تو ثابت ہوا کہ جواز اور عدم جواز کا مدار مستعان کو مستقل بالذات سمجھنے پر ہے۔ نہ کہ محض امور ماتحت الاسباب پر۔ کیونکہ وہ تو پہلی صورت میں بھی موجود ہے۔ اور شرک سے اجتناب نہیں۔ پس بحمداللہ ثابت ہو گیا کہ شرک تب ہو گا کہ مستعان کو مستقل بالذات سمجھ کر استعانت کی جائے۔ خواہ زندہ ہو یا مُردہ۔ قریب ہو یا بعید اور ماتحت الاسباب امور میں استعانت ہو یا مافوق الاسباب امور میں۔ ورنہ سرفراز صاحب نے جو شرک اور عدم شرک کی بنیاد قائم کی ہے۔ کہ زندہ سے استعانت کی جائے تو جائز اور مردہ سے استمداد کی جائے تو شرک قریب سے کی جائے تو جائز بعید سے کی جائے تو شرک اس سے لازم آئے گا کہ زندہ کو سجدہ کردے تو جائز مردہ کو سجدہ کرے تو شرک۔ زندہ کے نام پر جانور ذبح کرے تو جائز مُردہ کے نام پر ذبح کرے تو شرک۔ زندہ کو خدا کہے تو جائز، اور مُردہ کو خُدا کہے تو ناجائز۔ اور قریب کے نماز پڑھے تو جائز، بعید کے لئے پڑھے تو شرک (ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم) ان نادانوں کو آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شرک کس کو کہتے ہیں۔ اور ان کی خود ساختہ توحید در حقیقت انہیں کس طرح شرک کی دلدل میں پھنسا دیتی ہے۔ کہ انہوں نے میت اور بعید سے استعانت کو شرک کہہ کر کروڑوں زندہ اور قریب افراد کو خدا کا شریک بنا دیا اور یہ تمام ٹھوکریں سرفراز صاحب کا مقدر اس لئے بن گئیں کہ اُنہوں نے شرک کا خود ساختہ مبنیٰ مقرر کیا۔ اور متقدمین کی تعریف کو اختیار نہ کیا۔ دیکھئے علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية، بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى	اشراک مجوس کی طرح کسی کو الوہیت میں بمعنی وجوب وجود کے شریک کرنا ہے یعنی خدا کو کسی کے سوا الٰہ اور واجب الوجود

Marfat.com

استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام۔ | اعتقاد کیا جائے یا بت پرستوں کی طرح کسی کو مستحق عبادت سمجھا جائے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۵۶)

حقیقت یہ ہے کہ جو امر شرک ہو اس میں زمان و مکان اور افراد وغیرہا کی تخصیص نہیں ہوا کرتی۔ جو چیز شرک ہو وہ ہر شخص کے لئے ٹھہرا ہو گی، ہر جگہ شرک ہو گی، ہر وقت شرک ہو گی۔ مثلاً سجدہ عبودیت شرک ہے۔ پس جس جگہ جس وقت اور جس شخص کے لئے بھی سجدہ عبودیت کیا جائے وہ شرک ہو گا۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز پہلے زمانہ میں شرک نہ ہو۔ اور اب شرک ہو جائے۔ یا زید کو عبودیت کا سجدہ کریں تو شرک ہو۔ اور عمر کو کریں تو نہ ہو۔ پس زندہ سے استعانت کا جائز ہونا اور مُردہ سے استعانت کا شرک ہونا ایک ایسی ابلیسی منطق ہے جس کو کوئی دیندار اور ہوشمند شخص قبول نہیں کر سکتا۔

دراصل سرفراز صاحب نے یہ سبق اکابر دیوبند سے سیکھا ہے۔ چنانچہ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (براہین قاطعہ ص ۵۱)

سوال یہ ہے کہ جب علم محیط زمین غیر خدا کے لئے ثابت کرنا شرک ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر بھی شرک ہے اور ابلیس اور ملک الموت کے لئے ثابت کیا جائے پھر بھی شرک ہے۔ یہ کونسا قاعدہ ہے کہ جو چیز شرک ہو اس کا ابلیس کے لئے ثبوت جائز ہو اور حضور علیہ السلام کے لئے ناجائز اور شرک۔ کیا ان کے زعم فاسد میں ابلیس کو خدا کا شریک ماننا جائز

Marfat.com

ہے ۔ اور حضور علیہ السلام کو جائز ۔ انبیٹھوی نے تو جہاں اپنا ٹھکانا بنانا تھا ۔ بنا چکے ۔ اب سرفراز صاحب ہی اس معمّے کو حل کر دیں ۔ بلکہ انبیٹھوی کے تمام اذناب اور سرفراز صاحب کے تمام اعوان وانصار مل کر ہی یہ پرانا قرض چکا دیں ۔ نصف صدی سے زیادہ بیت چکی ۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ نے یہ اعتراض انبیٹھوی پر قائم کیا تھا ۔ اور آج تک ذریت دیوبند اس کا جواب نہ دے سکی ۔

اب ہم شرک کی اس تعریف کو جو سرفراز صاحب کے معتمد علیہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر میں ذکر کی ہے ۔ نقل کرتے ہیں ۔ جس کو سرفراز صاحب نے بڑے زور سے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے ۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں :

والشرك ان يثبت لغير الله سبحنه وتعالى شيئًا من صفاته المختصة به ۔ (الفوز الکبیر)	شرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی صفات مختصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے ۔

اور خاصہ کہتے ہیں کہ ما يوجد فيه ولا يوجد فى غيره یعنے جو صفت جس کا خاصہ ہو اس میں پائی جائے ۔ اور اس کے غیر میں نہ پائی جائے ۔ اب غور فرمایئے ۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں ۔ مردہ سے استعانت شرک ۔ بعید سے استعانت شرک ۔ اور مردہ اور بعید سے استعانت شرک تب ہو گی ۔ جب کہ یہ خدا کی صفت مختصہ ہو ۔ پس سرفراز صاحب کے عقیدہ فاسدہ پر لازم آیا کہ نعوذ باللہ ، اللہ تعالیٰ مردہ ہو ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ هو الحى القيّوم اور معاذ اللہ ۔ اللہ تعالےٰ بعید ہو ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ونحن اقرب اليه من حبل الوريد شارح عقائد اور صاحب الفوز الکبیر کی عبارات سے بات ظاہر ہو گئی کہ شرک کا مدار تین باتوں پر ہے ۔ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود سمجھا جائے ۔ یا اس کے مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد رکھے ۔ یا اللہ تعالےٰ کی صفات مختصہ مثلاً علم ذاتی ایجاد اور قدرت ذاتیہ میں سے کوئی صفت غیر کے لئے ثابت کرے ۔ اور چونکہ یہ

Marfat.com

اہم نکات سرفراز صاحب کی نگاہ سے اوجھل رہے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے اس باب میں بے سروپا باتیں کیں۔ مثلاً اسی بحث میں لکھتے ہیں کہ:

"جملہ مشرکین غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے۔ مگر اس کو مستقل سمجھ کر استعانت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ ان کو عون الٰہی اور امداد الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کرتے تھے۔ اور یہی شرک کی حقیقت ہے۔ کیونکہ دنیا میں کسی مشرک نے غیر اللہ کو حقیقی مستعان کبھی نہیں سمجھا۔ بایں طور کہ اس کو واجب الوجود تسلیم کیا ہو۔ اور قدرت و طاقت کا بالاستقلال منبع اس کو یقین کر لیا ہو۔ بلکہ مشرکین عطائی اختیارات کے تحت ہی ان سے استعانت کرتے تھے۔" (تنقید متین ص ۳۲)

سرفراز صاحب کی یہ عبارت کئی وجہ سے مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ سرفراز صاحب نے اپنی بے علمی سے یہ دعویٰ کیا کہ ان میں آج تک کسی نے خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود نہیں مانا۔ حالانکہ ہم ابھی شرح عقائد سے نقل کر چکے ہیں:۔

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس الخ اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہے کہ مجوس دو واجب الوجود مانتے تھے۔ چنانچہ اس کی شرح میں علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

فانھم یعتقدون الھین یزدان خالق الخیر واھرمن خالق الشر۔	مجوسیوں کا اعتقاد تھا کہ دو خدا ہیں ایک یزدان جو خالق خیر ہے اور ایک اہرمن جو خالق شر ہے۔ (نبراس ص ۲۶۵)

ان کے علاوہ ستارہ پرستوں کی ایک جماعت بھی ستاروں کے واجب الوجود ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دیکھئے تفسیر کبیر میں وجعلوا للہ شرکاء الجن کی تفسیر میں امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

من المشرکین الذین یقولون	بعض مشرکین میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں

Marfat.com

مدبر هذا العالم هو الكواكب وهؤلاء فريقان منهم يقول انها واجبة الوجود لذواتها ۔ الخ

کہ اس عالم کے مدبر کواکب ہیں پھر ان کے دو فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں یہ کواکب واجب الوجود ہیں۔

ثانیًا اس لئے کہ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے عطائی اختیارات مان کر استعانت کرنے کو بھی شرک قرار دیا ہے۔ اور چند سطر بعد الفوز الکبیر سے شرک کی تعریف اس طرح نقل کی۔ والشرك ان يثبت لغير الله سبحانه وتعالى شيئًا من صفاته المختصة یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے کسی ایک صفت کو بھی غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

پس اس تعریف کے مطابق عطائی اختیارات والے سے استعانت تب شرک ہوگی۔ جب عطائی اختیارات ثابت ہوئے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اختیارات عطا کرنے والا کون ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے اہل دیوبند کی توحید جسے ثابت کرنے کے لئے وہ تمام مسلمانوں کو مشرک بناتے پھرتے ہیں۔

ثالثًا یہ کہ مشرکین کی استعانت اس وجہ سے شرک نہیں تھی کہ وہ عطائی اختیارات والوں سے استعانت کرتے تھے حتیٰ کہ سرفراز صاحب کے ناپاک اعتقاد کی گنجائش نکل سکے۔ بلکہ اس کی استعانت اس لئے شرک تھی۔ کہ وہ مستعان کو باوجود غیر مستقل اور ممکن ماننے کے مستحق عبادت سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ابھی شرح عقائد سے گذرا۔ او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام ۔ اور مشرکین اپنے بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے تھے۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ مشرکین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى ۔

ہم ان بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب کردیں۔

سرفراز صاحب صدر الافاضل رحمۃ اللہ پر تبرا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«ساتھ ہی ساتھ بعض عبارتوں میں مولوی صاحب کے ذہن

Marfat.com

کی عدم صفائی اور ناہمواری بھی آشکارا ہو جاتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نشہ میں سرشار کوئی ملنگ ہے جو بے تکیاں ہانک رہا ہے۔"

(تنقید متین ص ۹۳)

اس لئے ضروری ہے کہ سرفراز صاحب کو آئینہ دکھایا جائے تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ نشہ میں وحشت ہو کر لکھنے کون بیٹھا ہے ؎

ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہو گی

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعی نشہ کی حالت میں کتاب لکھی ہے۔ اس لئے ان کا آوارہ قلم اس باب میں بار بار ... ا ہے۔ پہلے تو امور مافوق الاسباب میں استعانت کو شرک قرار دیا۔ پھر مطلقاً عونِ الٰہی کے مظہر ہونے کو شرک کہا۔ آگے چل کر عطائی اختیارات سے استعانت کو بھی شرک بنا ڈالا۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ اب مافوق الاسباب ہوں یا ماتحت الاسباب۔ مستعان زندہ ہوں یا مردہ۔ قریب ہوں یا بعید جن کے لئے بھی عطائی اختیارات مانے جائیں شرک لازم آئے گا۔ اور ذاتی اختیار مان کر غیر اللہ سے استعانت کی جائے۔ تو مولوی سرفراز صاحب کی تعریف کے مطابق شرک نہ ہو گا۔ خواہ مخلوق کی خالق پر برتری ثابت ہو جائے غور فرمایئے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب رحمہ اللہ کے علم و فضل پر طعن کرنے والے کس قدر علمی بے مائیگی کا شکار ہیں۔

صاحب مالابدمنہ کی عبارت سمجھنے میں سرفراز صاحب کی غلطی

شرک کی بحث میں سرفراز صاحب نے مالابدمنہ ص ۱۱ سے ایک عبارت نقل کی ہے " الشرك هو اعتقاد ان لغير الله اثرا فوق ما وهبه الله من الاسباب الظاهرة ان لشيء من الاشياء سلطانا عما خرج عن قدرة المخلوقين۔

اور اس عبارت کو ظاہری ترجمہ سے یہ تاثر دینے کی سعی مذموم کی ہے۔ کہ امور

Marfat.com

مافوق الاسباب میں استعانت شرک ہے۔ اوّل تو عبارت مذکورہ میں سرے سے کہیں استعانت کا ذکر نہیں۔ سرفراز صاحب نے بددیانتی سے کام لے کر محض اپنا عقیدہ باطلہ ثابت کرنے کے لئے اس عبارت میں استعانت کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی ہے۔

ثانیاً یہ کہ اس عبارت کا مطلب محض یہ ہے کہ مخلوق کے لئے قدرت بحیثیت کسب ثابت ہے۔ اور قدرت بحیثیت ثابت نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے کسی فرد کو اسبابِ ظاہرہ یعنی اسباب اور آلات کسب سے زیادہ اثر نہیں دیا۔ اور کسب کے بعد اثر کا مرتبہ خلق ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ پس مخلوق کے کسی فرد کی قدرت کسب اور اس کے اسبابِ ظاہرہ سے متجاوز نہیں اور کسب کا تعلق امور عادیہ اور غیر عادیہ دونوں کے ساتھ ہے۔ عوام کے افعال میں کسب کا تعلق امور عادیہ سے اور انبیاء و اولیاء کے افعال میں کسب کا تعلق امور غیر عادیہ سے بھی ہوتا ہے۔

ثالثاً یہ کہ اگر اس عبارت میں اسبابِ ظاہرہ کا وہ مطلب لیا جائے جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کو قدرت صرف امور عادیہ میں ہوتی ہے۔ تو معجزات اور کرامات کا انکار لازم آئے گا۔ حالانکہ معجزات کو معتزلہ بھی مانتے ہیں۔ اور ایسے بدترین عقیدہ کی نسبت صاحبِ مالابدمنہ کی طرف کرنا انصاف نہیں ہے۔

سرفراز صاحب کی زیرِ نظر عبارت میں تیسری بحث یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ وہ امداد نہیں۔ جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء و اولیاء و شہداء علیہم السلام سے کیا کرتے ہیں۔ کہ نہ وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نہ قریب۔ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے انبیاء و شہدا اور اولیاء کی حیات کا بلا کسی قید کے انکار کر دیا۔ چلئے قصہ ہی ختم ہوا۔

Marfat.com

دیوبندی بدعت خوارج اور معتزلہ کی فرع ہے

ہماری تحقیق کے مطابق فتنۂ دیوبندیت حقیقت میں معتزلہ اور خوارج سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ خوارج کے بارے میں علامہ شامی متوفی ۱۲۵۴ھ فرماتے ہیں:

هذا غير شرط في مسمى الخوارج بل هو بيان لمن خرجوا على سيدنا علي رضي الله عنه والا فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه كما وقع في زماننا في اتباع محمد بن عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالفوا اعتقادهم مشركون۔
(رد المختار ج ۳ ص ۴۲۷)

یعنی خوارج کے مصداق کے لئے تکفیر صحابہ شرط نہیں ہے۔ بلکہ یہ قید بیان واقعہ کے لئے ہے کہ انہوں نے حضرت علی پر خروج کیا ورنہ ان کے خوارج ہونے کے لئے ان کا اس شخص کے بارے میں کفر کا اعتقاد کافی ہے جس پر یہ خروج کریں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں اتباع محمد بن عبدالوہاب ہیں جو نجد سے نکل کر حرمین پر قابض ہو گئے۔ اپنے آپ کو حنبلی بتاتے ہیں لیکن ان کا اعتقاد ہے کہ وہی مسلمان ہیں جو اعتقاد میں ان کا مخالف ہو وہ مشرک ہے۔

آپ دیکھ لیں کہ وہابیہ کو علامہ شامی نے خوارج قرار دیا اور وہابیہ کی کم و بیش تمام بدعات اہل دیوبند میں پائی جاتی ہیں۔

سوا اس کے کہ وہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے اور یہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ دیکھئے دیوبندیوں کے قطب عالم رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ اور عامل بالحدیث تھا۔"

(رد المختار ج ۳ ص ۴۲۷)

Marfat.com

نیز لکھتے ہیں:

"اس وقت ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱)

اور معتزلہ حیات الاموات کی نفی کر کے عذاب قبر وغیرہ مسائل کا انکار کرتے ہیں اس طرح وہابیہ حیات انبیاء و اولیاء کی نفی کر کے استمداد وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ دیکھئے علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

وانکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان المیّت جماد لا حیوٰة له۔ (شرح عقائد نسفی ص ۷۲)

بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں میت جمادات کی طرح ہے اور اس میں اصلاً زندگی نہیں ہوتی۔

ہمارا موضوع سخن اس وقت عام اموات کی حیات نہیں ہے۔ اس لئے ہم انبیاء، اولیاء اور شہداء کی حیات پر گفتگو کرتے ہیں۔ جس کا سرفراز صاحب نے مطلقاً انکار کر کے اپنی جان اور ایمان پر ظلم عظیم کیا ہے۔

حیات انبیاء دنیاوی اور جسمانی ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ شہداء کے حق میں فرماتا ہے:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیآء ولکن لاتشعرون

شہداء کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

اس کی تفسیر میں شیخ صاوی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

ای حیٰوة اخرویة بالجسم و الروح لیست کحیٰوة اهل الدنیا لایشاهدها الا اهل الاخرة ومن خصه اللہ بالاطلاع علیها وهذا

یعنی حیات اخروی جسم اور روح کے ساتھ ہے اور اس کا مشاہدہ صرف اہل آخرت کرتے ہیں یا جنہیں اللہ تعالیٰ اس پر اطلاع کے ساتھ خاص کرے اور یہی تحقیق ہے

Marfat.com

هو التحقيق خلافاً لمن قال انهم احياء بالروح فقط لانه يرد بان كل انسان حيى الروح مسلماً كان او كافرا لعدم فناء الروح ولا مزية للشهيد على غيره وهذه الحيوة حقيقه وانما خروجه انتقال من دار الى اخرى وهى مزية من مزايا الانبياء فلا يقال انهم ساووهم۔

بخلاف اس شخص کے جس نے فقط ان کی حیات روحانی کا قول کیا۔ کیونکہ یہ قول اس لئے مردود ہے کہ ہر انسان خواہ مومن ہو یا کافر روحانی طور پر زندہ ہوتا ہے اس لئے کہ روح پر فنا نہیں ہے اور پھر اس میں شہید کی اپنے غیر پر فضیلت نہیں رہے گی۔ اور یہ حیات حقیقی ہوتی ہے اور روح کا خروج حقیقت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے اور یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بے شمار فضیلتوں میں سے ایک فضیلت ہے۔ پس یہ نہ کہا جائے کہ انبیائے کرام کے ساتھ شہداء کی مساوات لازم آجائے گی۔

شیخ صاوی کے علاوہ علامہ ابو مسعود کرخی صاحب جمل اور بے شمار محققین علماء اہل سنت کا یہی مسلک ہے کہ شہداء کی حیات جسمانی ہوتی ہے۔ اور سب کو چھوڑیئے خلیل احمد دیو بندی لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیاتِ مخصوص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ یہ حیات برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو۔"

(عقائد علماء دیو بند ص ۱۶)

شہید کے زندہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے۔ اب غور کیجئے کہ جس کی صرف موت فی سبیل اللہ ہے جب وہ زندہ ہے تو جس کی موت

Marfat.com

اور حیات سب کچھ فی سبیل اللہ ہو وہ کیونکر زندہ نہ ہو گا۔ اور نبی کا مقام یہ ہوتا ہے کہ اس کی موت اور حیات سب کچھ اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی کی حیات شہید سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں حدیث شریف میں ہے حضور نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

اس کی تشریح میں ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں:

فیہ اشارۃ ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم۔

یعنی اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی علیہ السلام پر بعد وصال کے درود شریف روح اور جسد کے مجموعہ پہ پیش کیا جاتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں وصح الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔ اور اسی حدیث کو شرح الصدور میں امام سیوطی نے بیہقی اور ابو یعلی کے حوالہ سے نقل کیا۔ نیز مسلم شریف میں ہے:

عن انسؓ ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسرٰی بہ مر بموسٰی صلوٰۃ اللہ علیہ وھو قائم یصلّی فی قبرہ۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام لیلۃ المعراج کو حضرت موسٰی کے پاس سے گذرے دراں حالیکہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کو ملا علی قاری نے مرقات میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں ص ۸۷ پر بھر وہ طرق کثیرہ ذکر کئے۔ جن سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات" اور "جذب القلوب" میں انبیاء کی جسمانی حیات پر کافی

Marfat.com

طویل بحث کی ہے۔ جسے ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

حیاتِ اولیاء باقی رہی حیاتِ اولیاء، تو اس کے بارے میں سرفراز صاحب کے لئے دیوبند کی شہادت سے یہ کہنا کافی ہے کہ جب عام انسانوں کو قبر میں برزخی حیات حاصل ہے۔ تو اولیاء اللہ کو اعلیٰ اور ارفع درجہ کی حیات حاصل ہوگی۔ امام فخرالدین رازی اور ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔	اولیاء اللہ مرتے نہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۹۵، ایضاً مرقات ج ۳ ص ۴۱۲)

بہر حال حق یہ ہے کہ اہل سنت کا اولیاء اللہ کی برزخی حیات پر اتفاق ہے۔ اگر سرفراز صاحب اس کا انکار کر کے کسی اور فرقے میں اپنی جگہ بنائیں۔ تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ انبیاء، شہداء اور اولیاء کی حیات پر یہاں اختصار کے پیش نظر اجمالی کلام کیا گیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ العزیز حاضر و ناظر کے باب میں کی جائے گی۔ سرفراز صاحب کی مذکورہ بالا عبارت پر ابحاث ثلاثہ کے بعد ہم پھر اصل مسئلہ یعنی استمداد اور استغاثہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فنقول باللہ التوفیق۔

استمداد کا ثبوت احادیث سے

حدیث شریف میں ہے:

وعن ربیعة بن کعبؓ قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیته بوضوئه وحاجته فقال لی سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذلك قلت هو ذاك قال فاعنی علی نفسك بکثرة	حضرت ربیعہ بن کعب بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک رات گذاری پس میں آپ کے وضو کے لئے پانی اور دیگر ضروریات کو لے کر حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ مانگ۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے سوا اور کچھ۔ میں نے کہا میرا مدعا یہی ہے

Marfat.com

السجود۔ آپ نے فرمایا اچھا تم کثرت سجود سے میری مدد کرو (یعنی کثرت سے نمازیں پڑھو تاکہ تم جنت میں میری رفاقت کے اہل ہو سکو) (مشکوٰۃ ص ۸۴)

اس حدیث کی تشریح میں شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

"از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ وتخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہرکرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد"

حضور نے مطلقاً فرمایا مانگو اور کسی مطلوب خاص کے ساتھ مقید نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام چیزیں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ جسے چاہیں جو چاہیں اللہ عزّوجل کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ ملا علی قاری مرقات میں اسی مقام پر ابن حجر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ ویوخذ من اطلاقہ علیہ السّلام الامر بالسّوال انّ اللہ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق نبی علیہ السّلام نے سوال کرنے کے امر کو جو مطلق رکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خزائن حق سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قادر کر دیا۔ جس کا آپ ارادہ فرمائیں۔

اس کے بعد ابن سبع کی عبارت نقل فرماتے ہیں:

انّ اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنّۃ یعطی منھا ما یشاء لمن یشاء۔ اللہ تعالےٰ نے جنّت کی زمین آپ کو عطا فرمائی ہے کہ اس زمین سے جس کے لئے چاہیں جتنی مقدار چاہیں عطا فرمائیں۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اذن الٰہی سے جو چاہیں جسے چاہیں عطا فرماویں۔ خواہ یہ عطا امور عادیہ سے ہو یا غیر عادیہ سے۔ انگلیوں سے چشمے جاری کر کے کثیر التعداد صحابہ کو سیراب کر دینا۔ سلمۃ بن اکوع کی شکستہ پنڈلی کو دم فرما کر درست کر دینا۔ مافوق الاسباب العادیہ کے طور پر امداد کے چمکتے ہوئے ایسے دلائل ہیں۔ جن کی تابناکیوں سے آج تک اہل تنقیص کی آنکھیں چندھیا رہی

Marfat.com

ہیں۔ پھر ربیعہ بن کعب کو سل (مانگو کیا مانگتے ہو) فرما کر آپ نے اپنی ذات سے حاجت روائی کا جواز ہی بیان نہیں کیا۔ بلکہ امر فرمایا ہے۔ دیکھئے ملا علی قاری رحمہ اللہ سل کی تفسیر کرتے ہیں۔ ای اطلب منی حاجۃ یعنی مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ اور سوال کو مطلق رکھ کر یہ بھی سمجھا دیا کہ امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ۔ جس امر میں چاہو مجھ سے حاجت روائی کرو۔ اسی مطلب پر پہنچ کر حضرت ربیعہ بن کعب نے آپ سے جنّت کا سوال کیا۔ حالانکہ جنّت کا دینا عادۃً کسی کے بس اور اختیار میں نہیں ہے۔ اگر یہ شرک تھا تو چاہیئے تھا کہ حضور اس سوال سے روک دیتے۔ کیونکہ آپ کی بعثت ہی شرک کے قلع قمع کے لئے ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا او غیر ذلك اس کے علاوہ بھی کچھ مانگنا ہو۔ تو مانگ لو۔ حضور علیہ السلام بار بار مانگنے اور اپنی ذات سے حاجت روائی کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اور ازلی محروم شرک کی مالا جپ رہے ہیں۔ کیا، حضور کے فرمان سل ای اطلب منی حاجۃ مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ کے بعد بھی سرفراز صاحب کا یہ قول قابلِ توجہ رہ جاتا ہے:

> "کہ کتبِ حدیث کے وافر ذخیرہ میں ایک بھی صحیح اور صریح حدیث ایسی نہیں ہے جس میں یہ تعلیم دی گئی ہو کہ مافوق الاسباب طور پر اہل اللہ سے استعانت کرو۔" (تنقید متین ص ۲۷)

اس سلسلے میں دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

وان اراد عونا فلیقل یعباد الله اعینونی یاعباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی وقد جرب ذلك۔ (حصن حصین ص ۲۲)

اور اگر مدد چاہے تو اُسے چاہیئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندے میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندے میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندے میری مدد کرو۔ یہ امر مجرب ہے۔

اسی حدیث کو طبرانی نے عتبہ بن غزوان سے روایت کیا۔ ابن سنی نے عبداللہ بن مسعود سے ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی

Marfat.com

ہے۔ اگرچہ ہر طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ علاوہ ازیں محدثین نے اس حدیث کے حسن ہونے پر تصریح بھی کی ہے۔

علامہ یوسف نبہانی اور سرفراز صاحب کے حکیم الامت نے طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن ابی امامة بن سهل بن حنيف بن عمه، عن عثمان بن حنيف رضی الله عنه ان رجلا كان يختلف الی عثمان بن عفان رضی الله عنه فی حاجة فكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر فی حاجته فلقی ابن حنيف فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم انی اسئلك واتوجه اليك بنبينا محمد صلی الله عليه وسلم نبی الرحمة يا محمد صلی الله عليك وسلم انی اتوجه بك الی ربی فيقضی حاجتی و تذكر حاجتك ورح حتی اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثم اتی باب عثمان بن عفان فجاء البواب حتی اخذ بيده فادخله علی عثمان بن عفان فاجلسه معه علی الطنفسة فقال ما حاجتك فذكر حاجته و

عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک شخص کسی اپنے کام میں حضرت عثمان کے پاس جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ پس اس کی ملاقات حضرت ابن حنیف سے ہوئی۔ پس عثمان بن حنیف نے کہا وضو کی جگہ جا اور وضو کر پھر دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے جن کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ کی وساطت سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے۔ پھر تم اپنی حاجت بیان کرنا اور شام کو جانا میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ پس وہ شخص گیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر حضرت عثمان کے ہاں گیا۔ تو دربان خود اسے حضرت عثمان کے ہاں لے گیا۔ اور ان کے پاس غالیچہ پر بٹھا دیا۔ پس حضرت عثمان نے اس سے حاجت پوچھی

Marfat.com

قضاها له ثم قال له ما ذكرت
حاجتك حتى كان الساعة وقال ما
كانت لك من حاجة فاذكرها ثم
ان الرّجل خرج من عنده فلقي
عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله
خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت
اليّ حتّى كلمته في فقال عثمان بن
حنيف والله ما كلمته ولكن شهدت
رسول الله واتاه ضرير فشكا اليه
ذهاب بصره فقال له النبي صلى الله
عليه وسلم او تصبر فقال يا رسول
الله انه ليس لي قائد وقد شق علي
فقال النبي صلى الله عليه وسلم
ائت الميضاة فتوضاء ثمّ صلّ
ركعتين ثم ادع بهذه الدّعوات
فقال ابن حنيف فوالله ما
تفرّقنا حتّى دخل علينا
الرّجل كانّه لم يكن به
ضر قط۔

اس نے بیان کی اور انہوں نے اسکی حاجت
کو پورا کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ تم نے اب
تک کیوں نہ اپنی حاجت بیان کی تھی۔ اور
آئندہ جو کام ہو مجھ سے ذکر کرنا۔ پھر اسی
شخص کی دوبارہ عثمان بن حنیف سے ملاقات
ہوئی۔ تو اس نے ابن حنیف سے کہا کہ تمہارا
خدا بھلا کرے۔ تم نے حضرت عثمان سے
میری سفارش کی اور وہ مجھ پر مہربان ہو گئے
پس ابن حنیف نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے
حضرت عثمان سے تیرے بارے میں کوئی
بات نہیں کی۔ البتہ ایک مرتبہ میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔
کہ ایک نابینا آیا اور حضور سے اپنی آنکھوں
کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا بہتر ہو گا کہ
تم صبر کرو۔ اس نے عذر پیش کیا کہ مجھ کو کوئی
راہ بتانے والا نہیں ہے آپ نے فرمایا۔ وضو
کرو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔ اور پھر
دعا مانگو (اسی طریقہ سے) ابن حنیف نے کہا
کہ ابھی ہم باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہی نابینا
شخص آ پہنچا اور اس کی آنکھیں بالکل تندرست
تھیں۔ گویا کبھی اندھا ہوا ہی نہ تھا۔

(شواہد الحق ص ۱۰۱، نشر الطیب ص ۳۰۰)

اس حدیث سے مافوق الامور العادیہ میں استعانت زندگی میں بھی ثابت ہوئی۔ اور وصال کے بعد بھی۔ لیکن سرفراز صاحب کو اس سے کیا غرض۔ وہ عدم بصیرت

Marfat.com

اور عناد انبیاء کی وجہ سے یہی کہتے رہیں گے کہ استعانت کے بارے میں ایک حدیث بھی موجود نہیں ہے۔

علامہ یوسف نبہانی اور شاہ ولی اللہ، بیہقی اور ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انهم مسقون وقل له عليك الكيس فاتی الرجل عمر رضی اللہ عنہ فاخبره فبكی عمر ثم قال یارب ما آلوا الا ما عجزت عنہ۔

حضرت عمر بن خطاب کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا۔ پس ایک شخص نے نبی علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے کیونکہ آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے تو نبی علیہ السلام نے اس کو خواب میں تشریف لا کر فرمایا کہ (حضرت) عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور خبر دو کہ وہ عنقریب سیراب کئے جائیں گے اور کہو کہ تم کو (امورِ خلافت میں) بیدار مغزی لازم ہے پس وہ شخص حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور خبر دی۔ پس حضرت عمر پر گریہ طاری ہوا اور کہنے لگے اے اللہ میں نہیں ترک کرتا مگر اس چیز کو جس سے میں عاجز ہو جاؤں۔

(شواہد الحق ص ۳۲۵، قرۃ العینین ص ۱۹۱)

علامہ نسفی، ابن کثیر اور اشرف علی تھانوی نے اس روایت کو ذکر کیا ہے:

قیل جاء اعرابی بعد دفنه علیه السلام فرمی بنفسه علی قبره وحثا من ترابه علی رأسه و قال یارسول اللہ قلت وسمعنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفون ہونے کے بعد ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنے آپ کو قبر شریف پر گرا دیا اور خاک سر پر بکھیر کر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ جس وقت ہم پر قرآن

Marfat.com

وکان فیما انزل علیک ولو انھم اذ ظلموا انفسھم وقد ظلمت نفسی و جئتك استغفر الله من ذنبی فاستغفرلی من ربی فنودی من قبرہ قد غفرلك۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۶۸، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰، نشر الطیب ص ۲۰۳)

نازل ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا (اگر یہ اپنی جان پر ظلم کریں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی شفاعت کریں تو یہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے) اور میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ آپ میری بخشش کی دعا کیجئے۔ پس قبر سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

استمداد کا ثبوت اعلام اُمّت سے

مذکورہ بالا احادیث و آثار کے بعد اب ہم اس مسئلہ میں علماء اہلسنت کا مسلک ان کے اقوال کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

و حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ و مقصود حصر نیست۔ آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ و سیدی احمد

اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا جن سے زندگی میں استمداد حاصل کی جاتی ہے۔ ان سے بعد وفات بھی استعانت کی جاتی ہے اور مشائخ عظام میں سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اسی طرح اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے علاوہ دو کا اور نام لیا اور ان کا مقصد ان چار میں

Marfat.com

بن مرزوق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ
دیار مغرب است گفت کہ روزے
شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ
امداد حی قوی است یا امداد میت من
گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی تر
است و من میگویم کہ امداد میت قوی
تر است۔ پس شیخ گفت۔
نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و
در حضرت اوست و نقل دریں معنی
ازیں طائفہ بیشتر ازانست کہ حصر و
احصاء کردہ شود و یافتہ نمے شود۔
در کتاب و سنّت و اقوال سلف
صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد
و رد کند ایں را۔ و تحقیق ثابت شدہ
است بآیات و احادیث کہ روح
باقی است و او را علم و شعور بزائراں
و احوال ایشاں ثابت است و ارواح
کاملاں را قربے و مکانتے در جناب
حق ثابت است۔ چنانکہ در حیات بود
یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامات و
تصرف در اکوان حاصل است و
نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح
باقی است و متصرف حقیقی

حصر کرنا نہیں تھا۔ بلکہ محض اپنے مشاہدہ
کو بیان کیا۔ اور سید احمد بن مرزوق جو کہ
دیار مغرب کے مشائخ اور فقہاء میں سے
ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن شیخ
ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ
کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی۔ میں نے
کہا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی
ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد
زیادہ قوی ہے پس شیخ نے کہا کہ ہاں اسلئے
کہ وہ اللہ کی پناہ میں ہیں اور اس معنی میں اس
طائفہ سے بیشمار منقولات ہیں کہ جو حد و شمار
سے باہر ہیں اور کتاب و سنّت اور اقوال
سلف و صالحین میں اسکے خلاف کوئی تصریح
نہیں پائی جاتی اور تحقیق یہ ہے کہ آیات و
احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی رہتی
ہے اور اس کو زائرین اور ان کے احوال کا
علم و شعور بھی ہوتا ہے اور ارواح کاملین کا
خدا کی بارگاہ میں عظیم قرب اسی طرح ہوتا
ہے۔ جیسے حیات دنیاوی میں تھا۔ بلکہ
اس سے بھی زیادہ اور اولیاء کو کرامات
اور کائنات میں تصرّف حاصل ہے اور
اس کا ثبوت صرف انکی ارواح کیلئے ہے اور
ارواح باقی رہتی ہیں اور متصرف حقیقی

Marfat.com

نیست۔ مگر خدا عز شانہ و ہمہ بقدرت اوست و ایشاں فانی اند در جلال در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مراحدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانکہ در حالتِ حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ و عم نوالہ، و نیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ نشدہ است دلیلے بر آں۔

سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں اور تمام قدرت اسی کی ہے۔ اور وہ حیات اپنی زندگی اور موت میں حق سبحانہ کی ذات فنا ہو چکے ہیں۔ پس اگر کسی کو ان کے واسطہ سے کچھ دیا جائے۔ اس مرتبہ کی وجہ جو خدا کے نزدیک ان کے لئے ثابت ہے تو یہ بعید نہیں ہے جیسا کہ حالتِ حیات میں انکو تصرف حاصل تھا اور فعل اور تصرف ہر حال میں اللہ عزوجل ہی کا ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو زندگی اور موت میں فرق کرے اور نہ اس فرق پر کوئی دلیل پائی گئی ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵)

اب سرفراز صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ شیخ محقق دہلوی کی ان تصریحات اور زندگی اور موت کے بعد اولیاء اللہ سے استمداد کی تشریحات کی وجہ سے شیخ پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ یا اپنی بے بصیرتی اور بے علمی کا اعتراف کر کے اپنی بدعقیدگی سے رجوع کریں گے۔

نیز شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اس موضوع پر مزید تحریر فرماتے ہیں:

واما استمداد باہلِ قبور منکر شدہ اند آنرا بعض فقہاء اگر انکار از جہت آن است کہ سماع و علم نیست ایشاں را بزائران و احوال ایشاں پس بطلان او ثابت شد و اگر بسبب آنست کہ قدرت و تصرف نیست

بہر نوع بعض فقہا نے اہلِ قبور سے استمداد کا انکار کیا ہے اگر انکا یہ انکار اس پر مبنی ہے کہ اہل قبور کو سماع اور زائرین کے احوال کا علم نہیں ہوتا تو اس مبنی کا بطلان ظاہر ہو چکا ہے اور اگر وجہ انکار یہ ہے کہ اہل قبور کے لئے اس جگہ قدرت اور

Marfat.com

مرا ایشاں را دراں موطن تا مدد کنند بلکہ
محبوس و ممنوع اند و مشغول اند بآنچہ
عارض شدہ است مرا ایشاں را
از محنت و شدت آنچہ باز داشتہ
است از دیگراں گویم کہ ایں کلیہ نمے
ماند۔ خصوصاً در شان متقین کہ دوستانِ
خدا اند۔ شاید کہ حاصل شود۔ ارواح
ایشاں را از قرب در برزخ و منزلت
و قدرت بر شفاعت و دعا و
طلب حاجات مر زائراں را کہ متوسل
اند با ایشاں چنانکہ در روزِ قیامت
خواہد بود و چیست دلیل بر نفی آن
و تفسیر کردہ است بیضاوی کریمہ۔
والنازعات غرقاً۔ الآیہ را بصفات
نفوس فاضلہ در حال مفارقت از
بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان
و نشاط می کنند بسوئے عالم
ملکوت و سیاحت میکنند دراں
پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس
می گردند بشرف و قوت از مدبرات
و لیت شعری چہ میخواہند ایشان باستمداد
و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما می
فہمیم از آں ایں است کہ داعی محتاج

تصرف ثابت نہیں۔ بلکہ جن حالات میں
وہ مبتلا ہیں اُن کی وجہ سے وہ مقیداً اور پابند
ہو چکے ہیں اور اُنہیں دوسروں سے روک
دیا گیا ہے۔ پس مَیں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ
کلیہ نہیں ہے۔ خصوصاً متقین کے حق
میں جو اولیا اللہ ہیں اور ممکن ہے کہ
اُنہیں اللہ کی طرف سے برزخ میں
ایسا ہی مرتبہ حاصل ہو۔ جیسا قیامت
میں انہیں منصب شفاعت عطا ہو گا
جس کی وجہ سے وہ ان زائرین کے حق
میں جو اُن سے متوسل ہیں۔ دعا اور شفاعت
کریں گے اور بھلا اس کی نفی پر کون سی
دلیل قائم ہے۔ اور علامہ بیضاوی نے
آیۂ کریمہ والنازعات غرقاً کی تفسیر ان
نفوسِ فاضلہ کی صفات سے کی ہے۔
جو حالِ مفارقتِ بدن میں عالم ملکوت
کی طرف نکالی جاتی ہیں۔ اور وہاں سیر و
سیاحت اور تسبیح کرتی ہیں۔ اور مقدس
چراگاہ میں پیش ہوتی ہیں اور شرف و
قوت کی وجہ سے مدبرات (وہ فرشتے
جو امور تکوینیہ انجام دیتے ہیں) میں سے
ہو جاتی ہیں اور کاش ان منکرین کے سامنے
میری سمجھ موجود ہوتی۔ آخر یہ استمداد اور

Marfat.com

فقیر الی اللہ دعا می کند و طلب میکند حاجت خود را از جناب عزت و تمنا میکند وی بہ و توسل میکند بروحانیت ایں بندۂ مقرب و مکرم در درگاہ عزت وی میگوید خدا وندا برکت ایں بندۂ تو کہ رحمت کردہ بروے واکرام کردہ او را و بلطف و کرمے کہ بوے داری بر آوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی یا ندا می کند ایں بندۂ مکرم و مقرب را کہ اے بندۂ خدا اے ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مراد قضا کند حاجت مرا۔ پس معطی و مسئول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بندہ مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیائے خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ دراں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا و اگر ایں معنی کہ درامداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ

امداد کا کیا سمجھ کر انکار کرتے ہیں۔ جو ہم نے سمجھا ہے وہ تو یہ ہے کہ دعا کرنے والا اس بندۂ مقرب کے توسل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے بارِ الٰہ اس بندۂ مقرب کی برکت سے جسے تو نے بے انداز الطاف و اکرام سے نوازا ہے۔ میری حاجت کو پورا فرما۔ کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ یا دعا مانگنے والا اُس بندۂ مقرب کو ندا کرتا ہے کہ اے بندۂ خدا اے اللہ کے ولی میری شفاعت کر۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ مجھے میرا سوال اور مطلوب عطا فرمائے اور یہ بندۂ مقرب درمیان میں صرف وسیلہ ہوتا ہے اور قادر اور فاعل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہوتا۔ اور اولیاء اللہ تو اللہ کے فعل اور قدرت میں فنا ہو چکے ہیں اور اولیاء کو نہ اب قبور میں کسی چیز پر قدرت ہوتی ہے اور نہ جس وقت دُنیا میں تھے اس وقت کسی چیز پر قدرت تھی۔ اور امداد و استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم

Marfat.com

منع کردہ شود، توسل و طلب دعا از صالحان
و دوستانِ خدا در حالتِ حیات
نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و
مستحسن است۔ باتفاق و شائع است
در دین و اگر می گویند کہ ایشاں بعد از موت
معزول شدند و بیرون آوردہ شدند از اں
حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در
حالتِ حیات چیست دلیل بر آں
یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ
عارض شد از آفات بعد از ممات پس
ایں کلیہ نیست و دلیل نیست۔ بر دوام
و استمرار آں تا روزِ قیامت نہایت
آنکہ ایں کلیہ نباشد و فائدہ استمداد عام
نباشد۔ بلکہ ممکن است کہ بعضے
منجذب باشند۔ بعالم قدس و مستہلک
باشند در لاہوت حق چنانکہ ایشاں را
شعورے و توجہے بعالم دنیا نماندہ باشد
و تصرفے و تدبیرے در وے نہ چنانکہ
دریں عالم نیز از تفاوت حال
مجذوباں و متمکناں ظاہر مے گردد نعم اگر
زائران اعتقاد کنند کہ اہلِ قبور متصرف
و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت
حق و التجا بجانب تعالےٰ

ہوتا۔ جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے۔ تو
چاہیئے تھا کہ صالحین سے طلب دعا
اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ
یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز
اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر یہ منکر کہیں
کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ
سے معزول ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی میں
جو فضیلت و کرامت انہیں حاصل تھی۔ وہ
باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے اور
اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات
و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ
کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے
اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لئے ابتلا
قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا
جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد
سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے
کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی
کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے
مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس
دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ
رہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا
کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات
مختلف ہوتے ہیں ہاں اگر اولیاء اللہ کے

Marfat.com

چنانکہ عوام و جاہلان و غافلان اعتقاد دارند۔ چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ آنرا و نماز بسوئے دے و جز آن ازاں چہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہلِ کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میانِ ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک۔

سخن درینجا از وجہ علم و شریعت است۔ آرے مروی و مسنون در زیارت سلام بر موتیٰ و استغفار مر ایشاں را

حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں۔ اور اللہ کی جانب میں توجہ کئے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں۔ جیسے بعض جہلا کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو تقبیل اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں۔ اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور اُن کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں۔ اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

٭ ٭ ٭

یہ گفتگو از روئے شریعت ہے ہاں زیارت قبر میں اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا

Marfat.com

وقرأت قرآن است ولیکن دریں جانفی
از استمداد نیست پس زیارت برائے
امداد مر موتیٰ را و استمداد از ایشاں
ہر دو باشد۔ بر تفاوت حالِ زائر
و مزور و باید دانست کہ خلاف در
غیر انبیاء است صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین
کہ ایشاں احیاء اند بحیاتِ حقیقی دنیاوی
باتفاق و اولیاء بحیاتِ اُخروی معنوی
و کلام دریں مقام بحد اطناب و تطویل
کشید بزعم منکراں کہ در قرب ایں زمان
فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و
استعانت را از اولیاءِ خدا کہ نقل کردہ
شدہ اند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ
اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و
خوشحال اند و مردم را ازاں شعور
نیست و متوجہان بجناب ایشاں
را مشرک بخدا و عبدۃ اصنام می دانند
و میگویند آنچہ میگویند و عمرہا است
کہ تحقیق و تفصیل ایں مسئلہ محظور
خاطر فاتر بود و الآن توفیق الٰہی بداں
مساعدت کرد۔ والحمد للہ اللّٰھم
ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ و
ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

اور قرآن پڑھنا مسنون ہے۔ لیکن اس سے
استمداد کی نفی نہیں ہوتی۔ پس اہل قبور کی
زیارت کرنا ان کی امداد اور ان سے استمداد
زائرین کے اختلاف حال سے ہر دو کام
جائز ہیں اور جاننا چاہیئے کہ استمداد میں
بعض علماء کا جو اختلاف ہے وہ انبیاء
کرام علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ
وہ بالاتفاق حیاتِ حقیقی دنیاوی سے زندہ
ہیں۔ اور اولیاء حیاتِ اخروی ومعنوی سے
اس زمانہ میں ایک فرقہ ظاہر ہوا ہے جو
اُن اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے۔
جو دارِ فناء سے دارِ بقا کی طرف منتقل
ہو گئے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں خوشحال
اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ پس یہ منکر
اُن کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک
کہتے ہیں۔ اور بت پرستوں میں شمار کرتے
ہیں۔ اور جو منہ میں آتا ہے کہتے ہیں
مدت سے اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل
کا دل میں خیال تھا اور اب اللہ تعالیٰ
کی توفیق سے میں نے اس کو تحریر کیا۔
تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اے اللہ
ہمیں حق دکھلا۔ اور اس کی اتباع کی توفیق
دے اور باطل کے بطلان کو ہم پر ظاہر کر

Marfat.com

واللہ اعلم و علمہٗ احکم۔ | دے۔ اور اس سے اجتناب کی توفیق دے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم احکم ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۱۰۴)

استمداد کا انکار بدعت ہے

دیگر فوائد کے علاوہ شیخ محقق کی اس عبارت سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ استمداد اولیاء کا انکار گیارہویں صدی کی بدعت ہے۔ اور اولیاء اللہ سے استعانت کرنے والوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا اور اس گمراہ فرقہ کی اختراع ہے۔ جس کے بارے میں شیخ محقق فرما رہے ہیں۔ کہ وہ ان کے زمانہ کے قریب ظاہر ہوا۔ ہم نے علماء دیوبند کے لئے عموماً اور سرفراز صاحب گکھڑوی کے لئے خصوصاً تاریخ کا آئینہ پیش کر دیا۔ وہ اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھیں اور سوچیں کہ غیر اللہ سے استمداد کو شرک کہہ کر انہوں نے اپنا قارورہ کس جماعت سے جا ملایا ہے:۔

امام رازی فرماتے ہیں:

الانبیاء وھم الذین اعطاھم اللہ تعالٰی من العلوم والمعارف ما لاجلہ یقدرون علی التصرف فی بواطن الخلق وارواحھم وایضاً۔ اعطاھم من القدرۃ والمکنۃ ما لاجلہ یقدرون علی التصرف فی بواطن الخلق۔

انبیاء علیہم السلام وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس قدر علوم و معارف عطا فرمائے ہیں جن سے وہ مخلوقات کے دلوں اور روحوں پر تصرّف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرت اور طاقت دی ہے جس سے وہ مخلوق کے باطن پر بھی تصرّف کر سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۸۵)

امام ابو عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ شیخ موسیٰ ابو عمران کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وکان اذا ناداہ مریدہ | ابو عمران کا مرید جب انکو ایک سال یا اس سے

Marfat.com

اجابه من مسيرة سنة او اكثر۔
(لوامع الانوار فی طبقات الاخیار ج ۲ ص ۲۱)

زیادہ عرصہ سفر کی مسافت سے پکارتا تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتے تھے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ شیخ عبدالوہاب متقی سے نقل فرماتے ہیں؛

وقد يكون خاطر الشيخ فهو امداد ممد الشيخ يصل الى قلب المريد الطالب مشتملا على كشف معضل وحل مشكل حصل للمريد في الواقعات والواردات الربانية وهذا الخاطر انما يرد على قلب المريد عند استكشافه ذلك باستمداده من ضمير الشيخ فينكشف و يتبين الحال سواء كان الشيخ حاضرا او غائبا حيا او ميتا يدل عليه ما قال الشيخ المعارف بالله علي بن حسام الدين المتقي اسكنه الله بحبوحة جنته و تغمده بلطفه ورحمته يا عبدالوهاب اذا اشكل عليك شئ من الواقعات والواردات فاعرضها على بقلبك واستكشف ذلك باستمداد ذلك مني ولو بعد موتي فجربت ذلك فوجدته كما قال وهذا الخاطر ايضا

مرید کے دل میں کبھی ایسی بات آتی ہے جو شیخ کی توجہ کی مدد سے مرید کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ مشکلات جو مرید کے وظائف اور معمولات میں پیدا ہوتی ہیں وہ حل ہو جاتی ہیں۔ اور مرید کے دل میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنی مشکلات میں اپنے شیخ سے اس کے حل کے لئے مدد طلب کرتا ہے اور اس کے مدد طلب کرنے پر شیخ اس کی مدد کرتا ہے خواہ شیخ قریب ہو یا بعید۔ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو اور اس بات کی تائید شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین کے اس کلام سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے مرید عبدالوہاب متقی سے کیا تھا انہوں نے فرمایا اے عبدالوہاب جب تم کو اپنے معمولات اور وظائف میں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اپنے دل سے میری طرف متوجہ ہو کر اس کو مجھ پر پیش کرنا اور اس کے حل کے لئے مجھ سے مدد طلب کرنا خواہ میں فوت ہو چکا ہوں۔ شیخ عبدالوہاب

Marfat.com

فی الحقیقۃ داخل تحت فاطر الحق سبحانہ لان قلب الشیخ بمثابۃ باب مفتوح الی عالم الغیب وھو واسطۃ بین المرید و بین الحق سبحانہ فیصل امداد فیضہ علی قلب المرید بواسطۃ انتہی کلامہ قدس سرہ۔
(لمعات التنقیح ج ۱ ص ۱۴۰)

فرماتے ہیں میں نے اس بات کا تجربہ کیا اور اس کو درست پایا اور شیخ کی توجہ سے جو دل میں بات آتی ہے درحقیقت وہ بھی اللہ تعالٰی کے القاء سے آتی ہے لیکن شیخ اپنے مرید اور اللہ سبحانہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

"دیوبند" کے مسلّم اکابر سے استمداد کا ثبوت

سرفراز صاحب نے اپنی کتاب میں شاہ ولی اللہ صاحب پر بہت زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اور بار بار ان کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اب ہم شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت سے ثابت کر دیتے ہیں کہ اہل قبور سے استمداد جائز ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

شاہ ولی اللہ "ہمعات میں" "دل میں پیدا ہونے والے خیالات" کا علاج بتاتے ہوئے فرماتے ہیں؛

یا ارواحِ طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود، واز آنجا انجذاب دریوزہ کند۔

مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہو۔ ان کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھے یا انکی قبر کی زیارت کے لئے جائے۔ اور ان سے جذاب کی بھیک مانگے۔

پس لامحالہ شاہ صاحب کی ان تمام عبارتوں کو جن میں انہوں نے استعانت کو شرک کہا ہے۔ استعانت بطور عبادت یا مستقل بالذات پر محمول کرنا پڑے گا ورنہ استعانت سے مراد عام ہو تو شاہ صاحب اپنی تحقیق سے خود مشرک قرار پائیں گے۔

علماء دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ پر بہت

Marfat.com

زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ سرفراز صاحب نے سوچے سمجھے بغیر اپنی کتاب میں شاہ صاحب کی عبارتوں کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم حضرت شاہ صاحب ہی کے کلام سے اولیاء اللہ کی امداد بعد الوصال اور ان سے استمداد کے جواز پر شہادت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

از اولیاء مدفونین ودیگر صلحاء مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہا را افادہ واعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ این چیزہا اصلاً نسبت بآنہا در اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۵۰)

وصال پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری وساری ہے اور ان اولیاء وصلحاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے۔ بخلاف ان مردوں کے جن کو جلا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان سے یہ امور ان کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہیں۔

شاہ صاحب کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ اولیاء سے بعد الوصال استعانت اور ان کا مدد کرنا یہ مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔ اور امداد واستمداد کا نہ ہونا یہ کفار کا خاصہ ہے۔ پس اب آپ غور فرمائیے کہ اولیاء اللہ سے استعانت کا انکار کر کے سرفراز صاحب نے اپنا قارورہ کس مذہب سے جا ملایا ہے۔ نیز شاہ صاحب کے نزدیک جن اہل قبور سے استعانت جائز نہیں۔ یہ وہ مردے ہیں۔ جن کو جلا دیا جاتا ہے۔ پس سرفراز صاحب نے اولیاء اللہ سے استعانت کو ناجائز قرار دے کر انہیں (معاذ اللہ) جلے ہوئے مردوں میں شامل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے اپنے اس قول سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ لاکھوں اولیاء اللہ کی توہین کی ہے۔ ناموسِ اسلام پر زبردست برہمنی وار کیا ہے جو کسی بھی غیرت مند مسلمان کے قابل برداشت نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز حضرت شاہ صاحب موت کے بعد کی حالت بیان کرتے ہوئے

Marfat.com

فرماتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بر جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہا مے نمانید و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہاد را آنوقت ہم مترنم بایں مقالات است۔ مصرعہ
"من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن"
(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۱۳)

وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور انکا امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔ اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حاجتمند ان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے کہ اگر تم بدن سے میری طرف بڑھوگے تو میں روح سے تمہاری طرف پیش قدمی کروں گا۔

دیوبندیوں سے عموماً اور سرفراز صاحب سے خصوصاً گذارش ہے کہ وہ شاہ صاحب کی اس عبارت کو بغور پڑھیں، اور اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ دین کی جس تنہا راہ کو انہوں نے اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اس کی منزل کہیں دہانہ سقر تو نہیں ہے۔ اولیاء سے استعانت کو شرک کہہ کر انہوں نے عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام صلحاء کو مشرک بنا ڈالا اور اس طرح وہ اب سفر آخرت کے اس راستہ میں بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ اور جو بکری گلہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ اہل خرد اور زبان رسالت سے آشنا حضرات کی نظر سے مخفی نہیں ہے۔ بہر حال ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ دنیاوی جھوٹے وقار کی خاطر ہمیشہ کی ذلت کو اختیار کر لینا بڑے خسارے کا سودا ہے۔

Marfat.com

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

یہی شاہ عبدالعزیز صاحب اقرا باسم ربک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نے نانبائی سے خوش ہو کر فرمایا:

بخواہ چہ بخواہی او عرض کرد کہ مرا مثل خود بسازید فرمودند تحمل ایں حالت نمی توانی کرد چیزے دیگر بخواہ او بر ہمیں سوال اصرار داشت و خواجہ اعراض می فرمودند تا آنکہ لجاج او بسیار شد ناچار او را در حجرہ بردند و تاثیر اتحادی بروے کردند چوں بر حجرہ بر آمدند درمیانِ خواجہ و درمیانِ نانبائی در صورت و شکل ہیچ فرق نمایندہ بود و مردم را امتیاز مشکل افتاد ایں قدر بود کہ حضرت خواجہ ہشیار بودند و آں نانبائی مدہوش و بے خود۔

مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے اپنا ہم شکل بنا دیجئے۔ فرمایا تو اسکو برداشت نہ کر سکے گا۔ اور کچھ مانگ لے۔ اس نے اسی سوال پر اصرار کیا۔ اور خواجہ اعراض فرماتے رہے پس جب اس کا اصرار بہت بڑھا تو آپ اندر لے گئے اور اس پر توجہ کی۔ جب باہر آئے تو دونوں کی شکل و صورت میں فرق نہ تھا۔ اور لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ بس اتنا فرق تھا کہ حضرت خواجہ ہشیار تھے اور نانبائی مدہوش اور بے خود تھا۔"

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۴۵)

اب آپ سرفراز صاحب کی تحقیق پر غور کریں۔ جو کہتے ہیں کہ جو امر عادۃً بس اور اختیار میں ہو۔ اس کو مانگنا جائز ہے۔ اور جو عادۃً بس اور اختیار میں نہ ہو۔ یعنی خلاف عادت ہو۔ اس کو مانگنا شرک ہے۔ تو کیا "ہم شکل" بنا دینا خلافِ عادت نہیں ہے اگر ہے تو وہ نانبائی مشرک اور حضرت خواجہ باقی باللہ شرک کو ثابت کرنے والے ہوئے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا؟ اور اگر ہم شکل بنا دینا خلاف عادت نہیں ہے تو کیا سرفراز صاحب بھی کسی کو اپنا ہم شکل بنا سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سرفراز صاحب جہل اور عناد کی وجہ سے شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز

Marfat.com

اور تمام اکابر اسلام کے گلوں پر شرک کی خنجر رکھ دیں۔ مگر اس کو کیا کریں کہ شرک کی یہ تلوار اکابر دیوبند کو بھی نہیں بخشتی۔

آیئے اب ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امداد اور استمداد کے بارے میں اہل بدعت کے صنادید اور جغادری قسم کے اہل قلم حضرات نے کیا لکھا ہے۔

اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ محمد الشتیتنی متوفی ۷۶۶ھ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کچھ کہہ رہا ہے کہ یہ رہا راستہ تو راستہ پر پہنچ گیا۔" (جمال الاولیاء ص ۱۳۶)

اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے صاف لکھ دیا ہے محمد شتیتنی کے مرید نے عین ہلاکت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ اپنے شیخ سے مدد چاہی۔ دیکھئے آپ کے قواعد کے مطابق کیسا شرک صریح ہے اور منبع ہیں تھانوی صاحب۔

اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی متوفی ۱۲۴۶ھ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز سید محمد علی سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

دریں منزل قریب نصف شب	اثنار سفر میں آدھی رات کے وقت ہم
بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار تر متعلی	لوگ وادی سرف پر پہنچے جہاں ام المومنین
جناب میمونہ علیہا و علی بعلہا الصلوٰۃ	سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار پُر انوار ہے
والسلام من اللہ الملک العلام رسیدیم	اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میں بالکل
از اتفاقات عجیبہ آنکہ آں روز، ہیچ	بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے
طعام نخوردہ بودم چوں از خواب	بالکل بے دم ہو چکا تھا اور میرے چہرہ
آں وقت بیدار شدم از غایت گرسنگی	کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے۔

Marfat.com

طاقتم طاق و بدر رویم در محاق بود
بطلب نان پیش ہر کس دویدیم و مطلب
نرسیدم بناچار برائے زیارت در
حجرہ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریفہ
گدایانہ ندا کردہ گفتم ای جدہ امجدہ من
مہمان شما ہستم چیزے خوردنی عنایت
فرما و را محروم از الطاف کریمانہ خود
مما انگاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص
خواندہ ثوابش بروح برفتوحش فرستادم
انگاہ نشستہ برقبرش نہادہ بودم از
رزاق مطلق ودانائے برحق دو خوشہ
انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آنکہ
آں ایام سرما بود و ہیچ جا انگور تازہ
میسر نبود بحیرت افتادم و یکے ازاں
ہر دو خوشہ ہمون جا نشستہ تناول
نمودہ از حجرہ بیرون شدم و یک یک
دانہ بر یک تقسیم کردم و گفتم ؎

یافت مریم گو ہنگام شتا
میوہ ہائے جنت از فضلِ خدا
ایں کرامت در حیاتش بود و بس
بعد فوتش نقل ننمود است کس
بعد فوت زوج ختم المرسلین
رفتہ چندیں قرنہا ای دور بیں

حصول کے لئے ہر کسی کے پاس دوڑا
مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا۔ مجبور
ہو کر ام المومنین کے روضہ مقدسہ پر حاضری
دی اور آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک
مانگی اور کہا اے میری دادی جان میں آپ
کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز
عنایت فرمائیے اور مجھ کو اپنے لطف و
کرم سے محروم نہ فرمائیے۔ پھر میں نے
سلام عرض کیا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص
پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح مبارک
کو پہنچایا۔ میں آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا
ہوا تھا ناگاہ اللہ تعالیٰ نے تازہ انگوروں کے
دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیئے
عجب تماشہ یہ تھا کہ ان دنوں موسم سرما تھا
اور کسی جگہ اس وقت تازہ انگور دستیاب
نہ تھے۔ انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے
کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جاکر
تقسیم کئے اور یہ اشعار پڑھے۔

اگر حضرت مریم نے موسم سرما میں جنت کا
میوہ فضلِ خدا سے پالیا ان کی یہ کرامت فقط
انکی زندگی میں تھی انکے وصال کے بعد کسی سے
یہ کرامت منقول نہیں۔ حضور کی زوجہ کے
وصال کو کتنی صدیاں گذر چکی ہیں۔

Marfat.com

بنگماز وے ایں کرامت یافتم	دیکھو اس کے باوجود میں نے ان سے اس
مایہ صد گونہ نعمت یافتم	کرامت کو پایا اور مایہ صد افتخار نعمت کو حاصل
(مخزن احمدی ص ۹۹)	کیا۔

اس طویل اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قضائے حاجت کے لئے قبر پر جانا صاحب قبر سے رو رو کر مطلب برآری کے لئے درخواست کرنا جائز ہے اور تمام اہل دیوبند کے مسلم مقتدا سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز محمد علی کو جب دنیا میں کہیں سے کھانے کو کچھ نہ ملا تو سیدتنا ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے ملا اور یہ کہ سید احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز نے قبر پر آکر فاتحہ بھی پڑھی ندا بھی کی، سلام بھی پڑھا اور بطور ما فوق الاسباب امور استمداد بھی کی۔ اور یہ تمام باتیں وہ ہیں کہ اگر اہل سنت ان میں سے کسی ایک کو بھی کر لیں تو دیوبندی حضرات ان کو مشرک اور بدعتی سے کم نہیں کہتے۔

اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۸ھ اپنے شیخ سید احمد کی شان میں لکھتے ہیں:

"اور آنجناب ہدایت مآب کی توجہات کے لئے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روحیں مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقاموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گذرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی"

Marfat.com

اور نسبت چشتیہ کا بیان اس طرح ہے:

"کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی اس توجہ کے سبب سے ابتداءً حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔" (صراط مستقیم ص ۲۴۲)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ غوث کے معنی ہیں فریاد رس اور اس عبارت میں اسمٰعیل دہلوی نے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی ذات پر غوث الثقلین کا اطلاق کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اسمٰعیل دہلوی نے مان لیا کہ شیخ قدس سرہ تمام جن وانس کے فریاد رس ہیں۔ اور ہر شخص جب مصیبت میں انہیں پکارے تو اس کی فریاد کو پہنچتے ہیں۔

۲۔ اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کی ارواح جہان میں تصرف کرتی ہیں چنانچہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاؤالدین قدس سرہما نے سید احمد کے قلب پر تصرف کیا۔ (دروغ برگردن راوی)

۳۔ اس عبارت میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ اولیاء اللہ کی قبور سے کسب فیض حاصل کرنا اور ان سے مدد چاہنا جائز ہے۔ چنانچہ تمام اہل دیوبند کے مقتدا سید احمد بریلوی فیض حاصل کرنے کے لئے خواجہ بختیار کاکی کے مرقد انور کی طرف چل کر گئے۔ ان سے فیض مانگا اور بقول اسمٰعیل دہلوی سید احمد نے خواجہ قدس سرہ سے فیضان کی بھیک مانگی۔

جعفر تھانیسری سید احمد کی شان میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

"ایک سیاح پانی پتی کا بیان ہے کہ جب آپ پانی پت میں پہنچے تو میں مرض گنٹھیا میں مبتلا ہو کر بے دست و پا ہو رہا تھا۔ اپنے بستر پر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ جب میرے کچھ نصیب چمکے تو سیّد صاحب سے دو چار ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے جوان اُٹھ اور ہمارے ساتھ جہاد کے واسطے چل میں فوراً اسی وقت اچھا ہو گیا گویا کبھی مریض ہی نہیں ہوا تھا۔ اور آپ کے ساتھ ہو لیا اور بہت سے معرکوں میں شریک جہاد رہا"

(حیات سید احمد شہید ص ۱۷۴)

یہ عبارت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہے اس کے تیور صاف بتلا رہے ہیں کہ سید احمد کو کس طرح خدائی اختیار حاصل تھے اور وہ امور مافوق الاسباب میں کس طرح تصرف کرتے تھے۔

عاشق الٰہی میرٹھی رشید احمد گنگوہی کی شان میں لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سخت علیل ہوئے۔ واقفین احباب بھی یہ خبر سُن کر پریشان ہو گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ دعا فرمادیں حضرت خاموش رہے اور بات کو ٹال دیا اور جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تسلّی دی اور یوں فرمایا میاں وہ ابھی نہیں مریں گے اور اگر مریں گے تو میرے بعد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا"

اس سے پہلے ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے:

"صوفی کرم حسین صاحب خانقاہ میں مقیم تھے کہ ایک روز دفعۃً ان کی پسلی میں سخت درد اٹھا گھبرائے ہوئے طبیب روحانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کرب و تکلیف کا اظہار کیا۔ حضرت اس وقت غسل خانہ کی جانب جا رہے تھے چلتے ہی چلتے فرمادیا۔ انشاء اللہ

Marfat.com

جاتا رہے گا اور نہ ہوگا" حضرت کی زبان مبارک سے غالباً یہ الفاظ پورے نہ نکلے تھے کہ یک لخت درد جاتا رہا اور الحمد للہ اب تک پھر کبھی نہیں ہوا۔" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۰۹)

عاشق الٰہی میرٹھی نے گنگوہی صاحب کے جو یہ دو واقعات ذکر کئے ہیں۔ ان میں ما فوق الاسباب امور میں گنگوہی صاحب سے استمداد بھی ہے ان کی علی الفور امداد بھی ہے اپنی اور دوسروں کی موت کا علم بھی ہے اور وہ کیا کچھ نہیں ہے جس کو دیوبندی حضرات انبیاء اور اولیاء کے حق میں شرک کہتے نہیں تھکتے۔

اور اشرف علی صاحب تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں؛

"مولوی معین الدین صاحب نے جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کثرت سے ہوئی تو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ دیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ پس لوگ اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالوں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اب کے اگر کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی ویسے یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا ہی بند کر دیا۔" (حکایات اولیاء ص ۳۷۵)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محمد یعقوب نانوتوی قبر میں لوگوں کا ......

Marfat.com

کلام بھی سنتے تھے اور تصرف بھی کرتے تھے جب تک ان کے صاحبزادہ نے چاہا لوگوں کو بطور مافوق الاسباب نفع دیتے رہے اور جب ان کے صاحبزادہ نے لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیا تو فیض کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ گویا یعقوب نانوتوی مافوق الاسباب طور پر نفع اور ضرر دونوں کو پہنچانے پر قادر تھے۔

سید احمد بریلوی سے لے کر یعقوب نانوتوی تک تمام اکابر دیوبند پر نظر ڈالیے سب ہی پیر مرید آپ کو امداد اور استمداد کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آئیں گے اور انہی معمولات کو جب اہل سنت اولیاء اللہ، انبیاء اور خصوصاً سید الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز اور ثابت کہیں تو یہ لوگ ان امور کو شرک سے کم نہیں کہتے۔ اب سرفراز صاحب سے ایک ہی گذارش ہے کہ یا تو وہ انبیاء اور اولیاء سے استمداد کو جائز مان لیں اور اپنے قول باطل سے رجوع کر لیں یا پھر ان تمام اکابر دیوبند کو جنہوں نے استمداد کی ہے اور اس کو اپنے اقوال سے ثابت مانا ہے نذر جہنم کیجئے ؂

من نہ گویم کہ ایں نہ کن آں کن!
مصلحت بیں و کار آساں کن

سرفراز صاحب کی وجوہ فاسدہ سے استدلال اور ان کے جوابات

سرفراز صاحب استمداد کو باطل کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

"جو تفسیر اور احتمال ایاک نستعین کا انہوں نے بیان کیا ہے بعینہ وہ ایاک نعبد میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم السلام کو سجدہ کرتا ہے۔ یا نماز روزہ اور قربانی وغیرہ ان کے نام کی ادا کرتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ درحقیقت تو میں عبادت بواسطہ یا بے واسطہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ادا کرتا رہا ہوں۔ مگر ان حضرات کو صرف تقرب الٰہی کا مظہر

Marfat.com

سمجھتا ہوں۔ تو کیا یہ تفسیر صحیح ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر غیر اللہ کی عبادت کیوں نا درست ٹھہری۔ اور کس دلیل سے۔ اور اگر غلط ہے تو غیر اللہ سے استعانت کا عقیدہ کیونکر حق قرار پایا۔ اور اس استعانت کو غلط کہنا کیسے عقیدہ باطلہ ٹھہرا؟" (تنقید متین ص ۲۷)

سرفراز صاحب کا یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

من قاء او رعف فی صلاۃ فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلاتہ مالم یتکلم۔ (بحوالہ ہدایہ ج ا ص ۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے نماز میں قے آ گئی یا اس کی نکسیر پھوٹ گئی وہ نماز چھوڑ کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے[1] جب تک اس نے کسی سے بات نہ کی ہو۔

اس فرمان میں دو حکم ہیں۔ ایک وضو کرنے کا۔ دوسرا نماز پر بنا کرنے کا۔ پہلا واجب ہے۔ اور دوسرا مباح۔ لیکن سرفراز صاحب کی دلیل سے لازم آئے گا کہ دونوں کا حکم ایک جیسا ہو یا وضو بھی جائز اور مباح ہو اور یا بنا بھی واجب ہو۔

ثانیاً سرفراز صاحب کا یہ استدلال اس باطل قاعدہ سے مستعار ہے کہ قِران[2] فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب دو چیزوں کا ذکر مقرون ہو تو ان کا حکم بھی ایک ہی ہو۔ حالانکہ احناف اہل سنت کے نزدیک یہ قاعدہ باطل اور مردود ہے۔

ملا عبدالغفور لکھتے ہیں؛

---

[1] بنار کا مطلب ہے کہ وضو ٹوٹنے کے وقت نماز جس جگہ سے چھوڑی تھی وضو کر کے وہیں نماز شروع کرنا یہ جائز اور مباح ہے لیکن افضل یہ ہے کہ از سر نو نماز پڑھے ۱۲ منہ

[2] جب دو چیزوں کو ایک ساتھ ذکر کریں تو دونوں کا حکم بھی ایک ہو یہ شافعی حضرات کا قاعدہ ہے جو احناف کے نزدیک صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

لایقال الامر فی قوله ولیبین للاباحة بالاتفاق فکذا ما قارنه لانا نقول القران فی الذکر لایدل علی القران فی الحکم۔

(حاشیہ ہدایہ ج ا ص ۸)

یہ سوال نہ کیا جائے کہ حضور کے حکم "بنا کرو" میں امر بالاتفاق اباحت کے لئے ہے۔ پس اسی طرح اس کے ساتھ "وضو کرو" کا حکم بھی مباح ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہم (احناف) کہتے ہیں کہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔

صاحب منار نے قران فی الذکر کو وجوہ فاسدہ سے شمار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

وقیل ان القران فی النظم بحرف الواو یوجب القران فی الحکم۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو واجب کرتا ہے۔

اور ملا جیون رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وھذا وجہ رابع من الوجوہ الفاسدۃ۔

(نور الانوار ص ۱۶۱)

اور یہ وجوہ فاسدہ میں سے چوتھی قسم ہے۔

کیا سرفراز صاحب کا فریب اب بھی مخفی رہے گا؟ کیا دیدۂ بینا پر یہ امر آفتاب سے زیادہ واضح نہیں ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا استدلال وجوہ فاسدہ پر مبنی ہے۔ اور جس کا مبنیٰ فاسد ہو۔ وہ فاسد نہیں تو اور کیا ہوتا ہے۔

ثالثاً علامہ بیضاوی عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ عبادت مدد حاصل کرنے کے لئے وسیلہ ہے اور وسیلہ مقصود پر مقدم ہوتا ہے۔

وقدمت العبادة علی الاستعانة لیتوافق رؤس الآیة ویعلم منہ ان تقدیم الوسیلة علی طلب الحاجة ادعی الی الاجابة۔

عبادت کو استعانت پر اس لئے مقدم کیا گیا تا کہ رعایت فواصل ہو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وسیلہ کو مقصود پر مقدم کرنا مقبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر بیضاوی ص ۷)

Marfat.com

قران فی الذکر وجوہ سے فاسدہ ہے

پس جب ثابت ہوگیا کہ اس مقام پر عبادت اور سبب اور استعانت مسبب ہے تو ظاہر ہوگیا کہ دونوں کا حکم ایک نہیں ہوسکتا۔

رابعاً چلئے ہم خود سرفراز صاحب سے منوائے دیتے ہیں کہ عبادت اور استعانت دونوں کا حکم ایک نہیں ہے۔ تنقید متین ص ۲۸ پر انھوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ زندہ اور قریب سے امور عادیہ میں استعانت جائز ہے۔ اور اس کو وہ ظاہری استعانت کہتے ہیں۔ حالانکہ زندہ اور قریب کی ظاہری عبادت تو کسی طرح جائز نہیں۔ پس اب اگر عبادت اور استعانت دونوں کا ایک حکم نہیں تو جس طرح ظاہری استعانت بالغیر بقول ان کے جائز ہے تو ظاہری عبادت بالغیر بھی جائز ہونی چاہیئے اور اگر ظاہری عبادت بالغیر ناجائز ہے تو ان کو ظاہری استعانت بالغیر سے بھی ہاتھ دھو لیتے چاہئیں۔

پس اگر وہ اس ظاہری استعانت کو شرک قرار دیں تو خود مشرک ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ ظاہری استعانت جائز ہو تو ان کا قاعدہ ٹوٹتا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ عبادت اور استعانت دونوں کا حکم ایک ہی طرح نہیں ہے۔ کیونکہ غیر اللہ سے ظاہری استعانت جائز ہے اور غیر اللہ کی عبادت ظاہری باطنی، حقیقی، مجازی کسی طرح جائز نہیں ہے۔ صیہونی تحریف کے سہارے دیوار بنانے والوں کی عمارت کا یہی حال ہوتا ہے۔ جھوٹ کا محل کسی وقت بھی گر کر جھوٹے کو پیوند زمین کر دیتا ہے۔

سرفراز صاحب محاسبہ سے بے خوف ہو کر من مانی تفسیروں سے روح قرآن پر زندلا چلا رہے تھے۔ لیکن اب ان کا یوم حساب آپہنچا ہے۔ انہوں نے قرآن میں جس قدر تحریفات کی ہیں۔ ایک ایک کر کے ان کا مواخذہ ہوگا۔ نشہ گمراہی میں سرمست قلم توڑ دیا جائے گا۔ اور ان کی مجرمانہ خیانتوں پر عبرتناک تعزیر دی جائے گی۔

Marfat.com

مظہرِ افعال وصفات حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے فرمایا کہ آلات خدام احباب وغیرہ عون الٰہی کے مظہر ہیں نیز فرمایا؛ مقربانِ حق کی امداد، امدادِ الٰہی ہے۔" اس پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں؛

"اسی طرح مولانا نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ کیونکہ مقربانِ حق کی امداد، امدادِ الٰہی ہے۔ استعانت بالغیر نہیں۔ سراسر مردود ہے۔ کیونکہ جب ان مقربانِ حق کا وجود پروردگار کے وجود کا غیر ہے اور وہ غیر اللہ ہیں تو یہ استعانت بالغیر کیوں نہیں۔ ہاں یہ کہ عیسائیوں کی طرح معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں گڈمڈ کر دیا جائے۔ اور اثنینیت ختم کر دی جائے۔ تو معاملہ الگ ہے۔" (تنقید متین ص ۲۶)

الجواب۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرماتا ہے؛

فلما اتٰھا نودی من شاطئ الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من شجرۃ ان یٰموسیٰ انی انا اللہ رب العٰلمین ۝	سو جب وہ اسی آگ کے پاس پہنچے۔ تو ان کو اس میدان کی داہنی جانب سے (جو کہ موسیٰ کی داہنی جانب تھی) اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔
(ترجمہ تھانوی صاحب کا ہے)	

اب تو کہئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کو درخت میں گڈمڈ کر دیا اور اثنینیت ختم کر دی۔ یا صدر الافاضل کی بات پر ایمان لا کر کہیئے کہ درخت کلام الٰہی کا مظہر تھا۔ اور درخت سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنائی دے رہا تھا۔

حدیث شریف میں ہے؛

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا۔	پس جب میں اپنے بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اور

Marfat.com

(الحدیث)

(مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

اسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے اور پیر ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔"

اب ذرا سرفراز صاحب سے پوچھیئے کہ اگر حق تعالیٰ کے افعال و صفات کا مظہر ہونا۔ عیسائیت اور اتینینت کو ختم کردینا اور ذات کو گڈمڈ کردینا ہے تو یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بندۂ محبوب کو اللہ تعالیٰ کے تصرفات کا مظہر قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔ کیا یہ عیسائیت کی تعلیم ہے۔ ممکن ہے گکھڑوی صاحب کے ذہن یہاں مظہریت کے خلاف کوئی اور معنی راہ پائے۔ پس ہم اتمام حجت کے لیئے اس حدیث کے ذیل میں انور شاہ کشمیری کے کلام کو پیش کرتے ہیں وہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فاذا صح الشجرۃ ان ینادی فیھا بانی انا اللہ فما بال المتصوف بالنوافل ان لا یکون اللہ سمعہ وبصرہ کیف وان ابن ادم الذی خلق علی صورۃ الرحمٰن لیس بادون من شجرۃ موسیٰ علیہ السلام۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۴۲۹)

جب درخت سے میں اللہ ہوں کی آواز آسکتی ہے تو نفلی عبادت کرنے والے کا کیا حال ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سمع وبصر کا مظہر نہ ہوسکے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے مقرب بندوں کی سمع وبصر ہوجانا ایسی صورت میں کیونکر محال ہوسکتا ہے جب کہ وہ ابنِ آدم جو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا گیا۔ شرف وکمال میں شجر موسیٰ سے کسی طرح کم نہیں۔

اب آپ کو اجازت ہے کہ پورے شرح صدر سے مظہریت خداوندی کو عیسائیت قرار دے کر انور شاہ کشمیری کو جہنم میں پہنچا دیجئے۔ یہ کیسا ظلم ہے کہ جو بات آپ کے سلف کی کتابوں میں موجود ہے وہ سب ایمان وعرفان رہے اور وہی بات اگر ہمارے اسلاف بیان فرمائیں۔ تو کفر وشرک ہوجائے۔ مزید توضیح کے لیئے امام فخر رازی متوفی ۶۰۶ھ کا وہ نورانی بیان ملاحظہ فرمایئے جو انہوں نے اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے:

Marfat.com

وهذا الخبر يدل على انه لم يبق في سمعهم نصيب لغير الله ولا في بصرهم ولا في سائر اعضائهم اذ لو بقي هناك نصيب لغير الله تعالى لما قال انا سمعه وبصره۔

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقربین کی آنکھوں کانوں بلکہ تمام اعضاء میں غیر اللہ کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں رہا اس لئے کہ اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے حصہ باقی رہا ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

ولهذا قال علي بن ابي طالب كرم الله وجهه ما قلعت باب خيبر بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وذلك لان عليا كرم الله وجهه في ذلك الوقت انقطع نظره عن عالم الاجساد و اشرقت الملئكة بانوار عالم الكبرياء فتقوى روحه و تشبه بجواهر الارواح الملكية وتلألأت فيه اضواء عالم القدس والعظمة فلا جرم حصل له من القدرة ما قدر بها على ما لم يقدر عليه غيره وكذلك العبد اذا واظب على الطاعات بلغ المقام الذي يقول كنت له سمعا

اور اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علی کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہو چکی تھی۔ اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریاء کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی۔ اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے کنت لہ سمعا و بصرا فرمایا ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا

Marfat.com

ویصرًا فاذا صار نور جلال اللہ سمعًا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا لہ رای القریب والبعید واذا صار ذلک النور یدا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسہل والبعید والقریب۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۶)

ہے تو وہ قریب اور دُور کی آوازوں کو سُن سکتا ہے اور جب نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب نور جلال اللہ کا ہاتھ ہو جائے تو وہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ متوفی ۱۰۱۴ھ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فرأی ان ما بہ الکمال من السمع والبصر وقوۃ القوی انما ھو من آثار سمعہ وبصرہ وقدرتہ وقوتہ واما ھو فعدم محض۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۵۵)

پس وہ متقرب شخص یہ اعتقاد کرتا ہے کہ کہ اس کی سمع، بصر اور تمام قوی کے کمالات حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی سمع اور بصر اور قدرت وقوت کے آثار سے ہیں۔ رہا وہ بندہ تو وہ معدوم محض ہے۔

اور یہی مظہریت حق تعالیٰ کا معنی ہے کہ بندے کی اپنی ذات اور اس کے افعال فنا ہو جائیں اور اس کی سمع، بصر وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہر ہوں۔

"استعانت کی تفسیر" صدر الافاضل اور شاہ عبد العزیز سے

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ایاک نستعین کے تحت فرماتے ہیں:

لیکن دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد واو را مظہر عون الٰہی نداند حرام است واگر استعانت محض بجانب حق

لیکن یہاں یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ غیر اللہ سے استعانت اس وقت حرام ہوگی جب اسی پر بھروسہ کرے اور اس کو مدد الٰہی کا مظہر نہ جانے۔ لیکن

Marfat.com

است و او را یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت او تعالے دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و روا است وانبیار و اولیا را ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر۔	اگر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور غیر اللہ کو مظہر امداد سمجھتا ہو اور اسباب و حکمت الٰہی کو پیش نظر رکھے اور غیر اللہ سے استعانت ظاہری کرے تو یہ عرفان الٰہی سے بعید نہیں ہے اور شریعت میں بھی جائز ہے اس قسم کی استمداد انبیاء اور اولیاء نے بھی غیر اللہ سے کی ہے اور حقیقت میں یہ استمداد غیر سے نہیں بلکہ خود اللہ تعالےٰ سے ہی ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ العزیز کی شخصیت کو تمام امت دیوبند اپنا پیشوا تسلیم کرتی ہے۔ سرفراز صاحب ان کے ہم مشرب علماء شاہ صاحب کی عبارتوں کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ اور شاہ صاحب کا فیصلہ ذریت دیو بند کے حق میں حکم آخری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تمہید کے بعد گذارش ہے کہ آپ شاہ صاحب کی مذکورہ بالا تفسیر کو صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تفسیر کے ساتھ ملا کر دیکھیں کہ ان میں کس قدر ہم آہنگی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے۔
شاہ صاحب نے فرمایا۔ واگر التفات محض بجانب حق است (اور اگر توجہ محض اللہ کی طرف ہو)۔

صدر الافاضل صاحب نے فرمایا۔ حقیقی مستعان وہی ہے۔ باقی آلات و خدام و احباب عونِ الٰہی کا مظہر ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ و او را یکے از مظاہر عون (مدد) دانستہ (یعنی غیر اللہ کو عون الٰہی کا مظہر سمجھے)

صدر الافاضل صاحب نے فرمایا۔ مقربانِ حق کی امداد، امداد الٰہی ہے۔

Marfat.com

استعانت بالغیر نہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر (اور حقیقت میں استعانت کی یہ قسم استعانت بالغیر نہیں۔ بلکہ حق سبحانہٗ سے ہی استعانت ہے :۔

صدر الافاضل نے فرمایا۔ اگر یہ استعانت ناجائز ہوتی تو احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی کیوں تعلیم دی جاتی۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند۔ (اور انبیاء اولیاء نے اس قسم کی استعانت غیر اللہ کی ہے)۔

آپ نے غور فرمایا کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے ایاک نستعین کی تفسیر میں شاہ صاحب کی تفسیر کا ہی خلاصہ پیش کیا ہے۔ اور اسی تفسیر کے بارے میں سرفراز صاحب نے یہ کہہ کر حق فرزندی ادا کر دیا کہ :

"مولوی نعیم الدین صاحب نے آیت مذکورہ کی یہ تفسیر بلکہ تحریف کر کے اپنی جان اور قرآن کریم پر جو ظلم کیا ہے۔ وہ بجائے خود قابل صد نفرین ہے۔" (تنقید متین ص ۲۷)

ٹھیک ہے دیو بند کے جس گہوارے میں سرفراز صاحب نے تربیت حاصل کی ہے۔ وہاں ایسے ہی آداب فرزندی سکھائے جاتے ہیں۔ جس اسکول میں نبی کے علم کو جانوروں اور مجنونوں کے علم سے تشبیہ کا درس دیا جاتا ہو۔ وہاں اپنے علمی باپ کی تعلیمات کو قابل صد نفرین کہنا نہ سکھایا جائے گا تو اور کیا ہو گا۔

استعانت کی بحث میں حرف آخر

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں :

لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شرح اطیب النغم)

نبی علیہ السلام سے استعانت کئے بغیر چارہ نہیں۔

Marfat.com

قاسم نانوتوی صاحب بانی دیوبند لکھتے ہیں :

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اہل سنت اگر اعینونی بقوۃ (میری قوت سے مدد کرو)۔ سے جواز استمداد کا قول کریں۔ تو آپ فرماتے ہیں :

"مگر یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء، اولیاء شہداء علیہم السلام سے کیا کرتے ہیں۔ کہ نہ تو وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں اور نہ قریب۔ ان سے اس قسم کی استعانت بہرصورت شرک ہے۔" (تنقید متین ص ۲۹)

اور شاہ ولی اللہ صاحب اور قاسم نانوتوی نے انہیں سے استعانت کی ہے۔ تو تبلایئے آپ کے نزدیک وہ مشرک ہوئے یا نہیں۔ یہی وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہیں جن کی عبارتوں کو بے سوچے سمجھے نقل کر کے آپ نے تنقید متین کے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ جن کی عبارتوں کو نقل کرنے سے آپ کی دکان چمکتی ہے۔ جن کا نام لینے سے آپ کا ریٹ بڑھتا ہے۔ پھر آخر کچھ تو حق نمک کا پاس کیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ۔ — اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا۔

پھر آپ نے شاہ ولی اللہ اور مولوی قاسم کو مشرک قرار دے کر ان پر دروازہ مغفرت کو ہمیشہ کے لئے بند نہیں کر دیا۔ اور جب سرخیل دیوبند ہی مشرک قرار پا یا تو باقی اتباع اور اذناب کس طبقہ میں ہوں گے؟

اب ہم اس بحث کو سید العارفین ابن عربی کے قول پر ختم کرتے ہیں۔ جسے علامہ شعرانی نے نقل کیا ہے :

قال واما القطب الواحد فھو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم الممد — ابن عربی نے کہا کہ بہرحال قطب واحد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام انبیاء رسل

Marfat.com

لجمیع الانبیاء والرسل والاقطاب من حین النشئ الانسانی الی یوم القیامۃ۔ واللہ اعلم۔

اور اقطاب کے ابتدائے آفرینش انسانیت سے لے کر یوم قیامت تک کے لئے مددگار ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے :۔

(الیواقیت الجواہر ج ۲ ص ۸۲)

اس عبارت تک پہنچنے کے بعد بھی اگر سرفراز صاحب کے ہوش و حواس قائم رہے۔ تو ان سے معروض ہے کہ الدین النصیحۃ کے طور پر ہم نے مسئلہ استعانت کو کتاب و سنت اور اقوال سلف کی روشنی میں واضح تر بیان کر دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ۔ شاہ عبدالعزیز۔ سید محمد علی۔ محمد قاسم نانوتوی۔ محمود حسن دیوبندی اور دیگر سلوف دیوبند جنہیں سرفراز صاحب اپنے دین و ایمان کا مرکز سمجھتے ہیں۔ ان تمام حضرات کے اقوال سے مافوق الاسباب امور میں اور اولیاء اللہ سے بعد الوصال استعانت کو ثابت کر دیا ہے اور اب سرفراز صاحب کے لئے صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو ان تمام کو مشرک قرار دے کر واصل فی النار کر دیں۔ اور اگر انہیں مشرک نہیں سمجھتے۔ تو خود اپنی گمراہی سے تائب ہوں۔ دنیا کے جھوٹے وقار اور شہرت کی طلب میں ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت کا خطرہ مول لینے سے گریز کریں۔ اور حق و صداقت کی راہ اختیار کر لیں۔

چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق سرفراز صاحب نے حضرت صدر الافاضل کے علم و فضل پر جو طعن کیا تھا۔ بالآخر اس کی شامت نے ان کا منہ سیاہ کر کے چھوڑا۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے شرک کی تعریف میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائیں۔

بہرحال ہم نے الدین النصیحۃ کے مطابق ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالٰے انہیں قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

ضاد کا مخرج

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے غیر المغضوب علیھم کی تفسیر میں فرمایا:

"مسئلہ۔ جو شخص ضاد کی جگہ ظا، پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں" (محیط برہانی)

سرفراز صاحب نے صدر الافاضل کی اس مختصر تفسیر پر کئی طرح سے پیچ و تاب کھایا ہے۔ لیکن یہ تحریر ان کے گلے میں جا کر اس طرح پھنسی ہے۔ نہ اُگلے بن پڑتی ہے اور نہ نگل کر ہی وہ آرام پا سکے۔ اس عبارت پر ان کا ایک اعتراض یہ ہے کہ محیط برہانی کا مجمل حوالہ دیا گیا۔ تفصیل ذکر نہیں کی۔ دوسرا یہ کہ مطلقاً ایک حرف کو دوسرے سے بدلنے کا یہی حکم ہے۔ پھر ضاد کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ تیسرا یہ کہ مسئلہ امام و مقتدی سب کے لئے یکساں ہے۔ پھر امام کی تخصیص کیوں کی۔ پھر ان اعتراضوں کے ضمن میں سرفراز صاحب نے اپنے ناقص مطالعہ اور علمی بے مائگی کی وجہ سے جو ٹھوکریں کھائی ہیں۔ وہ بیان سے باہر ہیں۔ ہم انشاء اللہ العزیز اس بحث کے ضمن میں ان خامیوں کی طرف اجمالی اشارے کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

مجمل حوالہ کا جواب صدر الافاضل سے آپ کو یہ شکایت ہے۔ کہ انہوں نے محیط برہانی کا مجمل حوالہ پیش کیا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا آپ اور آپ کے معنوی آباؤ اجداد نے کبھی کسی کتاب کا مجمل حوالہ پیش نہیں کیا۔ پھر صدر الافاضل پر غیظ و غضب کا اظہار کیوں ہے۔ بلکہ فتاویٰ رشیدیہ کو اگر آپ نے جانبداری کی عینک اتار کر دیکھا ہوتا۔ تو پتہ چلتا

Marfat.com

پورے فتاویٰ رشیدیہ میں بکثرت فتاویٰ بغیر کسی حوالے کے مذکور ہیں۔ پھر مجمل حوالے تو ایک طرف رہے۔ آپ کے سلوف تو بے بنیاد اور خلاف واقع حوالے پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ کے اکابر نے سیف النقی میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والد صاحب کے نام سے ایک کتاب تحفۃ المقلدین اختراع کی۔ ایک کتاب ہدایۃ البریۃ کے نام سے ایجاد کی۔ پھر مزید ترقی کی اور مرأۃ الحقیقۃ کے نام سے ایک کتاب غوث اعظم کی طرف منسوب کر کے وضع کی۔ کاش صدر الافاضل پر مجمل حوالہ کے طعن کرتے سے پہلے آپ نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی ہوتی۔ آپ کے معنوی والد اشرف علی صاحب تھانوی نے تفسیرات احمدیہ کے منہیات کا حوالہ پیش کیا۔ اور آپ کو بھی تسلیم ہے کہ اس کے منہیات کا کہیں وجود نہیں۔ باقی یہ کہہ دینا کہ ضرور ان کے پاس کوئی منہیات والا نسخہ ہوگا دل کے بہلانے کے لئے کافی ہے۔ دلائل و براہین کی دنیا میں اس سے کام نہیں چلتا۔ ایسی بے سروپا باتیں کہہ کر آپ صرف شاگردوں اور معتقدین کے زمرہ میں بیٹھ کر داد و تحسین حاصل کر سکتے ہیں۔ استدلال کے میدان میں ان احتمالات رکیکہ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

صدر الافاضل کا حوالہ مجمل ہے۔ پھر کیا ہوا۔ بات تو تب تھی کہ آپ کہتے کہ یہ حوالہ غلط ہے۔ اور اسے ثابت کرتے۔ شکر کیجئے۔ صدر الافاضل نے تفصیل نہیں کی۔ ورنہ آپ کو مہنگی پڑتی۔ اگر نہیں مانتے تو لیجئے تفصیل حاضر ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وفی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ او یقرأ اصحاب الجنۃ مکان اصحاب النار او علی	اور محیط میں ہے کہ امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء یا اصحاب جنت کی جگہ اصحاب النار پڑھے فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں اور

Marfat.com

العکس فقال لاتجوز امامته و لو تعمد یکفر۔ | اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۶۷)

صدر الافاضل نے تو فقط یہ فرمایا تھا کہ ضاد کو ظا سے بدلنے والے کی امامت جائز نہیں۔ اور صاحب محیط نے اس پر یہ زیادتی بھی کی ہے۔ کہ ایسا عمداً کرنے والا کافر ہے۔ آخر کار آپ نے اپنے آپ کو کافر منوا کے چھوڑا۔ یہی وہ عبارت ہے۔ جس کو سرفراز صاحب بھی مدہوشی میں بطور ان کہی کے اپنی کتاب میں نقل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ نقل کیا۔ وہ ملا علی قاری کا کلام ہے۔ اور ہماری گفتگو اس وقت محیط کی اصل عبارت میں ہے۔۔

مُنیۃ المصلی کی عبارت میں خیانت

اس بحث میں سرفراز صاحب نے کامل بددیانتی سے کام لیتے ہوئے مُنیۃ المصلی کی اس عبارت کا ذکر تو کر دیا۔ جس کو صاحب منیۃ نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے،... اور اس سے چند سطر اوپر والی عبارت چونکہ ان کے عقیدہ فاسدہ کے خلاف تھی۔ اس لئے اس کو کلیۃً ترک کر دیا جب کہ اس عبارت کو صاحب منیہ نے اکثر ائمہ کا معتمد علیہ قرار دیا ہے۔

دیکھئے یہ وہ عبارت ہے جس کو سرفراز صاحب نے نقل کیا؛

وذکر فی الذخیرۃ اذلم یکن بین الحرفین اتحاد فی المخرج ولاقرب الا ان فیہ بلوی عامۃ نحوان یاتی بالذال مکان الضاد اویاتی بالزای المحض مکان الذال اوالظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ۔ | ذخیرہ میں مذکور ہے جب کہ دو حرفوں میں نہ تو اتحاد فی المخرج ہو۔ نہ قرب ہو مگر اس میں بلویٰ عامہ ہو۔ مثلاً ضاد کی جگہ ذال یا ذال کی جگہ زائے محض کو یا ضاد کی جگہ ظا ر کہے تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ (منیۃ المصلی ص ۱۱۸)

اور جو عبارت سرفراز صاحب کی خیانت کی نذر ہوگی۔ وہ یہ ہے؛

Marfat.com

اما اذا قرأ مکان الذال ظا أو مکان الضاد ظاء او علی القلب تفسد الصلوٰۃ وعلیہ اکثر الائمۃ۔

بہرحال جب ذال کی ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔

(منیۃ المصلی ص ۱۱۸)

عبارات فقہا کی توضیح

سرفراز صاحب کی اس خیانت کو ظاہر کرنے کے بعد اب ہم ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ جس سے انشاء اللہ ظاہر ہو جائے گا کہ فقہاء کرام کی عبارتوں میں جو بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے۔ جسے سرفراز صاحب خوغا سے تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ سب ایک ہی بات پر متفق ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ان مختلف اقوال میں تطبیق کے لئے تمہید شروع کریں۔ ان اختلافات کی نشاندہی کئے دیتے ہیں۔

۱۔ امام فضلی نے جان بوجھ کر ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا۔
۲۔ اکثر ائمہ نے فساد نماز کا سبب قرار دیا۔
۳۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ کتب اصول میں تحریر ہے:

وھو اسم للنظم والمعنی جمیعًا۔

قرآن۔ لفظ اور معنے دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

(نور الانوار ص ۹، حسامی ص ۶)

پس جس شخص نے قرآن کے ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا تو اس صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اس تبدیل شدہ لفظ کی نظیر قرآن میں موجود ہوگی۔ اور معنی بھی مناسب ہوگا۔ اور یا اس کی نظیر قرآن میں نہ ہوگی۔

پہلی صورت میں لفظ نہ بدلا۔ اور نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسے کوئی شخص لیغیظ کی ضاد کو ضاد سے بدل کر لیغیض پڑھے۔ کیونکہ لیغیض کی نظیر غیض الماء قرآن

Marfat.com

میں موجود ہے۔ اور معنی بھی مناسب ہے۔ کیونکہ غیض کا معنی ہے "کم ہونا" پس لیغیظ بھم الکفار کا معنی ہے "تاکہ کفار کو جلا دے" اور لیغیض بھم الکفار کا معنی ہے "تاکہ کفار کو کم کر دے" اور ان کی مناسبت ظاہر ہے۔

اور دوسری صورت میں یعنی حرف بدل گیا ہو۔ اور اس کی نظیر قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔ پس لفظ تو بہر حال متغیر ہو گیا۔ اور معنی کے اعتبار سے تین احتمال ہیں۔ یا تو لفظ بدل دینے کے بعد بھی اصل معنی برقرار رہا۔ جیسے کوئی شخص لیغیظ میں ظاء کی جگہ ذال پڑھے۔ کیونکہ دونوں کا ایک معنی ہے۔ قاموس میں ہے المغتاذ المغتاظ پس اس صورت میں صرف لفظ بدلا ہے۔ معنی نہیں بدلا۔ لہذا نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر اصل معنی باقی نہ رہا تو یا تو تبدیلی کے لفظ مہمل رہ جائے گا یعنی اس کا کوئی معنی نہ ہو جیسے مغضوب میں کوئی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے۔ کیونکہ اس لفظ کا کوئی معنی نہیں۔ غنیۃ المستملی میں ہے۔ غظب بالظاء لیس لہ معنی اور یا اس لفظ کا معنی تو ہوگا۔ مگر یہ معنی لفظ قرآن کے خلاف اور اس کا مغیّر ہوگا۔ جیسے کوئی شخص تلذّ کی ذال کو ظاء سے بدل کر تلظّ پڑھے کیونکہ تلذّ لذت سے ماخوذ ہے۔ اور تلفظ کا معنی لزوم ہے۔ (شرح المنیۃ ص ۴۴۹)

پس آخری دو صورتوں میں بھی جس نے مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا یا تلذّ کی جگہ تلفظ پڑھا۔ قرآن کا لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔ پس یہ وہ الفاظ نہیں جنہیں اللہ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ اور جنہیں جبرائیل امین نے حضور پر اور حضور نے صحابہ پر پڑھا۔ اور ان پر غیر قرآنی الفاظ کو پڑھنے والا تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ عمداً غیر قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھتا ہے۔ اور یہ کفر خالص ہے۔ اور من افترى على الله كذبا (اللہ تعالے پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا) کے تحت داخل ہے۔ پس جن فقہاء نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا۔ وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ اور یا وہ غیر قرآن کو غیر قرآن سمجھتا ہے۔ لیکن عمداً نماز میں قرآنی کلمات (یعنی انسانی کلام) کو داخل کرتا ہے۔ پس اس

Marfat.com

کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ انسانی کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انّ صلاتنا ھذہ لا یصلح فیھا شیئ من کلام النّاس۔ — تحقیق ہماری ان نمازوں میں دنیاوی باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اکثر ائمہ کرام جنہوں نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو فساد نماز کا سبب قرار دیا۔ اسی صورت پر محمول ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قاری انتہائی کوشش سے اپنے خیال میں لفظ کو اس کے مخرج سے ادا کرتا ہے۔ لیکن ادائیگی دوسرے لفظ کے مخرج یا اس کے مشابہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں عموم بلویٰ کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ کیونکہ یکلف اللہ نفسًا الاّ وسعھا۔ (اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ اور بعض مشائخ جنہوں نے کہا ہے نماز فاسد نہ ہو گی۔ ان کا قول اسی صورت پر محمول ہے۔

فقہاء کرام کی عبارتوں کو سوچے بغیر سرفراز صاحب کا انہیں نوغا سے تعبیر کرنا۔ چھوٹا منہ بڑی بات کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور ان کا تفصیل تفصیل کی رٹ لگانا حقیقت میں ان عبارات کو سمجھنے کے لئے تھا۔ جو بہر حال ہم نے انہیں سمجھا دی ہیں۔ لیکن استفادہ کا یہ انتہائی غیر محمود طریقہ ہے۔ جسے دیوبند کے اس فاضل نے ایجاد کیا ہے۔

دیوبند کے اہل حق کی قرآن میں لفظی تحریف

صدر الافاضل کی تفسیر نقل کرنے کے بعد

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

> "مولوی صاحب نے عوام کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والوں کی امامت جائز نہیں — تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اہلِ حق کے پیچھے نماز نہیں ہوتی" (تنقید متین ص ۷۰)

Marfat.com

سوال یہ ہے کہ یہ اہلِ حق ضاد کی جگہ ظار پڑھتے ہی کیوں ہیں۔ کیا انہیں قرآن میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے ہوئے کوئی خدا کا خوف دامنگیر نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہیئے کہ غیر قرآن کو قرآن قرار دیتے ہیں اور جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں انہیں کوئی حیا نہیں آتی۔ اور کذب باری کا عقیدہ (دیوبندیوں کے ایک خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے) کیا۔ اسی عذر کے لیئے تو ایجاد نہیں کیا تھا۔

عمومِ بلویٰ کا جواب

نام نہاد اہلِ حق کی اسی تحریف پر عذر لنگ پیش کرتے ہوئے سرفراز صاحب قاضی خان کی عبارت بے سمجھے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "اس سے معلوم ہوا کہ ضاد۔ ظا اور ذال کو عموم بلوی اور تمیز میں مشقت کی وجہ سے ایک دوسرے کے مقام پر پڑھنے میں وسعت دی گئی ہے۔ کہ اگر الضالین کو الظالین پڑھا گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی"
> (تنقید متین ص ۴۲)

اولاً تو یہ فقہاء کرام پر محض بہتان ہے کہ انہوں نے علی الاطلاق ضاد کو ظار پڑھنے کی اجازت دی ہے، سرفراز صاحب نے قرآن کریم میں تحریف ثابت کرنے کے لیئے یہ من گھڑت بات لکھی ہے۔ ورنہ فقہاء کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ کہ وہ تحریف خالص اور کفر صریح کی اجازت دیں۔

ثانیاً یہ کہ الضالین کو الظالین پڑھنے کا سبب تو آپ نے مخارج میں عدم تمیز قرار دیا ہے۔ تو کیا پورے دیوبند کے قرأت خانہ میں ایک بھی قاری ایسا نہیں جو الضالین کو الضالین پڑھے۔ اور دیوبند کے اکابر و اصاغر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ضاد اور ظار کے مخارج اور صفات میں تمیز کر سکے۔ قرآن میں تحریف کی بنیاد آپ نے رکھی بھی تو ایسی رکھی جس نے پوری امت دیوبند کی بے علمی کا راز فاش کر دیا۔

Bustan-ul-Aloom
Mujahid Abad Kadhala

Marfat.com

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ حرف ضاد اور ظاء کی تمیز خاصی مشکل ہے اور ان کی ادائیگی میں خاصی مشقت ہوتی ہے۔" (تنقید متین ص ۴۲)

اور یہی بات ہم آئندہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اہلِ دیوبند کو ضاد اور ظاء کے مخارج میں تمیز نہیں ہے۔ عوام تو خیر عوام ہیں۔ ان کے علماء کو بھی اتنی تمیز اور سلیقہ نہیں۔ کہ ضاد کس طرح پڑھا جاتا ہے۔ نیز دیوبند کے علماء کی غلطی پر عموم بلوی سے استدلال کرنا بھی عجب بھونڈی منطق ہے۔ اس بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عموم بلوی سے عوام کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے خواص کے لئے نہیں۔ کیا دیوبند کے تمام علماء اور قاری حضرات عوام میں داخل ہیں کہ ان کی بے تمیزی اور غلط پڑھنے کو عموم بلوی کی وجہ سے معاف کر دیا جائے۔

ثالثاً یہ کہ فقہاء کرام نے خطاءً اور نسیاناً ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والے کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ نہ کہ عمداً ظاء پڑھنے والے کو اور ذریت دیوبند نہ صرف یہ کہ عمداً ظاء پڑھتی ہے۔ بلکہ وہ ظاء پڑھنے پر اصرار کرتی ہے۔ اور اس نے اس تحریف کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ جیسا کہ سرفراز صاحب کو بھی اقرار ہے۔

"کہ اہلِ حق ضاد کی جگہ ظاء پڑھتے ہیں۔"

اور جو عمداً ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اس کی نماز بہر حال فاسد ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اسی بحث میں ہے فقہاء فرماتے ہیں:

غیر المغضوب بالظاء والظالین بالذال او بالضاد قال بعضهم لا تفسد هم ابو القاسم الصفار ومحمد بن سلمة وكثير من المشائخ افتوا به لعموم

غیر المغضوب کو ظاء سے پڑھنا یا ظالین کو ضاد سے پڑھنا۔ بعض نے کہا کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور وہ ابو القاسم صفار اور محمد بن سلمہ ہیں اور بہت سے مشائخ نے اس پر عموم بلوی کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ کیونکہ

Marfat.com

البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وقال امام ابو المحسن والقاضی الامام ابوالعاصم ان تعمد ذلک تفسد ان جری علی لسانه او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین لاتفسد۔ (خزانۃ المفتی)

عوام مخارج حروف کو نہیں جانتے اور امام المحسن اور قاضی امام ابوالعاصم نے کہا کہ جس نے جان بوجھ کر ایسے پڑھا، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی زبان پر بلا قصد جاری ہوا یا وہ ان دو حرفوں کے درمیان تمیز نہ کر سکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

خزانۃ الاکمل کی اسی بحث میں ہے؛

اذا قرء مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن ارحسن ان یقال ان تعمد ذلک تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا اما لوکان مخطئا ارادالصواب فجری ھکذا علی لسانہ او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی فھی غلط جائز بہ الصلوٰۃ۔

جب ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا پس قاضی محسن نے کہا۔ بہترین قول یہ ہے کہ اگر اس نے قصداً ایسا کیا ہے۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ عالم ہو یا جاہل اور اگر صحیح حرف ادا کرنے کی کوشش میں غلط حرف زبان پر آ گیا یا وہ دو حرفوں میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ تو وہ لفظ تو اس نے بہرحال غلط ہی پڑھا۔ لیکن نماز ہو جائے گی۔

(عالمگیری ج ا ص ۷۱، ردالمختار ج ا ص ۴۴۴)

ان عبارات سے یہ امر خوب واضح ہو گیا ہے کہ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا بہر کیف غلط ہے۔ اگر یہ غلطی دیدہ دانستہ کی گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر بے علمی اور عدم تمیز کی بناء پر یہ غلطی ہوئی تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔ اور جن عبارتوں کو سرفراز صاحب ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کے جواز پر لائے ہیں۔ ان کا اس کے سوا اور کوئی محمل نہیں ہے۔ اور سرفراز صاحب نے جس طرح ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ قرآن میں تحریف کرنے کی ایک انتہائی مذموم حرکت ہے اور اسرائیلی کوشش ہے۔ غیر قرآن کو قرآن قرار دینے کا ایک کلیسائی حربہ

Marfat.com

ہے۔ اور ہم سطور سابقہ میں محیط برہانی کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس طرح ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا کفر خالص ہے۔ اور ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا کا مصداق ہے۔

ضاد کو عمداً ظاء پڑھنا کفر ہے

محیط برہانی کا حوالہ شرح فقہ اکبر سے نقل کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع پر صاحب جامع الفصولین کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

یقراء الظاء مکان الضاد یقرء کیف شاء اصحاب الجنۃ مکان اصحاب النار لم تجز امامتہ ولو تعمد کفر۔

جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجنۃ کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ اس کی امامت تو بہرحال جائز نہیں (خواہ عمداً پڑھے یا سہواً) اگر عمداً پڑھتا ہے تو کافر ہو گیا۔

(جامع الفصولین ج ۲ ص ۳۱۶)

اب ذرا سرفراز صاحب منظرِ قیامت کو سامنے رکھ کے اور خوف آخرت کو دل میں جگہ دے کر غور کریں کہ مسئلہ تو امام اور مقتدی دونوں کے لئے یکساں ہے پھر صاحب جامع الفصولین نے امام کا مسئلہ بالخصوص کیوں ذکر کیا۔ صدر الافاضل پر سرفراز صاحب نے اس اعتراض کی بناء قائم کر کے جو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کی ہے۔ اور منہ پھٹ ہونے کی وجہ سے جو منہ میں آیا کہتے چلے گئے ہیں۔ کیا اس تمام یاوہ گوئی کا رجوع صاحب جامع الفصولین کی طرف نہیں ہوتا۔ یہ کیسا ظلم اور صریح بے انصافی ہے کہ اگر صاحب جامع الفصولین صرف امام کا مسئلہ بیان کریں۔ تو آپ کے صبر و اطمینان میں کوئی فرق نہ آئے اور وہی بات صدر الافاضل نے فرمائی تو آپ اس طرح چیخ اٹھے۔ جیسے قصرِ دیوبند میں زلزلہ آگیا ہو۔

حرفِ ضاد کی تخصیص کا جواب

رہا گکھڑوی صاحب کا یہ اعتراض کہ فقہاء کرام کا یہ ضابطہ تو تمام حروف کو شامل ہے۔ پھر ضاد اور ظاء کا مسئلہ ہی کیوں بیان کیا۔ جواب یہ ہے کہ

Marfat.com

اوّل تو خصوصیت مقام قرینہ ہے۔ کیونکہ ولا الضالین میں ضاد کا ذکر ہے۔ اور ضاد کے ظاء سے ملتبس ہونے کا شائبہ تھا۔ اس لئے اس کے مسئلہ کو بیان کر دیا۔
ثانیاً یہ کہ چونکہ دیوبند کے اہلِ حق نے قرآن میں تحریف کرنے کے لئے حرفِ ضاد کو خاص کر لیا ہے۔ اس لئے صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی بالخصوص ضاد کے مسئلہ کو بیان کر دیا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ امام نے جواز مسح خفین کے اعتقاد کو اہلِ سنت کی علامت قرار دیا ہے۔ حالانکہ دوسری سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن چونکہ مبتدعین شدت کے ساتھ موزوں پر مسح کا انکار کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے جواز مسح کو اہلِ سنت کی علامت قرار دیا۔ نہ کہ باقی سنن کے عمل یا جواز کو حالانکہ ان کا بھی یہی حکم ہے۔
ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

سئل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ عن مذھب اھل السنۃ والجماعۃ فقال ان تفضل الشیخین ای ابابکر وعمر رضی اللہ عنھما وتحب الختنین ای عثمان وعلیا رضی اللہ عنھما وتری المسح علی الخفین وتصلی خلف کل برّ وفاجر۔

امام ابو حنیفہ سے مذہب اہلِ سنت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ شیخین یعنے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت دو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو دامادوں یعنی عثمان اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرو۔ اور موزوں پر مسح کے جواز کا اعتقاد رکھو اور ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔

(شرح فقہ اکبر ص ۷۶)

اگر آپ کو ضاد کی خصوصیت سے شکوہ ہے۔ تو قرآن کریم کے اس خاص حرف میں تحریف کرنا چھوڑ دیجئے۔ ہم بھی آپ کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔

امامت کی تخصیص کا جواب

باقی رہا یہ کہ مسئلہ امام و مقتدی سب کے لئے یکساں ہے۔ تو امام کی تخصیص کیوں کی گئی ہے۔ جواب یہ ہے کہ جب یکساں ہے۔ تو خواہ امام کے بارے

Marfat.com

میں بتایا جائے یا مقتدی کے بارے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ بلکہ مقتدی کی نسبت امام کے لئے مسئلہ بیان کرنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ مقتدی کی نماز فاسد ہونے سے ایک کی نماز فاسد ہوگی اور امام کی نماز کے فساد سے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں امام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ امام کو عالم اور قاری ہونا چاہیئے۔ بخلاف عوام کے کیونکہ اقتدار کے لئے تجوید و قرأت کا جاننا ضروری نہیں ہے۔ بات تو بالکل سیدھی اور صاف تھی۔ ناراضگی کی وجہ نہ تھی۔ مگر شاید آپ کو اپنی امامت کا خطرہ پڑ گیا تھا۔ کہ اگر لوگ اس حقیقت پر مطلع ہو گئے کہ ضاد کو ظا پڑھنے والے کی امامت صحیح نہیں۔ تو پھر آپ کی امامت جاتی رہے گی۔ اور روٹیوں کے لالے پڑ جائیں گے۔ کاش آپ نے دنیاوی چند روزہ روزگار کے بجائے متاع آخرت کو ترجیح دی ہوتی۔ خدا کے خوف کو دل میں جگہ دے کر ضاد کو ضاد ہی پڑھا ہوتا۔ اناللہ لحافظون کی لاج رکھی ہوتی۔ چند سنہری سکوں کے عوض قرآن کو نہ بدلا ہوتا۔

Marfat.com

مروّجہ ایصالِ ثواب

ومما رزقنٰھم ینفقون کے تحت صدرالافاضل رحمہ اللہ نے فرمایا۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے، جیسے دوسری جگہ فرمایا یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ یا مطلق انفاق خواہ فرض وواجب ہو۔ جیسے زکوٰۃ ونذر اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ خواہ مستحب جیسے صدقاتِ نافلہ۔ اموات کا ایصالِ ثواب مسئلہ گیارہویں۔ فاتحہ۔ تیجہ۔ چالیسواں وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ کہ وہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں اور قرآنِ پاک وکلمہ شریف کا پڑھنا نیکی کے ساتھ اور نیکی ملا کر اجر وثواب بڑھ جاتا ہے۔

سرفراز صاحب نے صدرالافاضل رحمہ اللہ کی اس محققانہ تفسیر پر تنقید کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ صہیونی چابکدستی سے اس عبارت میں قطع برید کی جائے۔ چنانچہ مسئلہ گیارہویں سے پہلے مذکور تمام عبارت مقراضِ گھرڑ کی نذر ہو گئی۔ اور اس مذموم جسارت سے سرفراز صاحب کا مدعا یہ ہے کہ عوام کو یہ سمجھایا جا سکے کہ اہلِ سنت کے نزدیک ممارزقنٰھم ینفقون کی تفسیر مسئلہ گیارہویں اور اس کے لواحقات کے سوا کچھ نہیں۔

تقرب لغیر اللہ کی بحث سرفراز صاحب رقمطراز ہیں:

"گیارہویں کے بارے میں عوام الناس کے مختلف نظریات ہیں بعض جہلاء کا تو یہاں تک خیال ہے کہ اگر بڑے پیر صاحب کے نام پر مقررہ تاریخ پر گیارہویں نہ دی گئی تو جانی اور مالی طور پر ناقابلِ برداشت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ گھر میں بیماری پڑ جائے گی۔

Marfat.com

کھیتی، تجارت اور کاروبار میں خسارہ ہوگا۔ اگر گیارہویں کا دودھ نہ دیا گیا تو دودھ دینے والے جانوروں کے تھنوں میں کیڑے پڑجائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر بروقت گیارہویں ادا کردی گئی تو سب کام ٹھیک ٹھاک رہیں گے۔ اور جان ومال اور کاروبار میں گوناں گوں برکت ہو جائے گی۔ ظاہر امر ہے کہ غیراللہ سے خوف ورجا اور امید وبیم کے اسی نظریہ کو تقرب لغیراللہ کہا جاتا ہے۔ جس کے حرام اور شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔" (تنقید متین ص ۴۷)

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس کوئی تحریری یا تقریری شہادت موجود ہے۔ جس کی بناء پر آپ نے بعض جہلاء کا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اب تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو آپ نے خلاف واقعہ ایک عقیدہ وضع کر کے اُسے جعلی طور پر جہلاء کی طرف منسوب کیا۔ یا آپ نے خلافِ نصوصِ شرعیہ سادہ لوح عوام کے حق میں یہ بدگمانی کی ہے یا پھر آپ خود کو علیمٌ بذات الصدور سمجھتے ہیں۔ اور یہ دعویٰ فاسدہ رکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں جھانک کر ان کے عقائد معلوم کر لیتے ہیں۔ آخر ہمیں بھی تو سمجھائیں کہ بغیر کسی سند اور دلیل کے اور بغیر کسی شہادت کے آپ نے کیسے بعض لوگوں کے عقیدہ پر اطلاع حاصل کر لی۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں کہ مطلقاً کسی سے نفع وضرر پہنچنے کا عقیدہ رکھنا اور اس سے تقرب حاصل کرنا شرک ہے۔ یا اس عقیدہ کو بطور عبادت رکھنا شرک ہے۔

پہلی صورت میں لازم آئے گا کہ زہر میں ضرر اور تریاق میں نفع سمجھنا اور آپ کا اصنام دیوبند سے تقرب حاصل کرنا یہ سب شرک ہو۔ اور دوسری صورت میں یعنی اگر کسی کو بحیثیت عبادت نفع اور نقصان پہنچانے والا اعتقاد کرنا اور تقرب بطور عبادت شرک ہو تو پھر آپ کا مدعا باطل ہوگیا۔ کیونکہ اس کا تو آپ بھی انکار نہیں کرسکتے۔ کہ جہلاء بڑے پیر صاحب کی عبادت نہیں کرتے نہ انہیں معبود

Marfat.com

سمجھتے ہیں، ذرا خدا کے خوف کو دل میں جگہ دے کر ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

انا لا نسئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الادمی بھذا النحر۔
(در المختار ص ۲۴۰)

ہم کسی مسلمان کے حق میں ہرگز یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس فعل ذبح کے ذریعہ کسی آدمی کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں:

ای علی وجہ العبادت لانہ المکفر وھذا یعبد من حال المسلم۔
(رد المختار ج ۵ ص ۲۰۳)

یعنی شارح کی مراد تقرب سے۔ تقرب بطور عبادت ہے اس لئے کہ تقرب بطور عبادت ہی موجب شرک ہے اور ایسا تقرب مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

دیدۂ عبرت کے لئے یہ سند کافی ہے کہ شرک کا مدار کسی کو معبود سمجھنے پر ہے آپ اگر واقعی مسلمانوں کو مشرک بنانے پر تلے ہوئے ہیں تو پھر یہ ثابت کیجئے کہ جہلاء بڑے پیر کو معبود سمجھ کر پوجتے ہیں۔

آیئے اب ہم آپ کو بتائیں کہ اپنے پیروں بلکہ مولویوں کو بھی معبود سمجھ کر کون پوجتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے محمود حسن صاحب رشید احمد گنگوہی کی موت پر مرثیہ خوانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

تمہاری تربتِ انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کھوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۱۲)

اب آپ خود خیال کیجئے کہ طور پر کس ذات نے تجلی فرمائی تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے کس ذات کے دیکھنے کے لئے بار بار اَرِنی فرمایا تھا۔ اور محمود حسن صاحب کس کی قبر کو طور اور کس کے دیکھنے کو اَرنی کہہ رہے ہیں اور یہ آپ کی طرح یوں ہی بے سند بات نہیں ہے۔ دیوبند بھارت اور پاکستان کے بے شمار

Marfat.com

دیوبندی پریسوں کے مطبوعہ مرثیہ میں یہ شعر موجود ہے۔

نذر پوری نہ ہونے پر ضرر کے ترتب کا عقیدہ آپ نے عوام اہلِ سنت یا جہلاء کی طرف بلا شہادت منسوب کردیا۔ اس پر کوئی حوالہ یا سند لانے سے آپ عاجز رہے۔ لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ خود آپ کے سلوف میں موجود ہے۔ اور اس پر شہادت پیش کریں گے۔ وہ شاہ ولی اللہ جنہیں امتِ دیوبند اپنا واحد سہارا سمجھتی ہے۔ اپنے والد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی کرامات کے باب میں ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت ایشاں میفرمودند فرہاد بیگ را مشکلے پیش آمد نذر کرد بارِ خدایا اگر ایں مشکل برآمد ایں قدر مبلغ حضرت ایشاں ہدیہ برم آں مشکل مندفع شود۔ و آں نذر از خاطر او رفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری بسبب عدم وفاءِ نذر است راگر اسپ خود مے خواہی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

(انفاس العارفین ص ۵۲)

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل آ پڑی۔ اس نے نذر مانی کہ اے خدا اگر یہ مشکل حل ہوگئی تو میں اس قدر ہدیہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ مشکل حل ہوگئی اور وہ نذر پوری کرنا بھول گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا گھوڑا بیمار ہوگیا اور ہلاکت کی دہلیز تک آپہنچا۔ میں اس بیماری اور ہلاکت کے سبب پر مطلع ہوا اور ایک خادم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ یہ بیماری نذر پوری نہ کرنے کے سبب سے ہے۔ اگر گھوڑے کی خیریت چاہتا ہے تو فلاں نذر جسے فلاں جگہ مانا تھا پوری کر۔ وہ اپنے فعل پہ نادم ہوا اور نذر ارسال کی اور اسی وقت اس کا گھوڑا شفایاب ہوگیا۔

Marfat.com

اللہ اکبر آپ کہتے ہیں کسی کو نافع وضار سمجھنا بھی شرک ہے۔ تقرب لغیر اللہ بھی شرک ہے۔ اور شاہ صاحب فرہاد بیگ کو اپنے تقرب اور اپنے نفع ضرر کی تلقین کر رہے ہیں۔ تو پھر آپ کے نزدیک فرہاد بیگ تو خیر مشرک ہوا ہی لیکن شاہ صاحب کا مقام آپ کے ہاں ابلیس سے کیا کم ہوگا۔ کیونکہ اہل فہم پر مخفی نہیں کہ لوگوں کو اپنی عبادت پر راغب کرنا شیطان لعین ہی کا کام ہے۔ عقائد جہلاء پر غیر مسلح حملہ کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی تو خبر لی ہوتی۔ اگر آپ کے دل میں انصاف کا کوئی شمہ بھی موجود ہے تو شاہ عبدالرحیم صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب سے ان سب سے بیزاری کا اظہار کریں۔ حیرت ہے کہ جو لوگ آپ کے فتویٰ کی زد میں آکر مشرک قرار پاتے ہوں۔ آپ انہیں کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ اور انہی کی عبارتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ صرف یہی ایک مقام نہیں دیوبند کے تمام عقائد و اعمال کا یہی حال ہے۔ جن امور کو وہ ببانگ دہل کفر و شرک حرام و بدعت کہتے ہیں۔ ان تمام امور میں ان کے اکابر و اصاغر سر سے پاؤں تک غرق ہیں۔ اور وہ بھی پھر اہل حق ہیں۔ آخر کب تک دیوبند کے ان بتوں کی پوجا ہوگی۔

بارہ سال کا بیڑا

"سرفراز صاحب نے غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی مشہور کرامت (بارہ سال کے غرق شدہ بیڑا کو پار لگانا) کو افسانہ اور مفتی احمد یار خان صاحب رحمہ اللہ کی گپ قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض قائم کیا کہ ولی کامل کے بارے میں یہ کیوں کر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ مثلاً ایک سیر دودھ یا سیر چاول کے نہ ملنے کی وجہ سے جوش انتقام سے لبریز ہو کر عین شادی کے موقع پر نوجوان کا بیڑا غرق کر

Marfat.com

کر دے!" (تنقید متین ص ۴۸)

جواباً گذارش ہے کہ اولاً تو آپ نے غوث اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ پر خالص افترا باندھا ہے۔ کہ انہوں نے گیارہویں وصول نہ ہونے کی بنا پر نوجوان کا مع براتیوں کے بیڑا غرق کر دیا۔ اور بارہ سال بعد گیارہویں وصول کر کے بیڑا اترا دیا۔ ہماری تحقیق کے مطابق اصل واقعہ یوں ہے کہ:

"ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم کو دریا ئے کے کنارے ایک مغموم بڑھیا نظر آئی۔ دریافت حال پر معلوم ہوا کہ بارہ سال ہوئے اس کا جوان سال بیٹا مع براتیوں کے غرق ہو چکا ہے۔ دینی اور اسلامی محبت سے آپ کا دل بھر آیا۔ اور آپ نے سجدہ میں سر رکھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ اس بڑھیا کے بیٹے اور براتیوں کے غرق شدہ بیڑے کو نکال دے۔ کارساز حقیقی اور قادر مطلق نے اپنے بندہ کامل کی دعا منظور فرمائی اور غرق شدہ بیڑے کو نکال دیا"

(بحوالہ سلطان الاذکار فی مناقب الابرار)

ثانیاً اس واقعہ کے محال ہونے کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ غرق شدہ بیڑے کو پار لگانا اللہ تعالٰی کی قدرت سے باہر ہو۔ اور یہ قطعاً باطل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ علیٰ کلِّ شیءٍ قدیر کیسی افسوسناک بات ہے کہ جب آپ اللہ تعالٰی کے کذب اور زنا جیسی قباحت کو جو اللہ کے لئے محال بالذات ہے ثابت کرتے ہیں۔ تو قدرتِ الٰہیہ کا وظیفہ رٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ محال بالذات تحت قدرت نہیں ہوتا اور بارہ سال کے ڈوبے ہوئے جہاز کو نرانا جو امر ممکن اور جائز الوقوع ہے۔ اسے قدرتِ الٰہیہ سے اس قدر بعید سمجھتے ہیں۔ کہ اس کی بے سروپا تاویلیں شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ مردوں کو زندہ کرنا قدرتِ الٰہیہ میں صرف ممکن ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے جیسے حضرت عزیر کے واقعہ میں سو سال بعد دراز گوش کو زندہ کرنا اور حضرت

Marfat.com

عیسےٰ علیہ السلام کے متعدد واقعات میں جدید و قدیم مردوں کو زندہ کرنا ہے۔
ثالثًا اگر آپ اس واقعہ کو قدرت الٰہیہ میں جائز الوقوع مانتے ہیں۔ تو پھر اس کے محال ہونے کی ایک ہی وجہ رہ جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے ولی کی دعا سے کوئی خلافِ عادت کام نہ ظاہر فرماتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل آتے تھے۔ اور آصف بن برخیا کو اللہ تعالیٰ نے مسافتِ کثیرہ سے پلک جھپکنے سے پہلے تختِ بلقیس لانے پر قادر کر دیا جیسا کہ آپ کے حکیم الامت نے بھی اپنے ترجمہ میں اس واقعہ کا اسناد آصف بن برخیا کی طرف کرکے اس کو تسلیم کرلیا ہے۔ اور یہ وہ امور خلاف عادت ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے سابقہ ادیان کے اولیاء پر ظاہر فرمایا۔ پھر امت محمدیہ کے اولیاء پر اور خصوصًا اس عظیم الشان ولی پر جو قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی کی شان رکھتا ہو۔ کرامت کا دروازہ کس طرح بند ہو جائے گا۔

حدیث قدسی میں ہے:

ولئن سالنی لاعطینہٗ۔ اگر میرا ولی مجھ سے سوال کرے تو میں اُسے ضرور عطا فرماؤں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

تو پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے غوث اعظم کی دعا قبول نہ کرکے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ یا تو آپ رافضیوں کی طرح حضرت غوث اعظم کو ولی نہیں سمجھتے (العیاذ باللہ) یا خدا کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ

رابعًا ابھی انفاس العارفین سے گزر چکا ہے۔ کہ آپ کے مسلم پیر شاہ عبدالرحیم نے نذر وصول نہ ہونے پر ایک گھوڑے کا بیڑا غرق کر دیا اور نذر لے کر چھوڑی۔ گستاخی معاف یہ انتقام کس شریعت سے جائز ہو گا۔

خامسًا اگر آپ ڈوبے ہوئے جہاز کے ترانے کے انکار پر اصرار ترک نہیں کرتے تو کرامات امدادیہ کا مطالعہ کیجئے۔

اشرف علی تھانوی کے پیر کی ایسی کئی کرامتیں مل جائیں گی۔ اور اگر مردہ زندہ

Marfat.com

کرنے کو آپ محال سمجھتے ہوں تو مرثیہ گنگوہی ملاحظہ کریں۔ یہ ایک اجمالی گفتگو ہے۔ تفصیل انشاء اللہ العزیز ہم آیندہ سطور میں پیش کریں گے۔ نیز بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی ترا دینے والا واقعہ بہرحال نص قطعی سے تو ثابت ہے نہیں۔ کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ اس قسم کے واقعات خطابیات کے قبیل سے ہوتے ہیں۔ جو اگر روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہوں اور اصولِ دین سے متعارض نہ ہوں تو انہیں ظن کے درجہ میں مان لینا کافی ہوتا ہے۔ سرفراز صاحب کی اصل چونکہ اعتزال پر مبنی ہے۔ اس لئے انہوں نے غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کی اس کرامت کو روایۃً تو طوعًا وکرہًا تسلیم کیا۔ لیکن درایۃً تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی یہ تاویل کی ہے کہ:

"کسی بڑھیا کا کوئی بیٹا دس بارہ سال آوارگی کے دریا میں غوطے کھاتا رہا ہوگا اور شیخ کی دعا سے ہدایت پا گیا ہوگا۔"

(تنقید متین ص ۴۴ ملخصا)

جواب یہ ہے کہ کسی بھی واقعہ کو اس کے ظاہر سے ہٹانے کی ضرورت اُس وقت پیش آتی ہے۔ جب اس کے ظاہری محمل پر کوئی استحالہ شرعی یا عقلی لازم آتا ہو۔ اور بارہ سال بعد ڈوبے ہوئے سفینہ کو ترا دینا ایک امر خلافِ عادت ہے۔ اور اس کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے۔ جیسا کہ ہم سطور گذشتہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

وکرامته ظهور امر خارق للعادة غیر مقارن لدعوی النّبوة۔

ولی کی کرامت اس کا کسی امر خلاف عادت کو ظاہر کرنا ہے جو دعوٰی نبوت کے ساتھ مقرون نہ ہو۔

(شرح عقاید ص ۱۰۱)

اور اگر اب بھی آپ کو پس و پیش ہے تو ارواحِ ثلاثہ کا مطالعہ کیجئے۔ جو الف سے لے کر یا تک سلوف دیو بند کی من گھڑت کرامات سے بھری پڑی

Marfat.com

ہے۔

اشرف علی تھانوی کی گپ

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں؛

"میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ شاہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالےٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے۔ بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے۔ آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی۔ اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں۔ اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ سمیع و بصیر اور کارساز مطلق ہے۔ اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا۔ ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ۔ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اُٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا ہے۔ کمر کیوں چھلی۔ فرمایا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا۔ آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے۔ اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا۔ اس میں تمہارا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اُٹھا لیا۔ جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی۔ اسی لئے چھل گئی ہوگی اور

Marfat.com

اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا"

(کرامات امدادیہ ص ۳۵)

سرفراز صاحب چونکہ کراماتِ اولیاء کو میزانِ اعتزال سے تولتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی خدمت میں ہم بھی اس واقعہ پر کچھ گذارشات پیش کرتے ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ کے نزدیک ما فوق الاسباب امور میں غیر اللہ سے استعانت کرنا شرک ہے۔ اور اشرف علی تھانوی کے اس دوست نے امور مافوق الاسباب میں ہی استعانت کی ہے۔ اب آپ اس کو مشرک قرار دیں گے۔ یا شرک کی خودساختہ تعریف سے رجوع کریں گے۔

ثانیًا یہ کہ حاجی امداد اللہ نے جو مافوق الاسباب امر میں امداد کی ہے تو اب انہیں خدا کا شریک قرار دیں گے یا اپنی گمراہی سے تائب ہوں گے۔

ثالثًا یہ کہ اشرف علی تھانوی نے اس روایت پر اعتقاد رکھا اور اس کا بیان کیا۔ اب انہیں مبلغ شرک اور ابلیس قرار دیں گے۔ یا اپنے بیان کو ابلیسی منطق ٹھہرائیں گے۔

رابعًا یہ کہ امید و خوف میں آپ کے پیر بھائی نے حاجی صاحب کی طرف توجہ کی۔ تو اس نے حاجی صاحب کو قادرِ مطلق مانا یا نہیں۔ اگر نہیں تو غوث اعظم کی طرف اس حال میں توجہ کرنے سے ان کا قادر مطلق ماننا کس طرح لازم آئیگا۔

خامسًا یہ کہ حاجی صاحب باوجود شہر سے کہیں نہ جانے کہ سمندر میں جہاز بھی کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ سمندر میں حاجی صاحب بعینہٖ موجود تھے یا جسم مثالی کے ساتھ بر تقدیر اوّل تکثر جزی لازم آئے گا۔ بر تقدیر ثانی مثل شئی ہوتی ہے۔ پس لازم آیا کہ کندھا دینے والا حاجی صاحب کا غیر ہو نہ کہ خود حاجی صاحب۔

سادسًا یہ کہ جو آدمی ایسا قادر ہو کہ کوسوں میل مسافت آنِ واحد میں طے کر کے بحری جہاز سیدھا کر دیتا ہو۔ وہ اپنی کمر سے درد کو کیوں نہیں دور

Marfat.com

کر سکتا۔

سابعًا جو شخص کمر دبوانے میں اپنے مرید کا محتاج ہے۔ وہ جہاز میں بیٹھے ہوئے سینکڑوں آدمیوں کی حاجت روائی کیونکر کر سکتا ہے۔

ثامنًا یہ کہ اشرف علی تھانوی کے دوست نے اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور ان کی بارگاہ میں عرض کی اور وہ اس کی امداد کو آپہنچے۔ سوال یہ ہے کہ حاجی امداداللہ صاحب ہر وقت ہر جگہ اپنے مریدوں کے حال پر مطلع اور ان کا کلام سنتے رہتے ہیں یا نہیں۔ بر تقدیر ثانی یعنی جب انہیں ہر وقت ہر جگہ کے حال کا علم نہیں تو اس وقت اس جگہ کے حال کا کیسے علم ہو گیا۔ نیز اس پر کونسی عقلی اور شرعی دلیل قائم ہے۔ اور بر تقدیر اول یعنی جب حاجی صاحب کو ہر وقت ہر جگہ کا علم حاصل ہے تو بتلایئے کہ وہ اس صفت سے خدا کے شریک ہوئے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حضور علیہ السلام کے لئے علم کلی ماننے سے کوئی شخص کیسے مشرک ہو جاتا ہے۔

تاسعًا یہ کہ خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن اُٹھایا تو کمر چھلی ہوئی تھی اور کئی جگہ سے کھال اُتر گئی تھی۔ اس میں یہ گذارش ہے کہ جب کسی جگہ سے کھال چھل جائے تو اس جگہ کو دبوایا نہیں جاتا۔ بلکہ دبوانے سے تو زخم میں ٹیس اُٹھنے لگتی ہے۔ کیا اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اشرف علی تھانوی نے انتہائی بھونڈے طریقہ سے اپنے پیر کی کرامت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ حیلہ گھڑا ہے۔

عاشرًا یہ کہ حاجی صاحب کو اپنے مرید کی بیکسی اور آہ وزاری نے بیڑا پار لگانے کی طرف متوجہ کیا۔ اور سینکڑوں بندگانِ خدا کی بیکسی پر کوئی رحم نہیں آیا۔ ورنہ یہ کہنے کی کیا وجہ تھی۔ کہ اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا۔ اس کی گریہ زاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ صرف سرفراز صاحب ہی نہیں بلکہ ان کے تمام حواریوں کو دعوت ہے کہ وہ اُن کے قائم کردہ اصول اور مبنی شرک کے تحت ان سوالوں کا جواب دیں۔ اس میں بہتوں کا بھلا ہو گا۔ ورنہ منصف مزاج

Marfat.com

سرفراز صاحب کے اصولوں کی روشنی میں اشرف علی تھانوی کی اس بیان کردہ گپ کو کوئی وقعت نہیں دیں گے۔

محمود الحسن کی گپ

محمود الحسن نے اپنے پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں یہ شعر کہا ہے ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

(مرثیہ گنگوہی ص ۲۲)

بہت سے چالاک دیوبندی عام ذہنوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس شعر کی یہ باطل توجیہہ کرتے ہیں کہ اس شعر میں مردہ سے مراد جاہل اور زندہ سے مراد عالم ہے۔ یعنی جاہلوں کو عالم بنایا۔ اور عالموں کو جاہل نہ بننے دیا۔ یہ توجیہہ قطعاً باطل و مردود ہے۔ اس لئے کہ اگر یہی معنی مقصود تھا۔ تو پھر خاص طور پر حضرت عیسٰے علیہ السلام سے تقابل کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ ہر نبی میں تعلیم کا وصف موجود ہوتا ہے۔ بالخصوص حضرت عیسٰے علیہ السلام سے تقابل کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ زندہ کرنے سے مراد حسی زندہ کرنا ہے جو کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا مشہور وصف تھا۔

اشرف علی کی بیان کردہ کرامت سے معلوم ہوا کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے ڈوبتے ہوئے جہاز کو ترا دیا۔ اور محمود الحسن صاحب کے مرثیہ سے پتہ چلا کہ رشید احمد گنگوہی مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اب میں انصاف پسند حضرات سے گذارش کروں گا۔ کہ وہ سوچیں کہ اگر غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسی مسلم صاحبِ کرامت شخصیت کے بارے میں کوئی یہ واقعہ بیان کر دے کہ آپ نے بارہ سال کے ڈوبے ہوئے بیڑے کو ترا دیا۔ تو سرفراز صاحب اس کو گپ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اشرف علی تھانوی نے اپنے پیر کے بارے میں بے سروپا دعویٰ کر کے اگبوٹ کی رام کہانی سنائی۔ محمود حسن صاحب

Marfat.com

نے رشید احمد گنگوہی کے مُردے جلانے کا باطل دعویٰ کیا تو کیا یہ سب جبرئیل امین علیہ السلام کی لائی ہوئی وحی ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس وصف کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے لئے ثابت کرنا آپ کے نزدیک شرک اور ناجائز ہے۔ وہ اپنے پیروں اور مولویوں کے لئے عین توحید اور خالص ایمان کیسے ہو گیا۔ آخر کب تک آپ اپنی اس دھوپ چھاؤں کی پالیسی سے لوگوں کو فریب دیتے رہیں گے۔ آپ آخر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ لوگوں کی آنکھیں ہیں۔ دل و دماغ ہے۔ وہ جب آپ کے اقوال و اعمال کا موازنہ کریں گے۔ تو آپ کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ جن گیسوؤں کے دام تزویر میں آپ نے عوام کو پھانس رکھا ہے۔ جب وہ پیچ و خم کھل جائیں گے۔ تو پھر آپ کی کیا حالت ہو گی۔

گیارہویں حرام ہونے کے دلائل کا تجزیہ

گیارہویں شریف کو حرام اور ناجائز ثابت کرنے کے لئے سرفراز صاحب نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا ایک فتویٰ پیش کیا ہے کہ:

"ماکولات و مشروبات و دیگر اعمال را نیز ازراہ تقرب دادن حرام و شرک است" (تنقید متین ص ۴۹)

ہم گذشتہ سطور میں بیان کر چکے کہ مطلقاً تقرب وجہ شرک و حرمت نہیں ہے۔ بلکہ تقرب بطور عبادت موجب شرک و حرمت ہے۔ جس کی علامہ شامی نے تحقیق کی ہے۔ اس لئے اس فتویٰ کے پیش کرنے سے سرفراز صاحب کو کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوا۔

ثانیاً یہ کہ اسی فتاویٰ عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ومتی کان اراقۃ الدم للتقرب الی غیر اللہ حرمت الذبیحۃ ومتی	اور جب خون بہانا غیر اللہ سے قرب کے لئے ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور جب

Marfat.com

كان اراقة الدم لله والتقرب الى الغير بالاكل والانتفاع حلت الذبيحة ۔	خون بہانا اللہ تعالےٰ کے لئے ہو اور تقرب الی الغیر کھانے کے ساتھ یا اس سے نفع حاصل کرنے کے لئے ہو تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۴۷)

دیکھئے اس عبارت میں شاہ صاحب نے حرمت کا مدار مطلقاً تقرب الی الغیر پر نہیں رکھا۔ ورنہ نفع حاصل کرنے کے لئے بھی تقرب الی الغیر حرام ہوتا۔ حالانکہ اس کو شاہ صاحب نے حلال قرار دیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک جو تقرب للغیر حرام ہے۔ وہ تقرب بطور عبادت کے سوا اور کچھ نہیں۔ مذکورہ بالا قواعد پر تفریع بٹھاتے ہوئے اسی صفحہ پر شاہ صاحب فرماتے ہیں:

وعلى هٰذا قلنا لو اشترى لحما من السوق او ذبح بقرة او شاة لاجل ان يطبخ مرقا وطعاما ليطعم الفقراء ويجعل ثوابها لروح فلان حلت بلا شبهة ۔	کسی شخص نے بازار سے گوشت خریدا یا گائے ذبح کی یا بکری تاکہ اس کا کھانا تیار کرے اور فقراء کو کھلا کر اس کا ثواب کسی روح کو پہنچا دے تو یہ بلا شبہ جائز ہے۔

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۴۷)

علاوہ ازیں اس باب میں شاہ صاحب کی جملہ عبارات کی مزید توضیح ہم اس کتاب کے چھٹے باب میں پیش کر رہے ہیں۔ جس کے سامنے آجانے کے بعد انشاء اللہ العزیز مخالفین پر ظاہر ہو جائے گا کہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں دیوبندیوں کے مذموم مسلک کے ثبوت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

گیارہویں کے ایصال ثواب پر سرفراز صاحب کا دوسرا سوال یہ ہے کہ:

بلا شبہ نفس ایصال ثواب صحیح ہے، اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ مالی قسم کے صدقہ میں جملہ ائمہ فتویٰ متفق ہیں۔ لیکن یہ

Marfat.com

بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ ایصالِ ثواب کے لئے پوری امت میں سے صرف حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے۔ کیا یہ ایصالِ ثواب کسی اور کو راس نہیں آتا۔"

(تنقید متین ص ۴۹)

اس کے بعد لکھا ہے:

"عوام الناس اپنے ماں باپ اور دیگر لواحقین کو گیارہویں ..... کی شکل میں ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے۔ جن میں سے کسی کی نمازیں کسی کے روزے اور کسی کی دیگر نیکیاں چھوٹ گئی ہوں گی۔ اور اغلب ہے کہ بہت سے گناہ کئے ہوں گے۔ عجیب بات ہے کہ محتاجوں کو تو ایصالِ ثواب نہ کیا جائے گا اور جو دریا میں ڈوبے ہوئے شخص کی طرح اپنے وارثوں کے صدقات و خیرات اور دعاؤں کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اس بزرگ کو ایصال ثواب کیا جائے جو بفضلہٖ تعالٰی نیکیوں سے مالا مال ہو۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرفراز صاحب کو امتِ مسلمہ کا بڑا درد ہے۔ اور وہ اس بات کے بے حد آرزو مند ہیں کہ لوگ اپنے ماں باپ کے لئے ایصالِ ثواب کیا کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بناوٹی رونا دھونا اور مگرمچھ کے آنسو ہیں۔ کیونکہ اہل سنت کا یہ مسلک نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب صرف گیارہویں کی شکل میں ہو اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختص ہو۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں فرمایا مسئلہ گیارہویں۔ تیجہ۔ چالیسواں وغیرہ بھی سب مما رزقنھم ینفقون میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فاتحہ۔ تیجہ اور چالیسواں یہ سب عام لوگوں کے ماں باپ اور رشتہ داروں کے ایصالِ ثواب کے ذرائع ہیں۔ فاتحہ سے علی الاطلاق ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ تیجہ کے ذریعے میت کو تیسرے دن

Marfat.com

ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور چہلم کے ذریعہ چالیسویں دن میت کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا یہ دعویٰ کرنا کہ:

"اہلِ سنت و جماعت نے ایصالِ ثواب کو گیارہویں میں بند کر دیا ہے"

باطل اور بے بنیاد ہے۔ اور اب ہم آپ کو یہ بتلاتے ہیں کہ سرفراز صاحب کا یہ ہرگز منشا نہیں ہے کہ ایصالِ ثواب گیارہویں کے ساتھ خاص کرنے کی بجائے عام اموات کو بھی کیا جائے کیونکہ انہوں نے جس طرح گیارہویں پر بدعت کا فتویٰ لگایا ہے۔ اسی طرح سے فاتحہ تیجہ اور چہلم ان میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"تیجہ اور چالیسواں وغیرہ بدعت مکروہ اور مذموم حرکتیں ہیں۔" (تنقید متین ص ۵۸)

پس ظاہر ہو گیا کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بھی سرفراز صاحب کے نزدیک حرام ہے۔ اور عام اموات کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بھی مکروہ و بدعت سے خالی نہیں۔ تو پھر بتلائیے۔ وہ کونسا ایصالِ ثواب ہے جسے آپ بلا شبہ جائز اور صحیح قرار دیتے ہیں اور جس پر تمام ائمہ فتوے متفق ہیں۔ ممکن ہے اس کے جواب میں سرفراز صاحب یہ کہیں کہ بغیر تعیینِ یوم کے ایصالِ ثواب کیا جائے تو جائز ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ذرا ہمیں بھی اس طریقہ سے مطلع کر دیں۔ کہ بغیر تعیین کے کسی شئے کا کس طرح تحقق ہو جاتا ہے۔

سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی قطعاً باطل و مردود ہے۔ کہ ایسے بزرگ کے ایصالِ ثواب سے کیا حاصل جو نیکیوں سے مالا مال ہے۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر تو کجا۔ نیکیوں میں آپ کے برابر بھی کسی شخص کا ہونا محال ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے:

Marfat.com

عن حنش قال رایت علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸)

حضرت حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا۔ اس کا کیا سبب ہے۔ تو حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ پس میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔

اب بتلایئے سرفراز صاحب کیا نبی علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ وہ نیکیوں سے مالامال ہیں۔ پھر آپ نے چن کر اپنے آپ کو قربانی کے ایصالِ ثواب کے ساتھ کیوں خاص کر لیا۔ امت کے گنہگار افراد کے لئے کیوں نہ وصیت فرمائی۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

مے فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طعام پختہ شود قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم شب در واقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض مے دارند و درمیانِ آن نخود و قند نیز معروض داشتہ۔ بنہایت ابتہاج و بشاشت اقبال فرمودند و آں را طلبیدند و چیزے ازاں تناول کردند و باقی در اصحاب قسمت فرمودند۔ (انفاس العارفین ص ۴۱)

شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام وصال میں ان کے پاس آپ کی نیاز دینے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ آخرکار کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر نیاز دی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس انواع و اقسام کے طعام حاضر ہیں اور ان کے درمیان وہ گڑ اور چنے بھی رکھے ہیں۔ آپ نے کمال مسرت و التفات فرمایا۔ اور انہیں طلب فرمایا اور کچھ آپ نے تناول فرمایا۔ اور کچھ آپ نے اصحاب میں تقسیم کر دیا۔

Marfat.com

دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب کے والد نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اب آپ یہ سوال اُن سے کیجئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ثواب سے مالا مال ہیں۔ شاہ صاحب دوسروں کو ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے۔ کاش ان نادانوں کی عقل میں یہ بات آسکتی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر مقربینِ حق کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب اس لئے نہیں کیا جاتا کہ انہیں ہمارے ثواب کی احتیاج ہے اور اُنہیں ہم سے کسی فائدہ کی خواہش ہے۔ بلکہ اُنہیں ایصالِ ثواب کرنے کی خود ہمیں حاجت ہے تاکہ ان کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم ہو جائے۔ اور ممکن ہے میدانِ محشر میں یہی تعلق اور نسبت کام آجائے۔ اور ہم مقربینِ حق کی شفاعت سے بہرہ مند ہو جائیں۔ مقربانِ حق سے عناد رکھنے والے اور ان کی تنقیص کی فکر میں رہنے والے اللہ تعالٰی کی یہ وعید کیوں بھول جاتے ہیں۔

من عادلی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷)

جو میرے ولی سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

سوئم سوئم کو بدعت قرار دینے کے لئے سرفراز صاحب نے فتاوٰی رضویہ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عبارت پیش کی ہے۔ ہم وہ عبارت قارئین کی عدالت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"شریعت میں تو ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعیین عرفی ہے۔ جب چاہیں کریں۔ انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ و بدعت ہے"

اس پر سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"حیرت اور تاسف کی بات ہے کہ جس چیز کو فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت بھی بدعت کہتے ہیں۔ وہ قرآنی حکم کی تفسیر کیسے بن سکتی ہے" (تنقید متین ص ۵۹)

Marfat.com

سرفراز صاحب کو یا تو پتہ نہیں چلا۔ یا جان بوجھ کر جاہل بنے ہیں اعلیٰ حضرت تو تعیین ضروری جاننے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ جو کہ تعیین شرعی ہے۔ اور تعیین عرفی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ وجوب تعیین کے اعتقاد کے بغیر سوئم جائز ہے یا نہیں۔ اور بحمداللہ سرفراز صاحب اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں لا سکے۔ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "الحجۃ الفائحہ" چھپ چکا ہے۔ جس میں اکابر دہابیہ اور دیابنہ کی عبارتوں سے چہلم۔ سوئم اور عرس کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ سرفراز صاحب میں اگر جرأت اور ہمت تھی تو ان عبارتوں کا جواب دیتے۔ اسی طرح سرفراز صاحب نے دیگر فقہاء کرام کی عبارتوں سے مواد پیش کیا ہے کہ موت کے تیسرے دن ضیافت کرنا مکروہ ہے بیشک ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے اور یہ تو غم اور سوگ کا موقع ہے۔ لیکن یہ اُن کو کون سمجھائے کہ سوئم میں قل فاتحہ اور طعام کا ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ اور ایصالِ ثواب کو اصولی طور پر آپ بھی مانتے ہیں۔ کہ بلاشبہ نفس ایصالِ ثواب جائز اور صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ اور مالی قسم کے صدقات میں جملہ ائمہ فتوے متفق ہیں۔ لیکن یہ نفس ایصالِ ثواب اسی وقت پایا جائے گا جب کسی دن اندر ہو گا۔ یا وفات کے پہلے روز ہو گا یا دوسرے یا تیسرے روز۔ اب ہم مسئلہ ایصالِ ثواب پر ایک مختصر سی گفتگو کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب دلائل شرعیہ کی روشنی میں

اہل سنت کے نزدیک ایصالِ ثواب جائز ہے۔ اور معتزلہ چونکہ حیات الاموات کے منکر ہیں۔ اس لئے وہ ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ کو متکلمین نے کتبِ عقائد میں ذکر کیا ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں؛

Marfat.com

وفی دعاء الاحیاء للاموات و صدقتھم ای صدقة الاحیاء عنھم نفع لھم ای للاموات خلافا للمعتزلة۔

زندہ لوگ جو وصال شدہ حضرات کے لئے دعا مانگتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقات کرتے ہیں اس کا وصال شدہ لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اور معتزلہ کا اس میں خلاف ہے۔

(شرح عقائد نسفی ص ۲۵۲)

اور حدیث شریف میں ہے:

عن سعد بن عبادة یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ پس کونسا صدقہ بہتر ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی۔ پس سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور فرمایا کہ یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۹)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مسئلہ ایصالِ ثواب کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

ومذہب اہلِ حق کہ اہل سنت و جماعت اند ایں ست و در عباداتِ بدنیہ اختلاف دارند مثل نماز و تلاوتِ قرآن و مختار وصول ثواب است و امام عبداللہ یافعی در روضۃ الریاحین مے گوید کہ مر شیخ اجل اکرم عز الدین عبدالسلام را بعد از وفات او در خواب دیدند کہ گفت ما در دنیا حکیم میکردیم بعدم وصول ثواب تلاوت قرآن و

مذہب حق جو کہ اہلِ سنت و جماعت ہے یہی ہے کہ مالی عبادات کا ثواب پہنچتا ہے اور عبادات بدنیہ میں اختلاف ہے مثل نماز اور تلاوت قرآن کے اور مختار یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور امام عبداللہ یافعی روضۃ الریاحین میں فرماتے ہیں کہ شیخ عز الدین کو کسی نے خواب میں دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں دنیا میں کہتا تھا کہ تلاوت قرآن کا

Marfat.com

دریں عالم برخلاف آں یافتیم۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۶۹)

کا ثواب نہیں پہنچتا اور اب اس کے خلاف پاتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

نزد علماء حنفیہ ثواب عبادتِ بدنی ومالی بہ میت مے رسد۔ چنانچہ در ہدایہ مرقوم است۔

علماء حنفیہ کے نزدیک عبادت مالی اور بدنی دونوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں مرقوم ہے۔

ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ اوصوما او صدقۃ اوغیرھا عند اھل السنت والجماعت و فی شرح الصدور للسیوطی۔

بے شک اہل سنت کے نزدیک انسان کے لیئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچادے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے سوا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ:

اخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن اھل میت یموت منھم میت فیتصدقون عنہ بعد موتہ الا اھداہ جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیک فاقبلھا فتدخل علیہ فیفرح بھا ویستبشر ویحزن جیرانہ الذین

طبرانی نے اوسط میں اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کسی گھر کا کوئی شخص نہیں مَرتا پھر اس کے گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کریں۔ مگر اس صدقہ کو جبریل ایک نورانی طبق میں رکھتا ہے پھر برلب قبر کھڑا ہو کر کہتا ہے اے صاحبِ قبر عمیق یہ ہے ہدیہ۔ جسے تیرے اہلِ خانہ نے پیش کیا ہے اس کو قبول کر لے۔ پس وہ ہدیہ اس میت پر پیش ہوتا۔ پس وہ متوفی اس سے مسرور ہوتا ہے اور اس کے وہ ہمسائے

Marfat.com

لا یھدی الیھم وایضا فیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یرفع الدرجۃ للعبد الصالح فی الجنۃ فیقول یارب انی لی ھذہ فیقول باستغفار ولدک۔

(مسائل اربعین ص ۳۳)

غمگین ہوتے ہیں جن کی طرف کسی نے ہدیہ نہیں بھیجا اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ عبد صالح کا درجہ جنت میں بلند فرماتا ہے پس وہ بندہ کہتا ہے کہ اے رب یہ مرتبہ کہاں سے ظاہر ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تیری اولاد کی دعا کی وجہ سے۔

ایصالِ ثواب میں تعیین کی توضیح

گذشتہ سطور میں ہم نفس ایصالِ ثواب کا شرعی ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔ جس کا اقرار بظاہر سرفراز صاحب نے بھی کیا ہے۔ اب اختلاف اس بات میں رہ گیا کہ سوئم گیارھویں اور عرس وغیرہ کی معین تاریخوں میں بھی ایصالِ ثواب جائز ہے یا نہیں۔ پس ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ بلا شبہ جائز ہے۔ کیونکہ دلائل شرعیہ سے ایصالِ ثواب کے حکم کلی کا جواز ثابت ہے۔ اور ایسا نوجی کے طالب علم سے بھی یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ کلی اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی پس سوئم۔ چہلم۔ عرس اور گیارہویں وغیرہ ایصالِ ثواب کے افراد ہیں۔ اور جس طرح کلی بغیر افراد کے پایا جانا باطل ہے اسی طرح نفس ایصالِ ثواب کا بغیر کسی معین دن کے پایا جانا باطل ہے۔

سرفراز صاحب نے اعلیٰحضرت اور دوسرے فقہائے کرام کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ تعیین بدعت ہے۔ گذارش ہے کہ مطلق تعیین بدعت نہیں ہے بلکہ تعیین شرعی بدعت ہے۔ یعنی کوئی شخص یوں اعتقاد کرے کہ اگر گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کیا گیا تو صحیح ہے۔ اور اگر بارہ تاریخ کو کیا گیا تو حرام ہے۔ اور ان تاریخوں میں ایصالِ ثواب کو فرض یا واجب سمجھے تو یقیناً تعیین بدعت سیئہ اور باطل محض ہے۔

Marfat.com

اور اگر آپ کو ہماری اس تحقیق کے ماننے میں تامل ہو لیجئے ہم آپ کے پیر روشن ضمیر کی زبان سے کہلوائے دیتے ہیں۔ دیکھئے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نفس ایصالِ ثواب ارواحِ اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا فرض و واجب اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کذائیہ ہے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸)

اہلِ سنت ان عرفی تاریخوں کو فرض یا واجب اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں کو حرام نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی ایصالِ ثواب کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس پر بھی عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ سرفراز صاحب کو بھی طوعاً و کرہاً اس کا اقرار کرنا پڑا۔ لکھتے ہیں:

"اب کچھ ہوشیار قسم کے لوگوں اور بطن پروروں نے یہ حیلہ شروع کر دیا۔ کہ کسی جگہ تو گیارہویں تاریخ کو یہ دن منا لیتے ہیں۔ اور کسی دوسری جگہ بارہویں تیرہویں کو۔" (تنقید متین ص ۵۰)

گیارہویں کو حرام کہنا بدعت ہے

اس عبارت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نزدیک عرفی تاریخوں میں ایصالِ ثواب کرنا واجب اور ان کے غیر میں ایصالِ ثواب حرام نہیں ہے اور ہم اطلاق شرعی کو اس کے اطلاق پر رکھتے ہیں۔ آپ اور آپ کی پوری جماعت خدا اور رسول کے سامنے یقیناً جواب دہ ہو گی کہ آپ نے ان معین تاریخوں میں ایصالِ ثواب کو حرام قرار دے شرعی اطلاق کو باطل کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہر دن ایصالِ ثواب جائز ہے۔ لیکن آپ اور

Marfat.com

آپ کی جماعت نے سوئم۔ ہفتم۔ چہلم۔ گیارہویں اور عرس کے ایام میں ایصالِ ثواب کو حرام کر کے رسول اللہ کی تغلیط کی ہے عافانا اللہ تعالیٰ من ذالک۔

نیز جب آپ نے تیجا۔ ساتواں۔ دسواں۔ گیارہویں۔ بارہویں۔ چہلم۔ عرس کی معین تاریخوں میں ایصالِ ثواب کو حرام قرار دیا۔ اور باقی ایام میں ایصالِ ثواب جائز رکھا۔ تو پھر باقی ایام ایصالِ ثواب کے لئے آپ نے معین کر دیئے۔ سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے اگر ہم پر سات دنوں کی تعیین کا اعتراض تھا تو آپ پر تو تین سو اٹھاون دنوں کی تعیین کا سوال ہے۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان سات دنوں کو آپ نے ایصالِ ثواب کی تحریم کے لئے معین کر لیا اور یہ کوئی تعیین عرفی نہیں۔ جس سے آپ کی جان چھوٹ جائے۔ بلکہ تعیین شرعی ہے۔ کیونکہ آپ کہتے ہیں کہ ان معین دنوں میں ایصالِ ثواب کرنا شرعاً حرام ہے۔ تبلایئے اس شرعی حرمت اور تعیین شرعی پر آپ کے پاس کون سی صحیح اور صریح دلیل ہے۔ بیشک تعیین بدعت ہے۔ آپ نے سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے تین سو اٹھاون دنوں کو ایصالِ ثواب کے جواز کے لئے معین کر لیا۔ اور سات دنوں کو حرمت کے لئے معین کر لیا۔ اور یہ تعیین بہر حال تعیین شرعی ہے۔ اور تعیین شرعی کے بدعت ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ سرفراز صاحب ذرا ہوش میں آ کر جواب دیجئے کہ تعیین شرعی اہلسنت بریلویوں کی بدعت ہے یا وہابی دیوبندیوں کی۔

تعیین عرفی گذشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ سوئم۔ چہلم اور عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کے حکم کلی کے افراد ہیں اور ان تاریخوں کی تعیین شرعی نہیں عرفی ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اور یہ حکم مطلق ہے۔ ظہر کی نماز اپنے پورے وقت میں سے جس وقت بھی پڑھ لی جائے ادا ہو جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود مساجد میں ادائیگی کا وقت معین کر دیا جاتا ہے۔ کہیں ظہر ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اور کہیں دو بجے اور کہیں دو بجے اور کہیں ڈھائی بجے۔ لیکن یہ تعیین عرفی ہوتی ہے اور

Marfat.com

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان معین اوقات کے علاوہ اگر پہلے یا بعد نماز ادا کی گئی تو نماز ناجائز ہوگی۔ اسی طرح سوئم۔ چہلم وغیرہ کا معاملہ ہے ان ایام کی تعیین عرفی ہے۔ اور ان ایام کے پہلے یا بعد بھی ایصالِ ثواب جائز ہے۔

تعیین عرفی کی ترجیح

اگرچہ ایصالِ ثواب کرنا ہر دن جائز ہے لیکن چونکہ لوگوں میں تیسرے چالیسویں اور سالانہ عرس کی رسم پڑ چکی ہے اس لئے اموات کو ان ایام میں اپنے اقرباء کے ایصالِ ثواب کا انتظار رہتا ہے اس لئے ان ایام میں ایصالِ ثواب کرنا باقی ایام کی نسبت راجح قرار پائے گا دیکھئے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں:

ومدد زندگان بمردگان دریں حالت زود تر میرسد ومردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف مے باشند چناں گماں مے برند کہ ہنوز زندہ ایم الی ان قال و صدقات وادعیہ فاتحہ دریں وقت بسیار کار آدمی آید وازیں جا است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام مے نمایند۔

عالم برزخ میں زندوں کی مدد اموات کو بہت جلد پہنچتی ہے اور اموات کو زندوں کی مدد کا انتظار رہتا ہے اور وہ یوں سمجھتے ہیں کہ وہ ابھی زندہ ہیں اور صدقات فاتحہ دعائیں اس وقت بہت کام آتی ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ ایک سال تک اور بالخصوص چالیس دن تک اسی قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۱۲)

شاہ عبدالعزیز کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعیین عرفی کی ترجیح پر مبتدعین دیوبند کے مسلم شیخ حاجی امداد اللہ کا کلام بھی ہدیہ ناظرین کیا جائے تاکہ شریعت وطریقت ہر دو طریق سے عرفی تعیین کا رجحان واضح ہو جائے۔ ملاحظہ فرمایئے حاجی امداد اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"رہا تعیین تاریخ! یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو یعنی کسی معین وقت میں اس کام کو کرنا

Marfat.com

معمول بن چکا ہو۔ سعیدی غفرلہٗ) اس وقت وہ یاد آجاتا ہے۔ اور ضرور آتا رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ہے۔ ذہین آدمی غور کرکے سمجھ سکتا ہے" (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۶)

کاش سرفراز صاحب بھی غور کرکے سمجھ جائیں۔ ورنہ ہم تو ان کی ذہانت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ نیز شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں؛

از ینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں۔	اور اسی ضمن میں بزرگوں کی عرسوں کی حفاظت کرنا ہے اور ان کی قبروں پر ہمیشہ جاتے رہنا اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے کولازم کرنا اور ان کے لئے صدقہ کرنا ہے۔

(ہمعات ص ۵۸)

اب دیکھئے ذہین آدمی سمجھ جائے گا کہ شاہ ولی اللہ جو مشائخ کے عرسوں کی حفاظت کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ یہ حفاظت اسی صورت میں ہو سکے گی۔ جب عرس کے لئے ایک تاریخ معین ہو جائے۔ لوگ اس میں شریک ہوں۔ فاتحہ پڑھیں اور صدقات کا ایصالِ ثواب کریں۔ اور اگر تاریخ معین نہ ہوئی تو کسی کو کیا معلوم کہ عرس کب ہوا۔ کب نہ ہوا۔ پس لوگ نہ وہاں جائیں گے نہ عرس ہوگا۔

معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک بھی عرفی تاریخوں کی تعیین راجح ہے۔ مگر یہ باریک بینی سرفراز صاحب کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے ہم ان کی خدمت میں شاہ رفیع الدین صاحب کا ایک فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف الفاظ میں اس ترجیح کو بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے شاہ رفیع الدین لکھتے ہیں؛

در حدیث است کہ یہود عرض کردند در حضور جناب نبوت کہ حق تعالیٰ نصرت حضرت موسیٰ وغرق فرعون	حدیث میں ہے کہ یہود نے جناب نبوت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اور غرقِ فرعون

Marfat.com

دریں روز کردہ است برائے شکرانہ
اوروزہ میکیریم۔ جناب نبوت صلی اللہ
علیہ وسلم فرمودند۔ انا احق من وفا
بذمتہ الی موسیٰ۔ فصام یوم عاشورا
وامر الناس بصیامہ ونیز حضرت
بلال راوصیت فرمودند بصوم روز
دوشنبہ وفرمودند فیہ ولدت وفیہ
انزل علی وفیہ ہاجرت وفیہ اموت
بنابریں یاد کردن تاریخ وآں ماہ رسم
مردم افتاد واگرچہ فی الحقیقت یاد
دشتن آں روز فائدہ ندانست زیراکہ
وقت تصدق ودعا ہمیشہ است لیکن
چوں مردمان ازیں چناں محافظت
ایں رسم گذشتہ اندایشاں را انتظار
بربسوئے والدین یا اقارب مے باشد
رفع انتظار ایشاں فائدہ است معتد
بہ ومعاملات مکاشفہ دریافت شد
کہ درچنین روز اجتماع ارداحے
دوستاں در برزخ مے شود پس
امداد بدعا وختم واطعام بدعت مباح
است وجہ قبیح ندارد۔

یوم عاشورہ میں کیا۔ اس لیے ہم اس دن
روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم موسیٰ
علیہ السلام کا شکرانہ ادا کرنے کے زیادہ
حقدار ہیں پس آپ نے عاشورہ کا خود روزہ رکھا
اور لوگوں کو بھی حکم فرمایا اور نیز حضرت بلال کو پیر کا
روزہ رکھنے کی وصیت کی۔ اور فرمایا کہ میں اس دن
پیدا ہوا اور اس دن میں مجھ پر قرآن
نازل ہوا اور اسی دن میں نے ہجرت کی
اور اسی دن مجھے وفات ہوگی بنابریں
تاریخ وماہ وسال کو یاد رکھنے کی لوگوں میں
رسم پڑگئی ہے اگرچہ حقیقت میں اس دن کی کوئی
خصوصیت نہیں ہے کیونکہ صدقہ کا وقت اور دعا
ہمیشہ ہے۔ لیکن جب لوگ ان خاص
دنوں میں ایصال ثواب کرتے ہیں تو ان کے
فوت شدہ اقارب کو ان خاص دنوں میں
وصول ثواب کا انتظار رہتا ہے اور کشف سے
ثابت ہوا ہے کہ اس قسم کے ایام میں ارواح جمع
ہوتی ہیں پس ختم، دعا اور کھانا کھلانے کے
ثواب سے انکی امداد کرنا بدعت مباحہ ہے اور
اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے۔

(فتاوی شاہ رفیع الدین ص ۱۴)

بحمداللہ تعالیٰ ہم نے شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور حاجی

Marfat.com

امداد اللہ کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ عرفی تعیین راجح ہے اور اول الذکر تین حضرات ان لوگوں میں سے ہیں جن کی عبارات سے سرفراز صاحب نے تنقید متین میں استدلال اور استشہاد کیا ہے اور مؤخر الذکر تمام مبتدعین دیوبند کے متفق علیہ پیر اور مسلم شیخ ہیں۔ اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو تعیین یوم کو مباح مان کر عرس رسوم اور جہلم کو جائز مان لیجئے یا پھر ان تمام حضرات کو بدعتی اور مشرک قرار دے کر جہنم میں پہنچا دیجئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کی تعیین یوم پر تصریح

اس مسئلہ کی توضیح مزید کے لئے شاہ عبدالعزیز کا ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال۔ تعیین و تقرر یک روز بعد سالے بنا بر زیارت قبور بزرگانِ جائز است یا نہ	سوال:۔ سال کے بعد ایک دن کو زیارت قبور کے لئے معین کر لینا جائز ہے یا نہیں۔
جواب۔ رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است	جواب۔ سال کے بعد ایک دن معین کر کے قبر پر جانے کی کئی صورتیں ہیں۔
اوّل۔ آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر درمنثور نقل نمودہ کہ ہر سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور مے نمودند۔ ایں قدر ثابت و مستحب است۔	اوّل۔ ایک یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماع کے قبر پر جائیں اور زیارت اور دعا وغیرہ کریں۔ اور یہ از روئے روایات ثابت ہے تفسیر درمنثور میں نقل ہے کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابر میں اہل قبور کی دعا کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ (امام رازی کی تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۰ پر بھی اس قسم کی روایات موجود ہیں۔ سعیدی)

Marfat.com

دوم آنکہ ہیئت اجتماعیہ مردمان
کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و
فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم
درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در
زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود
اگر کسے ایں طور بکند باک نیست۔
زیراکہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ
احیاء و اموات را حاصل مے شود
سوم۔ طور جمع شدن بر قبور نیست
کہ مردمان یکروز معین نمودہ و لباسہائے
فاخرہ و نفیس پوشیدہ مثل روز عید
شادمان شدہ بر قبرہا جمع میشوند
رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ
مثل سجود برائے قبور و طواف کردن
قبور مے نمایند ایں قسم حرام و ممنوع
است بلکہ بعضے بحد کفر میرسند ہمیں
است محل ایں دو حدیث ولا
تجعلوا قبری عیدا۔ چنانچہ
در مشکوٰۃ شریف موجود است۔ و
اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد
ایں ہم در مشکوٰۃ است۔

دوم۔ ہیئت اجتماعیہ سے کثیر
لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں۔ اور
شیرینی یا طعام پہ فاتحہ پڑھیں
حاضرین کے درمیان تقسیم کریں۔ یہ
قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ اقدس اور عہد خلفا راشدین میں
معمول نہ تھی لیکن اگر کوئی اس طرح کرے
تو حرج نہیں کیونکہ اسمیں کوئی قباحت نہیں ہے
سوم۔ لباس فاخرہ پہن کر عید
کی طرح شاداں و فرحاں قبر پہ ایک
معین دن جمع ہوں۔ اور قبر پہ
رقص و سرود کی محفل سجائیں اور
قبر پہ سجدہ و طواف کریں۔ یہ قسم
حرام و ممنوع ہے۔ بلکہ حد کفر تک
پہنچتی ہے۔ اور یہی ان دو حدیثوں
کا مطلب ہے۔ جن میں ہے میری قبر
کو عید نہ بناؤ۔ اے اللہ میری قبر
کو پوجا کئے جانے والا بت نہ
بنانا۔
یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں
بھی مذکور ہیں۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۲۸)

شاہ صاحب کے اس تفصیلی جواب سے ظاہر ہوا کہ عرس کے لئے دن معین کر کے

Marfat.com

ایصال ثواب کرنا۔ طعام وشیرینی پر فاتحہ پڑھنا ختم قرآن کرنا یہ سب جائز ہیں۔ اور مدار حرمت قبر کے لئے سجدہ و طواف کرنا اور رقص وسرود کا ارتکاب ہے۔ نہ کہ تعیین یوم۔ ممکن ہے سرفراز صاحب کی آنکھیں کھل گئی ہوں۔ اور اب بھی اگر ان کے سر سے بدعت کا بھوت نہ اترا ہو تو ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک معاصر نے ان پر ہر سال شاہ ولی اللہ کا عرس منانے پر اعتراض کیا۔

وعرس بزرگاں خود بر خود مثل فرض دانستہ۔ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام وشیرینی در آنجا بردہ تقسیم نمودہ مقابر را و ثنائے عبدمے کنند

انہوں نے اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے سال کے سال مقابر پر جاتے ہیں طعام و شرینی تقسیم کرتے ہیں اور انسانوں کی تعریف میں مشغول رہتے ہیں۔

(فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۴۵)

اب آپ اس سوال کا جواب شاہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر فرائض شرعیہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدا ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آنست کہ آن روز مذکر انتقال ایشاں مے باشد از دار العمل بدار الثواب (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۴۹)

یہ اعتراض ہمارے حال سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ غیر فرائض شرعیہ کو کوئی شخص بھی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا اور ثواب سے ان کی امداد کرنا اور تلاوت قرآن و دعائے خیر کرنا اور کھانا اور شرینی تقسیم کرنا باجماع علماء امر مستحسن اور خوب ہے اور روز عرس کی تعیین اسلئے ہے کہ اسی دن انکا وصال ہوا اور یہ دن انکے وصال کی یاد دلاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کی اس عبارت سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔

Marfat.com

اولاً شاہ عبدالعزیز ہر سال تاریخ معینہ پر اپنے والد کا عرس کیا کرتے تھے۔ علماء اہل سنت کو تو آپ ہمیشہ کوستے رہتے ہیں کہ یہ معین تاریخ پر سوم چہلم عرس گیارہویں وغیرہ کرتے ہیں۔ اور تعیین بدعت ہے اور کل بدعتہ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ اب اپنے مسلّم شیخ و مرشد کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ کیا انہیں بھی بدعتی قرار دے کر جہنم میں پہنچائے گا۔ اور اگر آپ کے مزعوم شیخ عرس کی تاریخ معین کرنے سے بدعتی نہیں ہوئے تو آپ اہل سنت کو کیوں تعیین یوم کی وجہ سے اہل بدعت کہتے ہیں۔ وجہ فرق بیان ہو۔ ورنہ لوگوں کو آپ کی اصل میں شبہ پڑ جائے گا۔ کیونکہ اسرائیلی نسل ہی کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ ایک کو اپنے احبار و رہبان (علماء اور پیر) کے لئے جائز قرار دیتے۔ اور اسی کام کو جب مسلمان کرتے تو اسے غلط کہا کرتے تھے۔ پھر آپ ہی بتلائیے کہ ہم آپ کو کیا سمجھیں۔

ثانیاً اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ شاہ صاحب صالحین کے لئے ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز کی عبارتوں پر تکیہ کرنے والے گکھڑوی کے لئے مقام عبرت ہے کہ وہ گیارہویں کو اس لئے حرام وغیرہ قرار دیتے ہیں کہ بڑے پیر تو ویسے ہی نیکیوں سے مالا مال ہیں۔ انہیں ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح صالحین بھی نیکیوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اب شاہ صاحب سے پوچھئے۔ کہ وہ صالحین کے لئے ایصال ثواب کو کیوں جائز قرار دیتے ہیں

ثالثاً۔ اس ہیئت مخصوصہ کے ساتھ عرس کیا۔ خیر القرون میں موجود تھا۔ اگر نہیں تھا تو پھر شاہ صاحب کے بارے میں کیا فتوی ہے جو آپ کے مسلمہ حرام کو حلال کئے جا رہے ہیں۔

رابعاً۔ علماء اہل سنت کو تو آپ اپنی روایتی بدگمانی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ :-

آڑ تو بظاہر مسئلہ کی ہے۔ مگر انتظام سب پیٹ کا ہے۔ اور عوام

Marfat.com

الناس کو وہ آئے دن بجائے دلائل و براہین کے چاولوں و مٹھائیوں مطمئن کرتے رہتے ہیں۔ (تنقید متین ص ۵۱)

اب شاہ صاحب کے بارے میں کیا کہئے گا۔ جو فرماتے ہیں۔

"تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است"۔ (کھانے اور مٹھائی کا تقسیم کرنا بہت اچھا کام ہے)

اگر یہ مسئلہ واقعی پیٹ کے انتظام کے لئے ہے۔ تو گستاخی معاف اس کی بنیاد تو آپ کے حکمی باپ دادا نے رکھی ہے اور من سنّ فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا (جو شخص کسی برے کام کی بنیاد رکھے اس پر اپنا اور آئندہ نسلوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا) کے فارمولے کے تحت ان امور کا وبال آپ کے معنوی آباد کے فرطاس عمل کی رسوائی قرار پائے گا۔ اہل سنت پر تبرا کرنے سے پہلے کاش آپ نے ایک نگاہ اپنے اسلاف پر کی ہوتی۔

پیٹ کا منتظم کون ہے

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کھانے والے منہ نہیں دیکھے۔ یا پھر مسئلہ کی آڑ میں پیٹ کا انتظام کرنے والے کاریگروں سے تجاہل عارفانہ برت رہے ہیں۔ بہر حال اب وقت آگیا ہے کہ اس راز سے پردہ اٹھا ہی دیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

سوال۔ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ درست ہے۔ رشید احمد عفی عنہ (فتاوی رشیدہ ص ۲۸۸)

ہولی اور دیوالی معین تاریخوں میں منائی جاتی ہیں۔ اور ہندوؤں کے مذہب میں ان کا تاریخ معینہ سے پہلے یا بعد منانا جائز نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ

Marfat.com

جب آپ کے نزدیک گیارھویں کا کھانا تعیین کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے۔ تو ہولی اور دیوالی کی پوریاں تعیین کی وجہ سے کس طرح جائز ہو جاتی ہیں نیز آپ کے قطب عالم نے سبیل حسین کے شربت کو شیعہ حضرات سے مشابہت کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔ تو گزارش ہے کہ جب کوئی حلال کھانا مسلمانوں کے ایک گمراہ فرقہ کے شعار سے محض مشابہت کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے تو جو طعام بجائے مشابہت کے خود کفار کا شعار ہو۔ اس کا کھانا کس طرح جائز ہو جائے گا علاوہ ازیں آپ کے مفتی علی الاطلاق نے بغیر کسی دلیل اور شرعی شہادت کے ہندوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کسی قید یا استثنار کے بغیر حلال کر دیا۔ گکھڑوی صاحب نے حق فرزندی ادا کرتے ہوئے گنگوہی صاحب کی وکالت میں لکھا کہ :۔

"فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو رقم کافر کے پاس ہو خواہ اس نے شراب فروخت کی ہو یا سود لیا ہو۔ اور عام اس سے کہ اس نے خنزیر فروخت کر کے رقم حاصل کی، یا عصمت فروشی کے بعد رقم حاصل کی۔ جب وہ رقم مسلمان کے ہاتھ میں آجائے گی اور تبدیل ملک ہو جائے گا۔ تو وہ حلال وطیب ہو جائے گی"۔

سبحان اللہ کیا کہتے ہیں اس استدلال کے، اگر آپ کو کافر کتا اور خنزیر بھی پکا کر پیش کرے۔ تو تبدیل ملک کے بعد وہ بھی آپ کے لئے حلال اور طیب ہو جائے گا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

پتہ نہیں سرفراز صاحب نے خود مغالطہ کھایا ہے یا لوگوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔ کفار کی رقم حرام کی کمائی ہی سہی لیکن بنفسہا رقم کو تو نہیں چبایا جاتا۔ بلکہ اس سے خرید کر کوئی چیز کھائی جائے گی۔ بخلاف کافر کے ہاتھ سے پکی ہوئی چیز کے کہ اس کو خود کھایا جائے گا۔ پس ان دونوں کا حکم ایک کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور ہندو لوگ جن کا عام حال یہ ہے کہ وہ گائے کے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں۔ اس کے پینے کو سعادت جانتے ہیں۔ کتا ان کے برتنوں کو چاٹتا

Marfat.com

رہنا ہے۔ خود دن رات انواع واقسام کی نجاستوں میں ملوث رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے معین دن میں پکے ہوئے کھانے کو بلا کسی قید واستثناد کے جائز قرار دینا رشید احمد گنگوہی جیسے فقیہہ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اب پتہ چلا کہ مسئلہ کی آڑ میں پیٹ کا انتظام کرنے والے کون لوگ ہیں اور اگر اب بھی طبیعت صاف نہ ہوئی ہو تو ایک اور حوالہ بھی پیش خدمت ہے۔ شبیر احمد صاحب عثمانی حفظ الرحمٰن صاحب کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"دیکھئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ وپیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہوسکتا۔"

مکالمۃ الصدرین ص ۱۶

دیکھا آپ نے یہ ہے مسئلہ کی آڑ میں پیٹ کا انتظام۔ تھانوی اور عثمانی اپنے پیٹ کا انتظام بھی کرتے رہے اور شرعاً ماخوذ بھی نہ ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ عثمانی صاحب اپنی اور تھانوی صاحب کی برأت میں خواہ کچھ کہتے رہیں۔ لیکن سوچنے والے ضرور سوچیں گے کہ حکومت برطانیہ آخران مولویوں کو اس قدر رقوم کیوں مہیا کرتی تھی اور دیوبند کی چار دیواری میں ان سے وہ کونسا کام لیا جاتا تھا۔ جس کے لئے حکومت کو اتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔

امید ہے کہ آئینہ میں اس قدر واضح خدوخال دیکھنے کے بعد سرفراز صاحب

Marfat.com

کے لئے اب یہ حقیقت راز نہ رہی ہو گی۔ کہ کھانے پینے کا رسیا کون ہے اور فقہی رعائتوں سے کس نے فائدہ اٹھایا ہے۔

گیارہویں شریف | ضابطہ سنت بیان کرنے میں سرفراز صاحب کی فاش غلطی

کو خلافِ سنت اور بدعت قرار دینے کے لئے گکھڑوی صاحب نے ایک اور مذموم کوشش کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہویں دینے کا حکم فرمایا ہے۔" (تنقید متین ص ۵۲)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگر کسی جزئیہ کے سنت ہونے کا مدار اس امر پر ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالخصوص اس جزئیہ کا حکم فرمایا ہو تو دنیا میں بے شمار جزئیات سنت ہونے سے رہ جائیں گے۔ مثلاً وعظ و تبلیغ کرنا سنت ہے۔ پس اب کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص سرفراز صاحب کو وعظ کرنے کا حکم فرمایا ہے اگر ایسا ہے۔ تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے۔ ورنہ ثابت ہوا کہ گکھڑوی کا وعظ کرنا بدعت ہے، اس کے بعد سرفراز صاحب نے دوسرا سوال یہ قائم کیا ہے کہ

"ایصالِ ثواب کے لئے کیا کسی ایک شخصیت کے انتخاب کا ارشاد فرمایا ہے" (تنقید متین ص ۵۲)

جواباً التماس ہے کہ:۔

"دروغ گو را حافظہ نباشد"

ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت سوئم و چہلم وغیرہ کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ عام افراد امت کے لئے ہوتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایصالِ ثواب کے لئے ایک ہی شخصیت کا انتخاب کر لیا ہے۔ ارے صاحب۔ اگر آپ کے خیال میں اہل سنت صرف گیارہویں دیتے ہیں۔ تو نتیجہ۔ چالیسواں اور عرس کا نام نہ

Marfat.com

لیجئے ۔ اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت سوئم وغیرہ بھی کرتے ہیں۔ تو یہ نہ کہئیے کہ سنیوں نے ایصال ثواب کو صرف بڑے پیر کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ آپ ہی غور کریں کہ آپ کے کلام میں کس قدر تضاد پایا جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت پر تبرا کرتے وقت آپ کی عقل، ہوش وحواس سب ماؤف ہو گئے تھے۔ اور ہذیان کی شکل میں آپ الٹا سیدھا لکھتے چلے گئے پھر لکھتے ہیں ۔

"کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کی تعیین کا فرمان دیا گیا ہے۔ تو اس کی صحیح سند یا حوالہ مطلوب ہے اور پھر گیارہویں سنت ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں ہے" (تنقید متین ص ۵۲)

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ آپ جو جمعہ میں خطبہ سے پہلے وعظ کرتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعیین کا حکم دیا ہے۔ اگر دیا گیا ہے تو اس کی صحیح سند یا حوالہ مطلوب ہے تب یہ سنت ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ چلئے آپ کے جمعہ کا وعظ بھی بدعت ہو کر جہنم کی نذر ہو گیا۔ بلکہ سنیت کا جو قاعدہ آپ نے باندھا ہے۔ اس سے تو خدا کے فضل سے آپ کا ہر وہ کام جسے آپ سنت سمجھ کر کرتے ہیں۔ بدعت قرار پائے گا۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ آپ کے اصول سے یہ سنت تب ہوگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص اس کی تعیین کا حکم دیا ہو۔ ورنہ بدعت ہوگا۔ اور تعیین پہ صحیح سند یا حوالہ آپ لا نہیں سکتے۔ لہذا سر سے پاؤں تک بدعت آپ کا احاطہ کرے گی، اور ابتدا سے انتہا تک آپ کا ہر عمل بدعت کی زد میں آجائے گا۔ اور پھر آپ کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ یہ آپ سوچیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

شاطبی کی عبارت کی وضاحت

سرفراز صاحب نے اپنی ناسمجھی اور نادانی سے تعیین کو بدعت قرار دینے پر علامہ شاطبی کی ایک عبارت پیش کی ہے ہم اسے نقل کر کے ان کی غلط فہمی دور کر دینا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

فالتقييد فى المطلقات التى لم يثبت بدليل الشرع تقييدها رأى فى التشريع فكيف اذا عارضه الدليل الخ۔

ان مطلق احکام میں قید لگانا کہ جنکی قید کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اپنی رائے سے شریعت بنانا ہے خصوصاً جبکہ اس کے معارض کوئی دلیل موجود ہو

(الاعتصام ج ۱ ص ۲۸۴)

علامہ شاطبی کے قول میں تقیید سے مراد وجوبی قید ہے۔ مثلاً ایصال ثواب کے لئے کوئی شخص سوئم کو اس طرح متقرر کرے کہ اگر اس دن ایصال ثواب ہوا تو جائز ہوگا اور اگر اس سے پہلے یا بعد ہوا تو ناجائز۔ اور ظاہر ہے کہ یہ شرع میں زیادتی ہے جس کا کوئی قائل نہیں۔ علامہ شاطبی کے کلام کا اس کے سوا اور کوئی صحیح محمل نہیں ہے، کیونکہ اطلاقِ شرعی کا تحقق ظاہر ہے۔ بغیر کسی فرد کے متصور ہو ہی نہیں سکتا۔ ورنہ گکھڑوی ہی ہم کو کسی اطلاقِ شرعی پر بغیر اسے کسی فرد کے ضمن میں متقید کئے عمل کر کے دکھا دیں۔ نیز اس کی مزید وضاحت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس کلام سے ہوتی ہے جسے ہم تعیین عرس کے سلسلہ میں نقل کر چکے ہیں۔

کیا غنیۃ الطالبین غوث اعظم کی تصنیف ہے

گکھڑوی صاحب کے ناقص مطالعہ

اور انتہائی بے باکی کی ایک اور بین مثال یہ ہے کہ انہوں نے غنیۃ الطالبین کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی تصنیف قرار دیا۔ حالانکہ شیخ ابن حجر مکی نے فتاوی حدیثیہ میں علامہ عبدالعزیز نے نبراس میں علامہ ملتانی نے حاشیہ نبراس میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ غنیۃ الطالبین میں تصریح فرمائی ہے کہ یہ کتاب آنجناب کی تصنیف نہیں ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم نے اصل عبارات پیش نہیں کیں۔ علاوہ ازیں غنیۃ الطالبین میں بعض حنفیہ کو فرقہ مرجیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایسے مسائل شامل ہیں جو جمہور اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہیں مثلاً اس میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ

Marfat.com

کا کلام پڑھنا ان کی مشابہت نہیں، مخالفت ہے۔ ورنہ آپ کے قاعدے سے تو ذبح پر اللہ کا نام لینا طواف میں اللھم لبیک لا شریک لک کہنا یہ سب کفار کی مشابہت قرار پائے گا۔ ممکن ہے سرفراز صاحب اپنی روایتی کجروی سے یہ عذر پیش کریں کہ ذبح پر اللہ کا نام لینا اور طواف میں تلبیہ کے احکام تو منصوص ہیں۔ طعام پر کلام پڑھنے کی کونسی نص موجود ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مخصوص طریقہ پر نص نہ سہی، مشرکین کی مخالفت تو ثابت ہے اس قسم کی مخالفت کی نظیر بھی پیش کی چکی ہے اور فاتحہ وطعام دونوں کے ثواب پہنچانے دلائل بھی ہم حدیث شریف سے پیش کر چکے ہیں۔ باقی رہا یہ عذر کہ دونوں کا ثواب اکٹھا کیوں پہنچایا جاتا ہے۔ الگ الگ فاتحہ اور طعام کا ثواب کیوں نہیں پہنچایا جاتا جواب یہ ہے کہ الگ الگ ثواب پہنچانا بھی جائز ہے اور لوگ پہنچاتے ہیں آپ اپنی کوربینی اور بدگمانی کا علاج کیجئے اور دونوں کو جمع کر کے طعام پر فاتحہ پڑھ کر ثواب پہنچانا بھی جائز ہے، الگ الگ پہنچانا تو آپ بھی مانتے ہیں۔ دونوں کو جمع کر کے ثواب پہنچانے کے بارے میں گذارش ہے کہ جمع بین العبادات بھی ثابت ہے۔ جیسے قرآن میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا حالتِ جہاد میں جنگ اور ذکر کرنا۔ عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا۔ حضرت علی کا حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرنا۔ اہل مکہ کا تراویح اور طواف کو جمع کرنا۔ اہل مدینہ اور امام مالک کا تراویح کی بیس رکعات کے ساتھ طواف کے قائم مقام سولہ رکعتوں کو جمع کرنا نیز شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں۔

"ایک عمل خیر میں ثوابہائے متعددہ کی نیات کو جمع کیا جاسکتا ہے چنانچہ مسجد میں جانا ایک فعل ہے۔ اور اس میں بارہ نیات جمع کی جاسکتی ہیں۔ (۱) زیارت حق (۲) انتظار نماز (۳) اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھنا (۴) اعتکاف (۵) قصد درود (۶) ذکر کے لئے تنہائی (۷) حج اور عمرہ کے ثواب پانے کا ارادہ (۸) افادہ واستفادہ (۹) دینی بھائی کی زیارت (۱۰) سلام (۱۱) تفکر ومراقبہ (۱۲) قصد مشاہدہ حق۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۴)

Marfat.com

اور نیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نیۃ المؤمن خیر من عملہ — یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے

پس نیت بھی عبادت ہے اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر عبادت ہے۔ اور جب ایک وقت میں بارہ عبادتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ تو طعام اور تلاوت کے ایصال ثواب کی دو عبادتیں جمع ہونے میں کونسی چیز مانع ہے۔

رابعاً۔ انصاف پسند حضرات کے لئے تو سطور بالا میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے کافی ہے۔ لیکن مبتدعین دیوبند چونکہ دلائل سے زیادہ اپنے آباء کے اقوال کو سند سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے اطمینان کے لئے ان کے مرکزی پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا کلام پیش کرتے ہیں۔ جس کے ضمن میں طعام پہ فاتحہ پڑھنے کی مکمل وضاحت ہو جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حاجی صاحب لکھتے ہیں۔

" سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب ولسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے۔ تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے ؎

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں، پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لئے رفع یدین

Marfat.com

سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا۔ اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے۔ اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی ہے۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸)

خامسا حاجی صاحب آپ کے ہاں طریقت کے شہنشاہ کہلاتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز شریعت کے بادشاہ۔ اس لئے آیئے اب آپ کو بادشاہ شریعت کی زبان سے بھی طعام پر فاتحہ پڑھنے کے جواز کا حکم سنوا دیں۔ اس کے بعد بھی اگر آپ کے نصیب سے گمراہی نہ مٹ سکے تو ہمارا کیا چارہ ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شرینی یا طعام نمود تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست۔ زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات حاصل مے شد۔ (فتاوی عزیزی ج ا ص ۳۸)

ختم قرآن کریں اور طعام یا شیرینی پر فاتحہ پڑھنے اور اس کو حاضرین میں تقسیم کرنے کا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں رواج نہ تھا لیکن اگر کوئی مسلمان کسے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں زندوں اور مردوں دونوں کا فائدہ ہے۔

مزید لکھتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و بران فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک مے شود و خوردن بسیار خوب است۔ (فتاوی عزیزی ج ا ص ۷۱)

جس طعام کا ثواب امام حسن و حسین کی نیاز ہو۔ اور اس پر سورہ فاتحہ اور قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

سادسًا۔ ہم طعام پر فاتحہ پڑھنے کے جواز اور اباحت کے قائل ہیں، اس کو فرض یا واجب نہیں سمجھتے۔ اور آپ اسے حرام کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم تعیین عرفی کو

Marfat.com

جائز کہتے ہیں۔ اسے فرض یا واجب نہیں سمجھتے! اور آپ اس تعیین کو حرام کہتے، اب گذارش یہ ہے کہ ہم سے تو ایک امر کی اباحت پر اس قدر رشد و مد سے نص صریح اور حدیث صحیح کا مطالبہ ہے لیکن آپ جو حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ آپ کے پاس اس مخصوص حکم کی حرمت پر کونسی صریح اور متواتر حدیث یا قرآن کریم کی نص قطعی موجود ہے۔ جس کی وجہ سے آپ نے طعام پر فاتحہ پڑھنے کو بیک جنبش قلم حرام کر دیا۔ اگر کوئی دلیل قطعی ہے تو پیش کیجئے۔ کہ قرآن کریم کی فلاں آیت یا فلاں حدیث متواتر سے سوئم، چہلم عرس۔ گیارہویں اور کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا حرام ہونا ثابت ہے۔ ان امور کی حرمت پر آپ دلیل قطعی تو بجائے خود خبر واحد بھی نہیں لا سکتے۔ میں قیامت تک کی مہلت دے کر مبتدعین دیوبند کی پوری جماعت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنی حرمت کے دعویٰ پر کوئی صاف اور صریح نص پیش کریں۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔

بغیر کسی دلیل کے اپنی خواہش نفسانی سے اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا۔ اللہ اور رسول کے منصب پر غاصبانہ قبضہ ہے مشرکین کا شعار ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

آپ دیکھیں گے کہ اہل دیوبند کے پاس کوئی صریح دلیل ایسی موجود نہیں ہے جس سے وہ کھانے پر فاتحہ یا سوئم یا چہلم کی حرمت ثابت کر سکیں۔ کہیں کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) کے عموم سے استدلال ہوگا۔ کہیں محض بدعت کہہ کر رد کیا جائے گا۔

۱؎ ملاحظہ فرمائیے۔ سرفراز صاحب لکھتے ہیں "کیا جناب رسول اللہ نے گیارہویں دینے کا حکم اجرا فرمایا ہے؟ یا ایصال ثواب کے لئے کسی ایک شخصیت کے انتخاب کا ارشاد فرمایا ہے؟ یا کسی کے لئے ایصال ثواب کیلئے دنوں کی تعیین کا فرمان دیا ہے؟ اگر ایسا فرمایا ہے تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے پھر گیارھویں سنت ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ (تنقید متین ص ۵۲)

پس ہم بھی کہتے ہیں کہ آپ جو گیارہویں کو حرام کہتے ہیں۔ اور حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے تو بتلائیے قرآن کریم کی کونسی نص قطعی یا خبر متواتر میں گیارہویں کو حرام کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی خبر متواتر ہے تو اس کی صحیح سند باحوالہ مطلوب ہے پھر گیارہویں حرام ہے۔ ورنہ ہرگز نہیں

Marfat.com

کہیں من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد سے استدلال ہوگا۔ کہیں بدگمانی سے عقائد گھڑے جائیں گے۔ غرضیکہ دعویٰ کسی خاص چیز کی حرمت کا کریں گے اور دلیل میں ایسے عمومات اور اطلاقات شرعیہ کو لائیں گے جن کا دعویٰ سے دور کا بھی تعلق نہ ہوگا۔

گکھڑوی صاحب نے اگرچہ ایصالِ ثواب کا قرار کیا ہے لیکن ایصال ثواب کی جس قدر ممکنہ صورتیں تھیں۔ ان سب کا انکار کر کے حقیقت میں انہوں نے نفس ایصال ثواب کا ہی انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ کسی تعیین وقید کو ماننے پر تیار نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر قید اور تعیین کے نفس ایصال ثواب کا تحقق ممکن نہیں۔ پس قید اور تعیین کا انکار کرنا حقیقت میں نفس ایصال ثواب کا انکار کرنا ہے۔ اور اب ہم ناظرین پر یہ امر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ایصالِ ثواب نہ کرنے والے معتزلہ تھے دیکھئے طحطاوی۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں۔

وقالت المعتزلۃ لیس للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ	اور معتزلہ نے کہا کہ کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی اور کو پہنچائے۔

(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۶)

ملاحظہ فرمائیے کہ ایصالِ ثواب کا انکار کر کے گکھڑوی نے اپنا قادورہ کن لوگوں سے جا ملایا ہے۔ نعوذ باللہ من تلك الخرافات الباطلۃ۔

عہد رسالت میں ایصال ثواب

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"آپ کی دو ازواج مطہرات حضرت خدیجہ اور حضرت زینب ام المساکین اور آپ کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہ اور آپ کی صاجزادیاں حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب اور جملہ صاجزادے آپ کی زندگی میں دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ مگر نہ تو

Marfat.com

آپ نے ان کا تیجا کیا نہ ساتواں نہ دسواں نہ چالیسواں" الخ۔

(راہ سنت ص ۶۴)

اسی صفحہ پہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"ایصالِ ثواب ہوتا تھا۔ مگر نہ تو دنوں کی تعیین ہوتی تھی" الخ

شکر ہے کہ آپ نے ایصالِ ثواب کا اقرار کر لیا ورنہ اگر آپ اس کا بھی انکار کر دیتے۔ تو ہم آپ کا کیا بگاڑ لیتے۔ رہی دنوں کی تعیین تو اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ عہد رسالت میں جن دنوں میں ایصالِ ثواب ہوتا تھا وہ دن واقعہ میں معین نہ تھے۔ تو پاگل خانے جا کر اپنی عقل کا علاج کرائیں۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ شریعت میں کسی دن کو معین کرنا واجب نہ تھا تو بسروچشم ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ شریعت میں ایصالِ ثواب کے لئے کوئی دن معین نہیں ہے کہ سوئم چہلم اور گیارہویں کو ایصالِ ثواب ان خاص روز میں کیا جائے۔ تو جائز ہو اور اس کے سوا کسی اور دن میں کیا جائے تو نا جائز ہو۔ ہم ان دنوں اور تاریخوں کو ضروری نہیں سمجھتے اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں میں بھی ایصالِ ثواب کرتے ہیں جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ اس کی تعبیر ایسے ہی مکروہ انداز میں کرتے ہیں۔ جیسا کہ مکروہ آپ کا مذہب ہے۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

"اب کچھ ہوشیار قسم کے لوگوں اور بطن پروروں نے یہ حیلہ شروع کر دیا۔ کہ کسی جگہ تو گیارہویں تاریخ کو یہ دن منا لیتے ہیں۔ اور کسی دوسری جگہ بارھویں تیرھویں کو۔ وہ بتلاتے تو یہ ہیں کہ لیجیئے ہم گیارھویں تاریخ ہی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن اصل بات وہ عوام الناس سے بالکل اوجھل رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس طریقے سے ان کے بطن مبارک کے لئے متعدد جگہیں نکل آتی ہیں۔ اور کوئی جگہ ہاتھ سے نہیں جاتی۔" (تنقید متین ص ۵۰)

نیت کا حال تو بہر حال خدا کو معلوم ہے لیکن سرفراز صاحب کی بدگمانی سے یہ بات بہر کیف معلوم ہو گئی کہ انہیں ایصال ثواب سے ہی ضد ہے اور زبان سے اگرچہ ایصال ثواب کا

Marfat.com

اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اپنے طرز عمل اور انداز تبلیغ سے وہ سنت ایصال ثواب ہی کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ جب گیارہویں شریف کو ایصال ثواب کیا گیا۔ تو انہوں نے واویلا مچایا۔ کہ تعیین بدعت ہے۔ اس کا عہد رسالت میں کوئی ثبوت نہیں۔ داعیہ وفات تو زمانہ نبوی میں بھی تھا۔ لیکن ان تاریخوں میں ثواب نہیں پہنچایا جاتا تھا۔ اور جب انہیں بتایا گیا کہ گیارہویں تاریخ ضروری نہیں دوسری تاریخوں میں بھی ہم ایصال ثواب جائز سمجھتے ہیں تو کہنے لگے کہ بطن پروری کے لئے متعدد مواقع فراہم کر لئے۔ سرفراز صاحب آپ ہی بتلائیے کہ جب ایصال ثواب سنت ہے اور ثابت ہے تو وہ کس طریقے سے کیا جائے معروف تاریخوں میں کیا جائے تو بدعت اور ان کے علاوہ دوسری تاریخوں میں کیا جائے تو بطن پروری اب ذرا ہوش میں آکر یہ بتلائیں کہ حضور نے یہ حکم بدعت کے لئے دیا ہے یا بطن پروری کے لئے۔

بدعت سیئہ کا غلط ضابطہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"ایسے امور ہیں جن کے تمام اسباب و دواعی و محرکات اس وقت موجود تھے نہ قیاس ہو سکتا ہے اور نہ بدعت حسنہ کا درجہ پا سکتے ہیں۔ یہ امور قطعی طور پر بدعت قبیحہ اور سیئہ کی مد میں داخل ہیں اس میں ایک رتی برابر شک نہیں ہے چنانچہ علامہ قاضی ابراہیم الحنفی تحریر فرماتے ہیں۔ اور اگر آپ کے زمانہ میں سبب موجود ہو۔ لیکن کسی عارضی وجہ سے متروک ہوا اور حضور کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا ہو۔ تو ایسے امر کا احداث بھی جائز ہے۔ جیسے قرآن کا جمع کرنا۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ مانع تھا۔ وحی برابر آتی رہتی تھی۔ اللہ تعالے جو چاہتا تھا بدل دیتا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا۔ اور جس فعل کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو۔ باوجود اس کے حضور نے نہ کیا ہو۔ تو ایسا کام کرنا اللہ کے دین کو بدلنا ہے۔ کیونکہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو سرور کائنات اس فعل کو خود ضرور کرتے یا ترغیب فرماتے۔ اور جب

Marfat.com

آپ نے خود نہ کیا۔ اور نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں وہ بدعت سیئہ قبیحہ ہے۔" (راہ سنت ص ۶۵)

سرفراز صاحب نے جو بدعت سیئہ کا یہ ضابطہ وضع کیا ہے۔ چند وجہ سے مردود اور باطل محض ہے۔

اولاً اس لئے کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وذكر السيوطي في رسالته انه يستحب لاهل المدينة ستا وثلاثين ركعة تشبيها باهل مكة حيث كانوا يطوفون بين كل ترويحتين طوافا ويصلون ركعتين ولا يطوفون بعد الخامسة فاراد اهل المدينة مساواتهم فجعلوا مكان كل طواف اربع ركعات ولو ثبت عددها بالنص لم يجز الزيادة عليه۔ (مرقاة ج ۳ ص ۱۹۳)

علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ اہل مدینہ کے لئے اہل مکہ کی مشابہت کی وجہ سے چھتیس ۳۶ رکعات تراویح پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اہل مکہ ہر ترویحہ کے بعد طواف کرتے ہیں۔ اور پھر دو رکعت نماز پڑھتے۔ اور پانچویں ترویحہ کے بعد طواف نہیں کرتے پس اہل مدینہ نے طواف کے قائم مقام دو رکعات کو کر لیا (اور اس طرح ہر ترویحہ کے بعد چار رکعات پڑھیں پس سولہ رکعات زیادہ کیں) اور اگر تراویح کے عدد کی تعیین نص سے ثابت ہوتی تو یہ لوگ زیادتی نہ کرتے۔

سوال یہ ہے کہ طواف کا باعث کعبہ معظمہ ہے۔ اور وہ عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور تراویح کا باعث رمضان ہے۔ اور وہ بھی دور نبوی میں کئی بار آیا اور پھر باوجود سبب اور عدم مانع کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو تراویح چھتیس رکعت پڑھیں، نہ دو ترویحوں کے درمیان طواف کیا۔ پھر اہل مکہ کے لئے مع طواف کے اٹھائیس رکعات اور اہل مدینہ کے لئے بغیر طواف کے چھتیس ۳۶ رکعات کس طرح مستحب ہوگئیں۔ غور کیجئے۔ جس امر کو آپ بدعت سیئہ اور قبیحہ قرار دیتے ہیں۔ اسی کو علامہ سیوطی مستحب فرما رہے ہیں۔ اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

ثانیاً چلئے ہم آپ کو ڈھیل دینے کے لئے خیر القرون کے احداث فی الاسلام

Marfat.com

سے صرف نظر کئے لیتے ہیں۔ تب بھی گذارش ہے کہ قرآن پر اعراب حجاج بن یوسف نے لگائے اور وہ آپ کی تحقیق کے مطابق خیر القرون میں سے نہیں ہے کیونکہ آپ نے قرن کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اس سے انسانوں کا بہترین طبقہ مراد ہے۔" (راہ سنت ص ۴۷)

حجاج بن یوسف کے بارے میں علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے کہ کہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین ان تھا۔

وکان افسق اھل زمانہ حجاج بن یوسف۔	حجاج بن یوسف اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ فاسق شخص تھا۔

پس ثابت ہوا کہ وہ خیر القرون سے خارج ہے۔ اب فرمائیے کہ اس بدترین فاسق کا احداث فی الاسلام کس طرح جائز ہو گیا۔ اعراب لگانے کا باعث اور سبب عہد رسالت میں بھی موجود تھا۔ کیونکہ آپ کے زمانہ اقدس میں بھی بے شمار عجمی اسلام لا چکے تھے اور عہد فاروقی اور عثمانی میں تو اسلام کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا تھا پس ثابت ہوا کہ اعراب لگانے کا سبب اور داعیہ عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ دونوں میں موجود تھا۔ اور مانع کوئی نہیں تھا اس کے باوجود قرآن پر اعراب نہ لگائے گئے پس حجاج بن یوسف کا یہ احداث فی الاسلام بدعت سیئہ قبیحہ قرار پایا۔ حجاج کا تو جو حشر ہو گا سو ہو گا۔ اس بدعت قبیحہ کی جن صحابہ اور آئمہ دین نے تائید کی انہیں آپ کس کھاتے میں رکھیئے گا نیز آپ کے حکمی دادا شاہ عبد العزیز صاحب فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۳۸ پر عرس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

بہیئت اجتماعیہ مردان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند فاتحہ بر شیر۔ بنی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمانید این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود	ہیئت اجتماعیہ سے کثیر لوگ جمع ہوں ختم قرآن کریں اور کھانے اور شیرینی پر فاتحہ پڑھیں اور اسے حاضرین میں تقسیم کریں یہ صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں رواج نہ تھی۔

Marfat.com

اگر ایں طور بکند باک نیست ۔ زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست ۔

لیکن اسکے کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے ۔

(فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۳۸)

بقول آپ کے عرس کا باعث عہد رسالت میں موجود تھا ۔ اور مانع کوئی نہیں تھا لیکن پھر بھی اس ہیئت کذائیہ سے نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرس نہ کیا نہ خلفائے راشدین نے اور شاہ عبدالعزیز کو بھی یہ تسلیم ہے کہ یہ صورت خیر القرون میں معمول نہ تھی ۔ اس کے باوجود آپ اس صورت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں ۔ اور آپ کے شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں اب بتلایئے کہ آپ سچے ہیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب ۔

پس اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ آپ نے جو بدعت سیئہ قبیحہ کا معیار مقرر کیا ہے ۔ وہ باطل اور مردود ہے ۔ اصل میں بدعت سیئہ ہر وہ نیا امر ہے جو مزاج اسلام کے خلاف اور اس کا متغیر ہو ۔ جس کا منشا کتاب و سنت میں موجود نہ ہو ۔ اور اس کو دین میں داخل کر لیا جائے ۔

(محصلہ شامی ج ۱ ص ۳۹۳)

اور جو شخص بھی کسی ایسی بدعت سیئہ کا ارتکاب کرے ۔ وہ بدعتی اور گمراہ ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو ۔ صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ دین نے جن امور کا احداث کیا ۔ ان سب کی اصل کتاب و سنت سے ثابت ہے اور وہ منشا اسلام کے مطابق ہیں ۔ ان پر بدعت سیئہ قبیحہ کی تعریف کسی طرح سچی نہیں آتی ۔ بدعت سیئہ کیا ہے ۔ سنیئے ۔ حیات انبیاء کے انکار کا عقیدہ بدعت سیئہ ہے ۔ امکان کذب کا عقیدہ بدعت سیئہ ہے ۔ عطائی علم غیب کے انکار کا عقیدہ بدعت سیئہ ہے ۔ علم الٰہی کو حادث ماننا ۔ جیسا کہ بلغتہ الحیران میں حسین علی دیوبندی نے لکھا ہے ۔

" بدعت سیئہ ہے انبیاء کی شان میں تنقیصی اور توہینی کلمات کو صحیح کہنا بدعت سیئہ ہے ۔ الغرض مجموعی طور پر اس قسم کی تمام تعلیمات دیوبند بدعت سیئہ ہیں ۔ کاش آپ نے

Marfat.com

بریلی کے کسی طالب علم ہی سے پڑھ لیا ہوتا تو یہ رسوائیاں آپ کا مقدر نہ بنتیں۔
اور ابراہیم حنفی کی عبارت ہمارے نزدیک ان امور پر محمول ہے جن کا منشأ شریعت میں ثابت نہ ہو۔ اور بیشک جس کا منشا شریعت میں موجود نہ ہو وہ مردود ہے۔ اور جس کا باعث زمانہ رسالت میں موجود ہو اور مانع کوئی نہ ہو اور پھر بھی حضور اس کو نہ کریں۔ یہ اسی وقت مردود ہوگا جب اس کا منشأ اسلام میں موجود نہ ہو اور وہ مزاج اسلام کے خلاف ہو۔ اور یہی بدعت سیئہ ہے۔ بخلاف اہل سنت کے معمولات کے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا منشا اسلام میں موجود اور ثابت ہے۔

بدعت حسنہ کا استنباط

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"باقی غیر مجتہد کا اجتہاد خصوصاً اس زمانہ میں ہرگز کسی بدعت کو حسنہ قرار نہیں دیتا" (راہ سنت ص ۹۷)

الجواب ۔ مجتہد سے کیا مراد ہے۔ مجتہد فی الشرع جس کا کام اصول کلید وضع کرنا ہے یا مطلقاً خواہ کسی درجہ کا مجتہد ہو۔ اگر پہلی صورت مراد ہے کہ مجتہد فی الشرع کا غیر کوئی بھی کسی ضرورت کے پیش نظر کسی اصل سے کوئی امر مستنبط نہیں کر سکتا۔ تو یہ بداہتۃً باطل ہے۔ کیونکہ ہر نماز میں تثویب کو متاخرین فقہاء نے مستحسن قرار دیا اور ان میں سے کوئی بھی مجتہد فی الشرع نہیں ہے۔

نیز ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں جو نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ انہیں حل کرنے کے لئے اس زمانہ میں کونسا مجتہد ہے۔ مثلاً ریل اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا۔ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا۔ ریڈیو اور ٹیلیفون پر چاند کی خبر۔ اعضاء پیوند کاری۔ بینک انشورنس اور پروا ڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کے مسائل اور ایسے صدھا مسائل جن کے بارے میں صریح نصوص موجود نہیں ہیں اور سب کو چھوڑیئے۔ آپ کے قطب عالم نے جو کوا کھانے کو کارِ ثواب اور ہولی دیوالی کی پوریوں کو جائز قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اس پر کونسی صحیح اور صریح نص موجود ہے۔ اور بغیر کسی نص صریح کے آپ کے پیشوا نے جو یہ اجتہاد کیا ہے اس کو کس کھاتے ہیں رکھئے گا۔

نیز آپ جو اپنے فاسد اجتہاد سے خدا رسول کے بے شمار حلال کردہ امور کو دن رات حرام کرتے ہیں۔ وہ کونسے شرعی اجتہاد سے انجام دیتے ہیں۔

سرفراز صاحب نے "راہ سنت" میں بدعت کی بحث میں دیوبندی نظریئے کو جو سہارا دینے کی کوشش تھی۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے اسے پیوند زمین کر دیا ہے۔

Marfat.com

نور و بشر

ومن الناس من یقول کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں کہ " من الناس " فرماتے میں لطیف رمز یہ ہے کہ یہ گروہ بہتر صفات و کمالات سے ایسا عاری ہے کہ اس کا ذکر وصف و خوبی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا یوں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بھی آدمی ہیں۔

مسئلہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء علیہم السلام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔ اور در حقیقت انبیاء علیہم السلام کی شان ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔

سرفراز صاحب اس پر تنقید کرتے ہیں!

تنقید "۔ نہ تو یہاں لفظ بشر ہے۔ اور نہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے بلکہ اس مقام پر (من الناس) کا لفظ ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں منافقین کی تردید کی ہے۔ اصل بات یہ ہے، کہ مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے بزور اپنا گندہ عقیدہ یہاں ٹھونسنے کی لاحاصل کوشش کی ہے اور انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے، قرآن و سنت، اجماع امت کے مسلمہ اصول اور عقائد اسلام کے سراسر خلاف کہا ہے (اولاً) اس لئے کہ بشر و انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔ ابلیس لعین کا کام ہے۔ نہ کہ مسلمان کا۔ معصوم فرشتوں نے بھی بحکم خداوندی بشر کو سجدہ کر کے اس کی خداداد برتری۔ فوقیت اور فضیلت کا اقرار کیا ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو فرشتوں سے فرمایا کہ میں بجنے والی مٹی

Marfat.com

اور سڑے ہوئے گارے سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو بنا چکوں اور اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دوں تو تم اسے سجدہ کرنا۔ فرشتوں نے بلا قیل وقال تعمیل حکم میں سجدہ کیا۔ مگر ابلیس لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔" (تنقید متین ص ۶۵)

عقیدہ بشریت علماء اہل سنت نے انبیاء علیہم السلام کے جنس بشر اور نوعِ انسان سے مبعوث ہونے کا کبھی انکار نہیں کیا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی بشریت بے شمار فضائل و کمالات کی حامل ہوتی ہے اور چونکہ کتاب و سنت سے نبی علیہ السلام کی نورانیت بھی ثابت ہے اس لئے ہمارے نزدیک نبی علیہ السلام بشریت اور نورانیت دونوں کے جامع ہیں اور اس اجتماع میں کوئی منافات نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں البتہ نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور یہی صدر الافاضل کا مطلب ہے۔ جس کی انہوں نے خود اپنی تفسیر میں جگہ جگہ تصریح فرمائی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔ سورۂ کہف کے اخیر میں قل انما بشرٌ مثلکم کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"بہر حال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار اور تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا۔ یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (خازن)

مسئلہ:۔ کسی کو جائز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت و عظمت بر طریق تواضع فرماتے ہیں انکا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔

دوئم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ عطا فرمائے ہوں۔ اس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام میں ذکر کرنا

Marfat.com

جو ہر کہہ و مہ میں پایا جائے۔ ان کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔

سوئم یہ کہ قرآن کریم میں جابجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہتے تھے۔ اور اسی سے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔

سورہ حٰم سجدہ میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

"فائدہ) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلحاظ ظاہر انا بشر مثلکم فرمانا حکمت ہدایت وارشاد کے لئے بطریق تواضع ہے۔ اور جو کلمات تواضع کیلئے کہیں جائیں۔ وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتی ہے چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں۔ کہ وہ حضور علیہ السلام سے مماثل ہونے کا دعوٰی کرے۔ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کہ آپ کی بشریت سب سے اعلیٰ ہے۔ ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں"

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے (۱) بشریت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہے (۲) کمالات کے اعتبار سے آپ کی بشریت میں کوئی آپ کا مثل نہیں ہے (۳) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور کو اپنی مثل بشر کہے (۴) انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا طریقہ رہا ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ ومن الناس من یقول کے تحت جو صدر الافاضل نے فرمایا ہے کہ

"اس لئے قرآن پاک میں جابجا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے"

اس[1] عبارت میں بھی بشر کہنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو انبیاء کرام کو اپنی مثل

---

[1] ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ صدر الافاضل نے یہاں صراحۃً بیان کیوں نہیں کیا کہ اپنی مثل بشر کہنا کفار کا دستور ہے جواب یہ ہے کہ یہاں   کے پیش نظر اجمالی کلام کیا گیا ہے اور جس جگہ اس موضوع پر بحث ہے وہاں اس تفصیل کو پیش کر دیا ہے۔

Marfat.com

بشر کہتے تھے۔ جیسا کہ خود صدر الافاضل نے دو جگہ تصریح فرمائی ہے۔ جس کو ہم نقل کر چکے ہیں۔ تیسری جگہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔

"اس امت میں بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہیں اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔" (خزائن العرفان ص ۴۲۴)

اس حوالہ سے بھی یہ ثابت ہوگئی کہ صدر الافاضل نفس بشر کے ثبوت کو جائز سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم مثلی کے عقیدہ کو فاسد قرار دیتے ہیں۔ اصل تفسیر میں یونہی مرقوم تھا۔ ہمارے پاس مراد آباد کا قدیم مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ جس میں یہ عبارت اسی طرح ہے بعد میں جب تاج کمپنی سے یہ شائع ہوا۔ تو بعض بددیانت سرفرازیوں نے اس میں اس طرح تحریف کردی ہے۔

"اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔"

یہود کے جان نشینوں نے تاج کمپنی کے عملہ میں شامل ہوکر جس طرح صدر الافاضل کی تفسیر میں تحریف کی۔ اس کی تفصیلات اخبارات میں آچکی ہیں۔ تاج کمپنی کا معذرت نامہ بھی چھپ چکا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی حقیقت نہ جانی جاسکے۔ ہمارے پاس قدیم نسخہ موجود ہے۔ جس سے مقابلہ کرکے اصل حقیقت معلوم کی جاسکتی ہے۔

بہرحال صدر الافاضل رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس مقصد پر صریح دلیل ہے کہ بدنصیبی اور گمراہی۔ بشر کہنا اور ہمسری کا خیال فاسد رکھنا ہے لیکن سرفراز صاحب کی دیانتداری ملاحظہ فرمائیے۔ کہ وہ اس عبارت پر تبصرہ کرتے وقت لفظ ہم مثلی کے خیال کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرگئے۔ حالانکہ مرکزی نقطہ یہی ہے۔ جیسا کہ ہم کئی مرتبہ بیان کرچکے ہیں سرفراز صاحب کی دیانتداری اور دین وایمان کی روشن ضمیری دیکھئے جس نے ان کو اس غاصبانہ تبصرہ پر آمادہ کیا۔

لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"کرم فرما مصحح کی عبارت کے پیش نظر حضرات صحابہ سے لے کر بشمولیت فقہاء عظام وصوفیاء کرام اور خود خانصاحب بریلوی اور ان کے ہم مشرب لوگ بھی بدنصیب قرار پاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں۔" (تنقید متین ص ۹۲)

سرفراز صاحب! تحریف کے میدان میں آپ یہود کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں صدر الافاضل رحمہ اللہ نبی علیہ السلام کی بشریت کی ہمسری کے خیال کو بدنصیبی اور گمراہی فرما رہے ہیں اور آپ نے لفظ ہمسری کے خیال کو چھوڑ کر نفس بشریت کے اعتقاد کو بدنصیبی بنا ڈالا۔ اور یہ دیوبند کی بازیگری کا ایک ادنیٰ کرتب ہے۔ جس سے کام لے کر وہ ہمیشہ اہل حق پر تبرا کرتے رہے ہیں۔ مولوی سرفراز صاحب کی عیاری دیکھئے۔

جب بشریت کو ثابت کرنا چاہا تو انہوں نے اپنی کتاب میں اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کی کتابوں سے حوالے دے کر یہ بھی ثابت کر لیا ہے کہ اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل نبی کی بشریت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جب صدر الافاضل پر سب وشتم کا شوق چرایا تو یہ بات گھڑ لی۔ کہ مولوی نعیم الدین نبی کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ کیا آپ نے اپنے قارئین کو بالکل ہی بیوقوف سمجھ لیا ہے کہ آپ انہیں فریب پر فریب دیتے رہیں گے اور انہیں حقیقت سے آشنائی نہ ہو سکے گی۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی عبارتیں نقل کر کے ہم نے بحمداللہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک نبی علیہ السلام میں بشریت ثابت ہے اور آپ کا ہمسر اور ہم مثل کوئی نہیں ہے۔ اور نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا دستور رہا ہے اور گکھڑ کے محرف نے اپنی کتاب میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مولوی نعیم الدین نبی علیہ السلام کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور بشر کہنا کفار کا دستور بتاتے ہیں۔ اور پھر علماء اسلاف کی عبارتیں یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیں کہ آپ میں بشریت متحقق ہے۔ گذارش یہ ہے کہ اگر اس تصنیف سے آپ کا مقصد محض بھرتی کرنا تھا تو وہ تو ماشاءاللہ چشم بددور خوب پورا ہو گیا۔ اور اگر مقصد صدر الافاضل کا رد کرنا تھا تو وہ معاف کیجئے۔ آپ کو حاصل نہ ہو

Marfat.com

سکا۔ کیونکہ صدر الافاضل نے نفس بشریت کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ وہ آپ کی ہمسری کا انکار کرتے ہیں اور محض بشر کہنے کو نہیں۔ بلکہ اپنا ہم مثل بشر کہنے کو کفار کا دستور قرار دیتے ہیں۔ اگر آپ میں جرأت تھی تو اس امر کے رد کے لئے قلم اٹھاتے مگر یہ آپ سے نہ ہوسکا۔ آیئے اب ہم اس امر پہ قرآن کریم کے حوالے پیش کرتے ہیں کہ اپنے جیسا بشر کہنا۔ یہ واقعی کفار ہی کا دستور تھا۔

ملاحظہ فرمایئے۔ سورۂ ہود میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی۔

فقال الملا الذین کفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا۔ — پس نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تمکو اپنا ہم مثل بشر ہی سمجھتے ہیں۔

سورۃ مؤمنون میں دوسرے رکوع کی دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

فقال الملأ الذین کفروا من قومه ما ھذا الا بشر مثلکم۔ — پس حضرت نوح کی قوم کے اکابر کفار نے کہا نہیں ہے یہ مگر تم جیسا بشر۔

اسی سورت کے تیسرے رکوع میں ہود یا صالح علیہ السلام کا ذکر ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی۔

وقال الملاء من قومه الذین کفروا وکذبوا بلقاء الاخرۃ و اترفنا ھم فی الحیوۃ الدنیا ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون۔ — اور ان کی قوم کا فر سردار جو آخرت کے منکر تھے۔ اور جنہیں ہم نے دنیاوی آسائش دی تھی۔ وہ کہنے لگے نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارا ہمسر جو تم کھاتے ہو وہ کھاتا ہے۔ اور جو تم پیتے ہو وہ پیتا ہے اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

اس رکوع کے اخیر میں ذکر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔

Marfat.com

الی فرعون وملائہ فاستکبروا وکانوا قوماً عالین فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا۔

طرف فرعون اور اس سرداروں کے پس انہوں نے تکبر کیا اور وہ قوم تھی ہی متکبر پس کہنے لگے کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لے آئیں

سورۂ یٰس میں ہے۔

اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

اور جب ہم نے اصحاب قریہ کی طرف دو رسولوں کو بھیجا پس انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ پھر تیسرے رسول نے تائید کی پس تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔ پس کفار کہنے لگے نہیں ہو تم مگر بشر ہم جیسے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات سے ہم نے بحمداللہ یہ امر واضح کر دیا ہے کہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہنا یہ کفار ہی کا دستور ہے۔ مولوی سرفراز صاحب میں اگر ہمت ہے تو وہ قرآن کریم کی کسی ایک ہی آیت سے ثابت کر دیں۔ کہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہنا مومنوں کا دستور رہے مگر شرط یہ ہے کہ آیت بالکل صاف اور صریح ہو۔ کوئی ہیر پھیر اور ھینچو چکر نہ ہو۔ سرفراز صاحب نے صدر الافاضل کی تفسیر پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"اور انہوں نے یہ جو کچھ کہا ہے۔ قرآن وحدیث اجماع امت کے مسلمہ اصول اور عقائد اسلام کے سراسر خلاف ہے۔"

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ صدر الافاضل کا نبی علیہ السلام میں بشریت کو ثابت اور جمیع عوارض میں اسے غیر مماثل ماننا قرآن وحدیث اجماع امت کے مسلمہ اصول اور عقائد اسلام کے عین مطابق ہے۔ بلکہ خود اکابر دیوبند کو بھی اس حقیقت کا اقرار ہے۔ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

"پس کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں۔" (براہین قاطعہ ص ۷)

Marfat.com

اس کے بعد سرفراز صاحب

بشریت محضہ اور بشریت بحیثیت نبوت کا فرق

لکھتے ہیں۔

"اولاً۔ اس لئے کہ بشر و انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنا ابلیس لعین کا کام ہے۔ نہ کہ کسی مسلمان کا۔ معصوم فرشتوں نے بھی بحکم خداوندی بشر کو سجدہ کر کے اس کی خداداد برتری فوقیت اور فضیلت کا اقرار کیا" (تنقید متین ص ۶۶)

حقیقت یہ ہے کہ دروغ گوئی ابلیس لعین کا کام ہے۔ صدر الافاضل نے اپنی پوری تفسیر میں کہیں بشر و انسان کو حقیر اور ذلیل نہیں کہا۔ پس ہم سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ رہا سرفراز صاحب کا یہ مغالطہ دینا کہ فرشتوں نے سجدہ کر کے اس کی فضیلت کا اعتراف کیا۔ دلائل کی روشنی میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ فرشتوں نے بشر کو سجدہ کیا تھا۔ لیکن بشر کو بحیثیت بشر کے سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ بشر کو بحیثیت نبی و خلیفۃ اللہ سجدہ کیا تھا۔ غور کیجئے کہ اگر نفس بشریت میں کوئی ایسی اہم فضیلت ہوتی تو آدم علیہ السلام کو صورت بشری میں پیدا کرتے ہی سجدہ کا حکم دے دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ پہلے آدم علیہ السلام کی علمی فضیلت اور برتری منوائی گئی اس کے بعد فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ آدم کی فضیلت اور برتری کا سبب محض بشریت نہ تھی۔ بلکہ وہ ان کی جلالت علمی اور خلافت الٰہیہ اور نبوت تھی جس نے فرشتوں کی گردنوں کو سجدہ ریز کر دیا۔ اور اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ نفس بشریت ہی ملائکہ پر برتری کا سبب ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ نفس بشریت تو ابوجہل اور ابولہب میں بھی متحقق ہے۔ پھر کیا آپ کے عقیدہ میں وہ بھی جبرائیل حملۂ عرش اور دیگر ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور اگر ابوجہل اور دوسرے کفار فرشتوں سے افضل و برتر نہیں اور یقیناً نہیں ہیں۔ تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا۔ کہ فضیلت اور برتری کا منشا محض بشریت نہیں۔ بلکہ صفات نبویہ فاضلہ کاملہ ہیں۔ آدم علیہ السلام میں دو جہتیں تھیں۔ ایک نبوت اور خلافت کی اور ایک بشریت کی۔ فرشتوں کی نظر صفت نبوت پر پڑی۔ اور سجدہ میں گر گئے۔ ابلیس

Marfat.com

کی نظر بشریت پر پڑی اور اس نے سجدہ سے انکار کر دیا۔

قال لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال من حماءٍ مسنون — کہنے لگا میں اس بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جس کو تو نے بجتی ہوئی مٹی اور گارے سے پیدا کیا۔

مبتدعین دیوبند دیدہ عبرت سے دیکھیں اور غور کریں، کہ ابلیس کے سفر کی بنیاد یہ تھی، کہ اس نے نبی کی بشریت کو ملحوظ رکھا۔ اور کمالاتِ نبوت کو نہ دیکھا آج بھی ابلیس لعین کے طریقہ کو اپنانے والے ہر جگہ ہر موقع پر نبی کی بشریت پیش کرتے ہیں۔ اور نبی کی باقی خصوصیات و کمالات کے لئے اپنی نگاہوں کے دریچے بند کر لیتے ہیں۔

آیئے اب امام رازی کی نگاہ سے دیکھیئے، کہ فرشتوں نے کس کو سجدہ کیا تھا۔

الرابع ان الملائکۃ امروا بالسجود لادم لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبھۃ ادم (تفسیر کبیر ج۲ ص ۲۰۲) — فرشتوں کو آدم کے سجدہ کا اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم کی پیشانی میں تھا۔

اور اب یہ حقیقت بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی، کہ جن کی نظر نبی کے نور پر تھی وہ سجدہ میں گر گئے۔ اور قرب خداوندی حاصل کر لیا۔ اور جس کی نظر نبی کی بشریت پر تھی۔ وہ تکبر کر کے ابلیس لعین ہوا۔ اور ابدی لعنت کا طوق پہن لیا۔ سابقہ حوالوں سے ناظرین پر یہ امر واضح ہو چکا ہوگا۔ کہ نبی علیہ السلام کی بشریت کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف اس امر میں ہے کہ کیا نبی علیہ السلام کی بشریت کو اپنی بشریت پر قیاس کر کے یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہم جیسے بشر تھے۔ پس علماء اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کو عام انسانوں کی بشریت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مبتدعین دیوبند کے روحِ رواں اسماعیل دہلوی نے نبی علیہ السلام کی بشریت کو عام بشریت پر قیاس کر کے پیغمبر اسلام کی شان میں انتہائی ناشائستہ کلمات استعمال کئے اور آپ کی تنقیص کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حقیقت یہ ہے۔ کہ مبتدعین دیوبند تنقیص رسالت کے لئے آپ کی بشریت کو بنیاد بناتے ہیں۔ اور پھر اس بنیاد پر وہ تنقیص رسالت کا محل تعمیر کرتے ہیں۔ جہاں تک بشریت کا تعلق ہے۔

Marfat.com

ہم اکابر اہل سنت کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے اور سرفراز صاحب کا نفس بشریت کو نزاعی مسئلہ بنا کر اس پر حوالے پیش کرنا محض مغالطہ آفرینی ہے۔ البتہ بشریت کی بناء پر مبتدعین دیوبند اس پر اپنی خواہش نفسانی سے تنقیص رسالت کا جو قلعہ تعمیر کرتے ہیں۔ اسے ماننے سے ہم کو پہلے بھی انکار تھا آج بھی انکار ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ انکار رہے گا۔ اب ہم آپ کے سامنے ذریت دیوبند کے معنوی جدامجد اسماعیل دہلوی کی بدنام زمانہ کتاب "تقویتہ الایمان" سے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر واضح ہو جائے کہ ہر جگہ اور ہر موقع پر نبی علیہ السلام کی بشریت پیش کرنے سے اہل دیوبند کا اصل مدعا کیا ہے۔

اسمٰعیل دہلوی مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث نقل کی جس میں نبی علیہ السلام نے تواضعاً چند کلمات فرمائے ہیں۔ اس کے بعد سے فائدہ کا عنوان قائم کر کے مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

ف "یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ سو اس میں بھی اختصار ہی کرو (تقویتہ الایمان ص ۴۴)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نبی علیہ السلام کے بارے میں تو ان کا یہ فتویٰ ہے کہ بشر کی سی تعریف میں بھی کمی کرو! اور اپنے مولویوں کی شان میں اس طرح رطب اللسان ہیں۔

تمہاری تری تربت کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار انی مری دیکھی بھی نادانی (مرثیہ گنگوہی ص ۱۲)

اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔" (تقویت الایمان ص ۴۴)

نبی علیہ السلام کی تنقیص کی یہ ایک انتہائی خطرناک کوشش ہے ہمیں کوئی سمجھائے، کیا گاؤں کے چودھری اور زمیندار کی اطاعت گاؤں والوں پر فرض ہوتی

Marfat.com

ہے کیا چوہدری کو نہ ماننے سے گاؤں والے کافر ہو جاتے ہیں۔ پھر اس لغو تشبیہ سے کیا حاصل؟

نیز اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو دیئے ہیں، سو بیان کرو۔ وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں، کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں۔" (تقویت الایمان ص ۴۴)

یہ ٹھیک ہے رسالت سے بڑھ کر بشر کا کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر حضور کو صرف رسول کہہ دینے سے آپ کے تمام کمالات کس طرح آجاتے ہیں۔ رسول تو تین سو تیرہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض (بعض رسول کو بعض پر فضیلت ہے) پھر بتلائے قرآن کریم میں حضور کی تعریف میں اللہ تعالےٰ نے آپ کا صرف وصف رسالت بیان کیا ہے اور ورفع بعضهم درجات علمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ما زاغ البصر وما طغىٰ انك لعلىٰ خلق عظيم وما ارسلنك الا رحمة للعالمين قرآن کریم کی بے شمار آیات اور احادیث کا وافر ذخیرہ کس کی فضیلت میں وارد ہے۔ کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کو منبر پر بٹھا کر ان سے صرف لفظ رسول کی گردان سنا کرتے تھے۔ بتلائیے بھلا آپ کو حضور کی اس تنقیص اور فضائل کی قطع برید سے کیا حاصل ہوا؟

اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ الی ان قال اولیاء انبیاء امام و امام زادہ پیر و شہید یعنے جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویت الایمان ص ۴۲)

Marfat.com

اسماعیل دہلوی حضور علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"

(تقویت الایمان ص ۴۲)

نیز لکھتے ہیں۔

"اور جس کا نام محمد یا علی ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویت الایمان ص ۲۸)

مزید لکھتے ہیں۔

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"

(تقویت الایمان ص ۱۸)

قارئین کرام آپ ان عبارتوں کو پڑھیئے اور سوچیئے کہ نبی علیہ السلام کے فضائل اور کمالات کو مٹانا کن لوگوں کا شعار ہے اور کیا نبی علیہ السلام کی بشریت اسی لئے دن رات پیش کی جاتی ہے کہ آپ کی شان میں اس طرح توہین کی جائے اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کر دیا جائے۔

نبی علیہ السلام کی نورانیت

نبی علیہ السلام کی بشریت پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اب ہم آپ کی نورانیت کا ذکر کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ — تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔

قرآن کریم کی اس دلیل پر سرفراز صاحب کا ارشاد ہے کہنے والے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور چونکہ واؤ عطف سے کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور معطوف و معطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں۔ لہذا نور الگ شے ہے اور کتاب جدا۔

الجواب: "اس میں لفظ نور سے خود قرآن کریم مراد ہے۔ اور عطف محض تفسیری ہے" (تنقید متین ص ۱۰۵)

Marfat.com

آیئے اب ہم آپ کو بتلائیں کہ یہ کہنے والے کون ہیں۔ کہ نور سے مراد نبی علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

وفیہ اقوال (الاول) ان المراد بالنور محمد وبالکتاب القران (والثانی) ان المراد بالنور الاسلام وبالکتاب القران (الثالث) النور والکتاب ھو القران وھذا ضعیف لان العطف یوجب المغائرۃ۔

اور اس آیت میں کئی اقوال ہیں۔ پہلا یہ کہ بیشک نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن کریم۔ دوسرا یہ کہ نور سے اسلام مراد ہے اور کتاب سے قرآن تیسرا یہ کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم ہو اور یہ کمزور بات ہے کیونکہ عطف تغائر کو چاہتا ہے۔

اب غالباً سرفراز صاحب کو پتہ چل گیا ہوگا۔ کہ جس قول پر انہوں نے اپنے عقیدہ کی عمارت قائم کی ہے۔ وہ تیسرے درجہ کا قول ہے۔ جس کو امام رازی نہایت کمزور قرار دیتے ہیں۔ ملا علی قاری حنفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(قد جاءکم من اللہ نور) ای ظہور الحق وابطال الباطل واطلق علیہ الصلوٰۃ والسلام لانہ یھتدی بہ من الظلمات الی النور (کتاب مبین) بین الاعجاز وبین الاحکام وھذا شاھد للمدعی الاول وبیانہ ان الاصل فی العطف المغائرۃ۔

(شرح شفاء ج ۱ ص ۴۲)

(تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور) یعنی حق کے ظہور اور باطل کو ملیامیٹ کرنے کیلئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق اسلئے کیا گیا کہ آپ سے ظلمات میں نور کی طرف ہدایت حاصل کی جاتی ہے (اور کتاب مبین) جسکا اعجاز ظاہر ہے اور وہ احکام بیان کرنے والی ہے اور یہ پہلے مطلوب کی دلیل ہے جس کا بیان یہ ہے کہ اصل عطف میں مغائرہ ہے۔

باقی رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا۔ کہ واو کا عطف تفسیری ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ واو عاطفہ میں اصل مغائرت ہے اور عطف تفسیر مجاز ہے اور کاش کہ آپ نے "اصول الشاشی" پڑھی ہوتی۔ تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اصل الفاظ میں حقیقت ہے۔ تا وقتیکہ تعذر

Marfat.com

عقلی یا شرعی لازم آئے پس آپ کا بغیر تعذر کے واو کو عطف تفسیری پر محمول کرنا علم سے تہی دستی کے سوا اور کیا ہے اور اسی عطف تفسیری کا جواب ملا علی قاری حنفی سے ملاحظہ فرمایئے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وقد حال بعض المفسرین بانه من باب الجمع بین الوصفین باعتبار تغائرهما اللفظی وان المراد بهما القرآن وقد یقال فی مقابلهم وای مانع من ان یجعل النعتان للرسول صلی اللہ علیہ وسلم فانہ نور عظیم لکمال ظهوره بین الانوار وکتاب مبین من حیث انه جامع لجمیع الاسرار ومظهر للاحکام والاحوال والاخبار

(شرح شفا ج ۱ ص ۴۲)

اور تحقیق بعض مفسرین نے یہ ارادہ کیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے اور عطف میں تغائر لفظی بلحاظ صفات ہے اور بلا خوف وخطر ان کے مقابلہ میں یہ بات کہی جائے گی کہ (جب نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم لیا جا سکتا ہے) تو اس سے کیا چیز مانع ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں لفظوں سے رسول اللہ کی ذات کریم مراد لی جائے بایں طور کہ نور اور کتاب مبین ہونا دونوں آپ کی صفات ہوں۔ کیونکہ آپ نور اس لحاظ سے ہیں۔ کہ انوار میں کامل ظہور رکھتے ہیں۔ اور کتاب مبین اس اعتبار سے ہیں کہ آپ تمام اسرار الٰہیہ کے جامع احکام شرعیہ کے مبین اور اخبار وحالات کے بتلانے والے ہیں۔

اسی طرح علامہ آلوسی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولا یبعد ان یراد بالنور والکتاب المبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعطف علیہ کالعطف علی ما قالہ الجبائی ولا شك فی صحة اطلاق کل علیہ علیہ الصلوٰة والسلام۔

ج ۶ ص ۸۷

اور بعید نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی علیہ السلام کی ذات مقدسہ مراد ہو۔ اگر عطف کو جبائی کی طرح عطف تفسیری پر محمول کیا جائے اور بلا ریب نبی علیہ السلام پر نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے۔

Marfat.com

آپ نے غور فرمایا۔ مداحِ نبی ملا علی قاری حنفی اور علامہ آلوسی حنفی تو مدحتِ رسول اور عظمتِ نبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد حضور کی ذات ہے اور رفعتِ نبی اور عظمتِ رسالت کے منکر کہتے ہیں کہ دونوں تو کجا ایک سے بھی مراد آپ کی ذات نہیں ہے سرفراز صاحب نے ذکرِ رسول کو قطع کرنے کے لئے جس طرح مقراضِ دیوبند کو استعمال کیا ہے۔ اس نے ان کی فطرت کے نقوش کو خوب اُبھار کر عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور اب عوام کو غور کرنے کا موقع ملے گا کہ دیوبند کے اسلام اور عشقِ نبی کے نعروں میں کتنی اصلیت ہے۔ کیا یہ حقیقت اب واضح نہیں ہوگئی ہے کہ دیوبندی نصاب اپنے فضلاء کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بغضِ رسالت کی چنگاریاں بھر دیتا ہے جس کا ایک اندازہ دیوبند کے اس فاضل کی تحریر سے کیا جا سکتا ہے۔

ملا علی قاری حنفی کے بعد سید محمود آلوسی حنفی کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔

(قد جاءکم من اللہ نور) عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم والی ھذا ذھب قتادہ واختارہ الزجاج۔ (روح المعانی)	(تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور) عظیم اور وہ تمام نوروں کا نور ہے اور نبی مختار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف قتادہ گئے ہیں اور اسی کو زجاج نے اختیار کیا۔

علامہ آلوسی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور تمام انوار کی اصل ہیں اور یہ عبارت منکرین دیوبند کے اس فاسد عقیدہ پر ضربِ کاری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط ہدایت کے لحاظ سے نور ہیں۔ اور حسی نورانیت آپ کو نہیں ملی۔ حق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسی اور معنوی ہر قسم کی نورانیت کے جامع اور تمام انوار ہیں۔ اور مختلف اوقات میں آپ سے مختلف انوار کے مقتضیات ظہور میں آئے۔ جب بشریت کا غلبہ ہوا تو بشری عوارض پائے گئے۔ اور جب نور معنوی یا حسی غالب ہوا تو اس کے مظاہر پائے گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے فرمایا۔

Marfat.com

(قد جاءکم من اللہ نور) ھو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر جلالین)

قد جاءکم من اللہ نور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ذکر ہے۔

شیخ احمد صادی مالکی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں!

وسمی نورا لانہ ینور البصائر ویھدیھا للرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔

آپ کو نور سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ آپ بصائر کو منور کرتے ہیں اور انہیں راہ ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اسلئے کہ آپ ہر نور کی اصل ہیں خواہ حسی ہو یا معنوی۔

شیخ ابو سعود اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

قیل المراد بالاول ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن۔

کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد رسول کریم کی ذات اور ثانی یعنی کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے۔

(تفسیر ابو سعود)

حضور کی نورانیت پر اعتراض کا جواب

سرفراز صاحب نے نور سے ذات نبی مراد نہ ہونے پر ایک دلیل قائم کی ہے۔

لکھتے ہیں۔

''اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ذکر اسی آیت کے شروع میں مستقل ہو چکا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۰۵)

یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم الایۃ۔

اے اہل کتاب تحقیق سے آیا تمہارے پاس ہمارا رسول ظاہر کرتا ہے تم پر۔ اور آخر میں کتاب کا ذکر ہے جو روشن بھی ہے اور مبین بھی۔

اس بے سرو پا شبہ کے جواب میں مفسرین کی عبارات لانے کی بجائے بہتر ہو گا۔ کہ مبتدعین دیوبند کے حکیم علی الاطلاق اشرف علی تھانوی کی عبارت پیش کیا جائے۔

لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ ایک تفسیر یہ ہے کہ نور سے مراد (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قد جاءکم رسولنا فرمایا ہے۔ تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا ایک فاعل ایک ہو۔ (رسالۃ النور ص ۳۱)

اب آپ غور فرمایئے کہ سرفراز صاحب کے نزدیک عبارت میں قد جاءکم رسولنا کا ذکر نور سے حضور کی ذات مراد نہ ہونے پر قرینہ ہے اور ان کے حکیم الامت کے نزدیک عبارت میں اسی قد جاءکم رسولنا کا ذکر نور سے آپ کی ذات مراد ہونے پر قرینہ ہے۔ اب کس کا بتلایا ہوا قرینہ صحیح ہے اور کس کا غلط یہ فیصلہ ہم سرفراز صاحب کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ خواہ خود کو جاہل بنا کر تھانوی صاحب کی تصحیح کریں۔ یا اپنے کلام کو صحیح قرار دے کر امت دیوبند کے حکیم کو جہالت کی بھٹی میں جھونک دیں۔

حضور کی نورانیت پر ایک اور اعتراض

نور سے حضور کی ذاتِ اقدس مراد لینے پر مولوی سرفراز صاحب کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ:۔

"اگر نور سے آپ کی ذات گرامی اور کتاب مبین سے الگ چیز مراد ہوتی۔ تو ضمیر تثنیہ کی بہ مناسب تھی۔ (تنقید متین ص)

قرآن کریم میں ایسی بے شمار نظریں موجود ہیں۔ جن میں امور متعدد کی طرف ضمیر واحد کا بطور بدل لوٹایا گیا ہو۔ لیکن بغض رسالت کا کیا علاج سرفراز صاحب کو پورے قرآن میں صرف یہی ایک مقام کھٹکا ہے۔ بہرحال جواب حاضر ہے۔ علامہ ابو سعود آیت مذکورہ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

توحید الضمیر المجرور لاتحاد المرجع بالذات اولکونھما فی حکم الواحد اوارید یھدی بما ذکرہ الخ (تفسیر ابو سعود)

ضمیر مجرور کو واحد یا تو اسلئے لایا گیا ہے کہ انکا مرجع متحد بالذات ہے (کیونکہ احکامِ قرآنی کی جامع انسانی صورت اگر متصور ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

تو وہ آپ کی ذات مقدسہ ہے اور اگر آپ کی ذات وصفات کی اگر کوئی جامع عبارت حاصل ہو سکتی ہے۔ تو وہ قرآن کریم ہے، یا اس لئے کہ دونوں کا حکم ایک ہے (کیونکہ دونوں واجب الاطاعت ہیں) اور ضمیر دونوں کی طرف مذکور کی تاویل میں راجع ہے (اور یہی وہ جواب ہے جو اس قسم کے مواقع پر بالعموم مفسرین اور شارحین دیا کرتے ہیں)

شیخ ابوسعود کی طرح علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی نے انوار التنزیل میں علامہ اسمٰعیل حقی نے روح البیان میں اور دیگر اکابر علماء نے بھی اپنی اپنی تفاسیر میں اسی قسم کے جوابات دیئے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے، کہ معاندین رسالت اپنے توہمات کے تبر برسا رہے ہیں، اور نبوت کے پروانے دلائل وبراہین کی سپر بن کر ان کے مقابل آ رہے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ جب ضمیر واحد ہے تو مرجع بھی واحد ہونا چاہئے تو چلئے یہی سہی لیکن یہ کب ضروری ہے کہ اگر مرجع واحد ہو تو نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہو۔ اور یہی جواب ملا علی قاری نے شرح شفا میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں دیا ہے جیسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں

منصف مزاج کے لئے یہ جاندار حوالے کافی ہیں اور جن کے دل ظلم سے مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کا ہم کوئی ذمہ نہیں لیتے ۔ اب اس ضمن میں علامہ بیضاوی کا کلام ملاحظہ فرمایئے۔

(قد جاءکم من اللہ نور) ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم یریدبالنور محمدا صلی اللہ علیہ وسلم۔	آیت مبارکہ میں نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

(تفسیر بیضاوی)

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:۔

(قد جاءکم من اللہ نور یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم انما سماہ اللہ نورا لانہ یھتدی بہ	نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور آپ کو نور سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ سے اسی طرح ہدائیت حاصل کی جاتی ہے جیسے نور سے

Marfat.com

کما یھتدی بالنور فی الظلام — اندھیروں میں ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

(تفسیر خازن)

علامہ نسفی حنفی زیر نظر آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

او النور محمد علیہ السلام لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجا۔ (مدارک التنزیل)

یا نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ آپ کو قرآن کریم میں دوسری جگہ سراج سے موسوم کیا ہے۔

ان مختصر اور مضبوط حوالوں کے بعد ہم اس آیت پہ علامہ اسمٰعیل حقی کا نورانی اور روح پرور کلام پیش کرتے ہیں۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ کر کے اپنے قلوب اور روح کو منور فرمایئے۔

واعلموا ان اللہ تعالیٰ بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورا ابیتن حقیقۃ حظ الانسان من اللہ تعالی وانہ تعالیٰ سمی نفسہ نورا بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض لانھما کانا مختفیین فی ظلمۃ العدم فاللہ تعالیٰ اظھرھما بالایجاد وسمی الرسول نورا لان اول شی اظھرہ الحق بنور قدرتہ من ظلمۃ العدم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما قال اول ما خلق اللہ نوری ثم خلق العالم بما فیہ من نورہ بعضہ من بعض فلما ظھرت الموجودات من وجود نورہ سماہ

اور یاد رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحیثیت نور مبعوث فرمایا۔ اور آپ انسان کے لئے عطیۂ الٰہی بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے قول "اللہ نور السموات والارض" میں نور سے موسوم فرمایا کیونکہ ارض وسماء ظلمت عدم میں مستور تھے پس اللہ تعالیٰ نے صفت ایجاد سے انہیں ظاہر فرمایا۔ اور نبی علیہ السلام کو نور فرمایا کیونکہ وہ پہلی مخلوق جسے اللہ تعالیٰ نے نور قدرت سے ظاہر فرمایا۔ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس طرح آپ نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے عالم کے بعض انوار کو بعض سے پیدا فرمایا پس جب آپ کے نور سے موجودات ظاہر

Marfat.com

نورا وکل ما کان اقرب الی الاختراع کان اولی باسم النور کما ان عالم الارواح اقرب الی اختراع من عالم الاجسام فلذلك سمی عالم الانوار والعلویات نورا نبا بالنسبة الی السفلیات فاقرب الموجودات الی الاختراع لما کان نورا فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اولی باسم النور ولهذا کان یقول انا من اللہ و المؤمنون منی وقال تعالی قد جاءکم من اللہ نور وروی عن النبی علیہ السلام انہ قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق ادم باربعة عشر الف عام وکان یسبح ذالك النور وتسبح الملائکة بتسبیحه فلما خلق ادم القی ذالك النور فی صلبه وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لما خلق اللہ ادم اهبطنی فی صلبه الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینة وقذفنی فی صلب ابراهیم ثم لم یزل تعالی ینقلنی من الاصلاب الکریمة الی الارحام

ہو گئے تو آپ کا نام نور رکھا اور ہر شے جو اقرب الی الایجاد ہو وہ اسم نور کے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ عالم ارواح جبکہ ایجاد کے زیادہ قریب تھا تو اسی وجہ سے اسے عالم انوار کا نام دیا اور عالم علوی نورانی ہے بہ نسبت عالم سفلی کے پس نور نبی جبکہ تمام موجودات کی نسبت ایجاد کے سب سے زیادہ قریب ہے لہذا نور کا نام سب سے زیادہ آپ ہی کی ذات مقدسہ کے مناسب ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالی کے نور کی (تجلی) سے پیدا ہوا اور مومنین مجھ سے اور اللہ تعالی فرماتا ہے بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور آیا اور نبی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں اپنے رب کے پاس بحیثیت نور آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے موجود تھا اور یہ نور اللہ کی حمد و ثنا کرتا تھا اور فرشتے اس حمد سے تسبیح کیا کرتے تھے پس جب آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ نور انکی پشت میں رکھا گیا اور ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جب آدم کو پیدا کیا تو مجھے انکی پشت کے ضمن میں زمین پر اتارا پھر کی پشت کے ضمن میں کشتی میں اتارا اور ابراہیم کی پشت میں رکھا پھر اسی طرح مجھے کریمانہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف نقل

Marfat.com

الطاهرۃ حتی اخرجنی من ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط ۔ (روح البیان)

فرماتا رہا ۔ یہاں تک کہ مجھے میرے والدین کی طرف بھیجا ۔ جو کبھی زنا پر اکٹھے نہیں ہوئے ۔

حضور کی نورانیت اکابر دیوبند کی نظر میں

مسئلہ نورانیت محمدی میں جمہور مفسرین کا کلام سپرد رقم کرنے کے بعد ہم اس موضوع پر ان ستونوں کی عبارت پیش کرتے ہیں جن کے کاندھوں پر عمارت دیوبند کا بوجھ ہے ۔ اور ظاہر ہے ان عمائد کو گرانا دیوبند کو مسمار کرنے کے مترادف ہے اب سرفراز صاحب یا تو علماء دیوبند کی پوجا چھوڑ دیں اور یا توبہ کر کے اہل سنت کے مسلک کو قبول کرلیں ۔

رشید احمد صاحب گنگوہی کا کلام ملاحظہ فرمائیے ۔ لکھتے ہیں ۔

حق تعالیٰ در شانِ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم است ۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے کہ آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین اور نور سے مراد حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے ۔

(امداد السلوک ص ۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں ۔

" اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ہوں ۔"

(رسالہ النور ص ۳۱)

سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں " شاید نور سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم

Marfat.com

مراد ہے "

شاید کی یہ ہڈی ان کے گلے میں جا کر اس طرح پھنسی ہے نہ صاف اقرار کر سکتے ہیں اور نہ واضح انکار کی ہمت ہو سکی عجیب مخمصے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

مشتاق احمد نے رسالہ التوسل میں لکھا۔ اور اسے محمود الحسن مفتی کفایت اللہ مفتی محمد شفیع جیسے اکابر دیوبند کی تائیدات سے مزین کیا۔ اس میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے"

(التوسل ص ۲۳)

ہم نے آپ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح علماء دیوبند کی عبارات کو پیش کر دیا ہے کہ رؤسا دیوبند آیت مذکورہ میں نور سے رسول کریم کی ذات اقدس مراد لیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی سرفراز صاحب کا قول بھی نقل کر دیا ہے کہ وہ نور سے رسول اللہ کے مراد ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ دونوں میں کون غلط اور گمراہ ہے۔ اس پہ ہم ناظرین کی بصیرت کو منصف بناتے ہیں۔

حضور کی نورانیت پر قرآن سے مزید دلائل

سرفراز صاحب نے اپنے ضعیف مطالعہ اور علمی فقدان سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ قرآن کریم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت پر یہی ایک دلیل ہے۔ یہ ان کی خوش فہمی بلکہ غلط فہمی ہے۔ دیدہ بینا کے لئے قرآن شریف میں انگنت آیات نبی علیہ السلام کی نورانیت کی حامل ہیں۔ ہم چند آیات مع تفسیری حوالوں کے نذر رقم کرتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض الایۃ۔ قال کعب الاحبار وابن جبیر المراد بالنور الثانی ھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ تعالیٰ مثل نورہ	اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ کعب احبار اور ابن جبیر نے کہا کہ یہاں نور ثانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں! اور اللہ تعالیٰ کے قول مثل نورہ کا معنی ہے

Marfat.com

ای نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وقال سھل بن عبد اللہ المعنی اللہ
ھادی اھل السموات والارض
ثم قال مثل نور محمد اذا کان
مستودعا فی الاصلاب کمشکوۃ
صفتہا کذا واراد بالمصباح قلبہ
والزجاجۃ صدرہ ای کانہ
کوکب دری لما فیہ من الایمان
والحکمۃ یوقد من شجرۃ مبارکۃ
ای من نور ابراھیم علیہ الصلوٰۃ
والسلام وضرب المثل بالشجرۃ
المبارکۃ وقولہ یکاد زیتہا یضئ
ای تکاد نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ
یتبین للناس قبل کلامہ کھذا
الزیت وقد قیل فی ھذہ الایۃ
غیر ھذا واللہ اعلم وقد سماہ
اللہ فی القرآن فی غیر ھذا الموضع
نورا وسراجا منیرا۔ فقال تعالیٰ
قد جاءکم من اللہ نور وکتاب
مبین وقال تعالیٰ انا ارسلناک
شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا
الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا
ومن ھذا قولہ تعالیٰ الم نشرح

نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اور سہل
بن عبد اللہ نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
آسمانوں اور زمینوں کا ہادی ہے پھر کہا مثال
نور محمد کی جبکہ وہ پشتوں میں بطور امانت تھا
مثل اس طاق کے ہے جس کی ایسی ایسی صفت
ہو اور مصباح سے آپ کے قلب کا ارادہ
کیا۔ اور زجاجہ سے سینہ اقدس کا گویا کہ وہ
ایک روشن ستارہ ہے جو ایمان و حکمت
سے بھرپور ہے۔ اور ایک درخت سے روشن
ہے۔ یعنی خود ابراہیم علیہ السلام سے اور شجر
مبارکہ سے محض مثال دی گئی ہے۔ اللہ عزوجل
کے قول یکاد زیتہا یضئ کا مطلب ہے کہ قریب ہے
کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ نبوت
سے پہلے لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گی مثل اس زیتون کے
اور اس آیت میں اور بھی مضمون بیان کئے گئے ہیں۔
واللہ اعلم اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپکو قرآن
میں اس مقام کے علاوہ نور اور سراج منیر سے موسوم
فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد جاءکم من اللہ
نور و کتاب مبین اور فرمایا۔ انا ارسلناک
شاھدا ومبشرا ونذیرا و
داعیا الی اللہ باذنہ و
سراجا منیرا۔
اور اسی ضمن میں فرمایا۔ الم نشرح

Marfat.com

لك صدارك الى اخر السورة شرح وسع والمراد بالصدر هنا القلب قال ابن عباس رضی اللہ عنہما شرحہ بنور الاسلام وقال سهل بنور الرسالة الخ۔
(الشفاء ص ۱۰)

لك صدرك الخ میں سینہ سے مراد آپ کا دل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دل کو نور اسلام سے لبریز کر دیا۔ اور سہل نے کہا نور رسالت سے۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اسی مضمون کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

والحاصل ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقل من ابائہ الکرام الی ان ظہر ظہورا بینا فی ظہر ابراهیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اذ صار علما فی علم التوحید ولاسیما فی باب التفویض والاسلام فہو شجرۃ کثیرۃ الخیر لان من بعد من الانبیاء کلہم من ذریتہ وکان اکثرہم من جہۃ الشام من الارض التی بارک اللہ تعالیٰ حولها وکان الزیتونہ اشارۃ الیہا۔ (شرح شفا ج ۱ ص ۴۱)

اور خلاصہ یہ ہے کہ بیشک نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء کرام سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک میں ظاہر ہوا۔ جبکہ وہ توحید میں علامت کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور خاص طور پر تسلیم و رضا کے باب میں پس وہ کثیر خیر کے حامل شجر تھے۔ کیونکہ بعد کے تمام انبیاء آپ کی اولاد میں سے تھے اور ان میں سے اکثر ملک شام سے مبعوث ہوئے۔ جس کی زمین میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی تھی اور ممکن ہے کہ زیتون سے اسی طرف اشارہ ہو۔

صاحب تفسیر خازن میں سراجا منیرا کے تحت فرماتے ہیں۔

معناہ امد اللہ بنور بنوتہ نور البصائر کما یمد بنور السراج نور الابصار۔ (تفسیر خازن)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے نور نبوت سے بصائر کے نور کی مدد فرمائی جیسے نور سراج سے نور ابصار کی مدد کی جاتی ہے۔

Marfat.com

امام رازی رحمہ اللہ اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

قال فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم سراجا ولم یقل انہ شمس مع ان النھار اشھد اضاءۃ من السراج لفوائد منھا ان الشمس نورھا لا یؤخذ منھا شیٔ والسراج یوخذ منہ انوار کثیرۃ۔ (تفسیر کبیر)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں چراغ فرمایا اور شمس نہ فرمایا۔ حالانکہ سورج کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ شمس سے عموماً استفادہ نہیں کیا جاتا بخلاف چراغ کے کیونکہ اس سے انوار کثیرہ حاصل کئے جاتے ہیں۔

قد جاءکم من اللہ نور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی نفی کرنیوالے کون تھے

ہم نے گذشتہ سطور میں یہ امر انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک نورانیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حقیقت ثابتہ ہے اور جمہور مفسرین کے نزدیک "قد جاءکم من اللہ نور" میں نور سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب یہ بھی دیکھئے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن کریم لے کر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کرنے والے کون لوگ ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

وقال ابو علی الجبائی عنی بالنور القرآن لکشفہ واظھارہ طرق الھدیٰ والیقین واقتصر علی ذالک الزمخشری۔ (روح المعانی)

ابو علی جبائی نے کہا نور سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ وہ حقائق کا کشف و بیان اور ہدایت کے طریقوں کو ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے اسی تفسیر پہ اکتفا کیا ہے۔

اور زمخشری صاحب کشاف، کا کیا مذہب ہے۔

علامہ پرھاروی لکھتے ہیں۔

وکان صاحب الکشاف یکنی نفسہٗ ابا المعتزلۃ (نبراس ص ۲۸)

صاحب کشاف نے اپنی کنیت ابو معتزلہ رکھی تھی۔

Marfat.com

نیز علمائے پرہاروی ابو علی جبائی کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

ابی علی جبائی ھو محمد بن عبد الوھاب من معتزلۃ بصرۃ۔

(نبراس ص ۲۹)

ابو علی جبائی کا نام محمد بن عبد الوہاب تھا اور وہ معتزلہ بصرہ سے تھا۔

نبراس کے ان حوالوں سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ ابو علی جبائی اور زمخشری دونوں معتزلہ تھے اور روح المعانی کی عبارت سے واضح ہوگیا کہ یہی معتزلہ نورانیت نبی کا انکار کرکے نور کا قرآن میں انحصار کرتے ہیں۔ پس اب غور فرمائیے۔ کہ سرفراز صاحب گکھڑی نے نورانیتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرکے کن لوگوں کے برازہیں اپنے عقیدہ کو شامل کرلیا ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"نورانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسری دلیل حدیث جابر سے دی جاتی ہے۔ اور یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ امام عبدالرزاق شیعہ تھے۔ اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے مجروح ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(تنقید متین ص ۱۰۷)

اس جرح کا جواب دینے سے پیشتر ہم آپ کے سامنے اہل سنّت کے ان اکابر علماء کی عبارات پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو روایت اور اس سے استدلال کیا ہے۔ امام احمد کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاد الاستاذ امام عبدالرزاق اپنی تصنیف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئی خلقہ اللہ تعالٰی قبل الاشیاء قال یاجابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل	حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے بتلائیں کہ سب سے پہلے اللہ نے کس کو پیدا کیا۔ فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے تمہارے نبی صلی

Marfat.com

الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل
ذلك النور یدور بالقدرة حیث
شاء الله تعالیٰ ولم یکن فی ذالك
الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا
نار ولا ملك ولا سماء ولا شمس و
لا قمر ولا جنی ولا انسی فلما
اراد الله تعالیٰ ان یخلق الخلق قسم
ذالك النور اربعة اجزاء فخلق من
الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح
ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء
الرابع اربعة اجزاء الحدیث بطوله ۔

اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ پھر
وہ نور خدا کی قدرت سے جہاں چاہا
گھومتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم
جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان
زمین، سورج، چاند، جن وانس کچھ نہیں
تھے پھر جب اللہ تعالے نے
مخلوق کو پیدا کرنا چاہا۔ تو اس نور
کے چار حصے کئے۔ پہلے سے قلم
دوسرے سے لوح۔ تیسرے سے
عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار
حصے کئے۔ الحدیث۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادة الحق تعالیٰ
بایجاد خلقه وتقدیر رزقه ابرز
الحقیقة المحمدیة من الانوار
الصمدیة فی الحضرة الاحدیة ثم
سلخ منها العوالم کلها علوها و
سفلها علی صورة حکمه کما سبق
فی سابق ارادته وعلمه ثم اعلمه
تعالیٰ نبوته وبشره برسالته
هکذا وآدم لم یکن الا کما قال صلے
الله علیه وسلم بین الروح والجسد

(مواہب اللدنیہ)

جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کو پیدا کرنے
اور اس کا رزق مقرر کرنے کے ساتھ
متعلق ہوا تو اس نے حقیقت محمدیہ کو صمدی
انوار سے بارگاہ احدیت میں ظاہر فرمایا۔ پھر
اللہ تعالےٰ نے اس حقیقت محمدی سے
تمام عالم علوی اور سفلی کو اپنے ارادہ ازلی
کے مطابق ظاہر فرمایا پھر اللہ
تعالیٰ نے حقیقت محمدی کو نبوت کی خبر اور
رسالت کی بشارت دی اور ابھی حضرت
آدم فرمان نبوی کے مطابق روح اور
جسد کے درمیان ہی تھے۔

Marfat.com

اس کی شرح میں امام زرقانی ارقام کھتے ہیں۔

وانما کانت الحقیقۃ المحمدیۃ ھی صورۃ الحقیقۃ الحقائق لاجل ثبوت الحقیقۃ المحمدیۃ فی خلق الوسطیۃ ھی عین النور الاحمدی المشار الیہ بقولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ نوری ..... (زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

اور بجز ایں نیست کہ حقیقت محمدیہ ہی تمام حقائق کی حقیقت ہے کیونکہ حقیقت محمدی کا ثبوت خلق وسطیہ میں ہے۔ جو کہ عین نور احمدی ہے۔ جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

امیر عبدالقادر الجزائری فرماتے ہیں۔

فان حقیقۃ صلی اللہ علیہ وسلم ھی الرحمۃ التی وسعت کل شیٔ وعمت ھذہ الرحمۃ حتی اسماً الحق تعالیٰ من حیث ظہور اثارھا ومقتضیاتھا بوجود ھذہ الرحمۃ وھذہ الرحمۃ ھی اول شیٔ فتق ظلمۃ العدم واول صادر عن الحق تعالیٰ بلا واسطہ وھی الوجود المفاض علیٰ اعیان الممکنات وقد ورد فی الخبر اول ما خلق اللہ نور۔ نبیك یا جابر۔

(مواقف)

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت وہ رحمتِ عظمیٰ ہے جس نے ہر شے کا احاطہ کر لیا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء کو بھی یہ رحمت شامل ہے، کیونکہ ان اسماء کے مقتضیات اور آثار کا ظہور اس رحمت محمدی سے وجود میں آیا۔ اور اسی رحمت نے سب سے پہلے پردہ عدم کو چاک کیا اور یہ پہلی مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ صادر ہوئی اور اس وجود کا فیضان تمام موجودات کو شامل ہے اور بالتحقیق حدیث شریف میں وارد ہوا کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔

سیدی عبدالکریم فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ خلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم کثیر السعادۃ

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سعادتِ کبریٰ اور تمام لوگوں کے لئے ظاہری

Marfat.com

الکبریٰ وانموذجا للطائفۃ صورۃ ومعنی نجعل مرتبتہ فی الوجود المرتبۃ العلیۃ التی لیس فوقھا مرتبۃ الوجود (کتاب النور)

اور باطنی نمونہ بنا کر پیدا فرمایا اور وجود میں آپ کا مرتبہ اللہ نے سب سے پہلے۔ جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

شیخ عبداللہ البوسنوی فرماتے ہیں۔

اعلم ان الحق تعالیٰ لما اراد ان یعرف من حیث ظہور اثار الاسماء الالھیہ تخلیا تھا من حضرۃ الالوھیۃ خلق اولا الروح المحمدی علی الصورۃ الجمعیۃ ثم منہ جمیع العوالم العلویۃ الروحانیۃ العقلیۃ والعوالم السفلیۃ الخلقیۃ العنصریۃ الی خاتم الصور النوعیۃ الکونیۃ وھو ادم علیہ السلام کما روی عن جابر بن عبد اللہ انصاری قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول شئی خلقہ اللہ قال ھو نور نبیک یا جابر خلقہ من نورہ ثم خلق منہ کل خیر وخلق بعدہ کل شئی الحدیث۔

(مطالع النور)

یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اسماء الٰہیہ کے آثار کے ظہور سے بارگاہِ الوہیت کی تجلیات کی معرفت کرائے تو اس نے سب سے پہلے روح محمدی کو جامع صورت پر پیدا کیا پھر اس سے جمیع عالم علوی۔ روحانی اور جمیع عالم سفلی جسمانی کو پیدا فرمایا۔ حتےٰ کہ خاتم صور نوعیہ یعنی آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے جس کو اللہ نے اپنے نور کے سبب سے پیدا فرمایا۔ پھر اس نور سے ہر اچھی چیز کو پیدا فرمایا۔ اور اس کے بعد ہر چیز کو پیدا فرمایا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واما اول وے صلی اللہ علیہ وسلم اولست

بہرکیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود میں

Marfat.com

دراسجاد کہ اول ما خلق اللہ نوری و اوست در نبوت کہ کنت نبیا و آدم لمنجدل فی طینتہ۔

(مدارج النبوہ)

اول ہونا پس وہ اس لئے ہے کہ پہلی وہ چیز جس کو اللہ نے پیدا کیا۔ وہ میرا نور ہے۔ اور نبوت میں اول ہونا اسلئے ہے کہ اسوقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی زمین پر افتادہ تھے۔

ان اکابرین کے علاوہ امام ابن حجر مکی علامہ فاسی علامہ دیار بکری سیدی عبد الغنی نابلسی امام ابوالحسن اشعری وغیرہم نے بھی اس مضمون جلیل کو اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے اور اس پر اظہار اعتماد فرمایا ہے۔

اوّلیت اضافی کا جواب

سرفراز صاحب نے حدیث جابر کو رد کرنے کے لئے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس حدیث میں حضور کے اول خلق ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حضور اول خلق نہیں ہیں چنانچہ موضوعات کبیر سے قلم کے اول خَلق کی روایت کو لے کر سرفراز صاحب کہتے ہیں۔

"اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم تقدیر کو پیدا کیا ہے۔ جب صحیح روایت سے قلم کی اولیت ثابت ہے تو بلاوجہ اس کو بجائے اوّل حقیقی کے اولیت اضافی پر محمول کرنا قابل سماعت نہیں ہے" (تنقید متین ص ۱۱۰)

چند سطریں آگے چل کر دبی زبان سے سرفراز صاحب اعتراف تو کرتے ہیں کہ:۔

"ہاں ملا علی قاری نے مرقات ج ۱ ص ۱۴۹۔ اور جمع الوسائل میں اول مخلوقات میں آپ کا نور ذکر کیا ہے لیکن خود ان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ نور سے مراد روح ہے" (تنقید متین ص ۱۱۰)

سرفراز صاحب کو چونکہ یقین تھا کہ اگر ملا علی قاری کی عبارت نقل کر دی تو قصر دیوبند منہدم ہو جائے گا، اس لئے وہ ملا علی قاری کی اس ایمان افروز عبارت کو دیوالی کی پوریاں سمجھ کر معاف ہضم کر گئے۔ آئیے۔ اب ہم آپ کے سامنے ملا علی قاری کی وہ عبارت

Marfat.com

لاتے ہیں۔ جسے پیش کرنے سے سرفراز صاحب خوف کھاتے ہیں۔

قال ابن حجر اختلف الروایات فی اول المخلوقات وحاصلها کما بینتها فی شرح شمائل الترمذی ان اولها النور الذی خلق منه علیه الصلوٰۃ والسلام ثم الماء ثم العرش (مرقات ج۱ ص ۱۴۶)

ابن حجر نے کہا کہ اول مخلوق کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور خلاصہ یہ ہے۔ جیسا کہ میں نے شرح شمائل ترمذی میں بیان کیا ہے۔ کہ بالیقین اول مخلوقات وہ نور ہے جس سے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا گیا پھر پانی کو پھر عرش کو۔

ملا علی قاری کے اس کلام سے ظاہر ہو گیا۔ کہ حضور کے نور کی اولیت کو حقیقی قرار دینے میں وہ تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ ابن حجر نے بھی حضور کے نور کی اولیت حقیقی پر تصریح کی ہے۔ اور صاحب ازھار نے بھی جیسا کہ ہم ابھی انشاء العزیز نقل کریں گے۔ علاوہ ازیں بےشمار جگہ علماء اسلام نے نور محمدی کی اولیت حقیقی پر نص صریح قائم کی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے آفتاب سے زیادہ روشن حوالے پیش کر چکے ہیں۔ پس ان تمام حوالوں کی موجودگی میں نور رسالت مآب کی اولیت حقیقی کا وہی انکار کر سکتا ہے۔ جو بغض رسالت سے اپنی بینائی کھو چکا ہو۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ملا علی قاری حنفی اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ القَلَم کے تحت فرماتے ہیں۔

وفی الازهار اول ما خلق القلم یعنی بعد العرش۔ والماء والریح لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام کتب الله مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموٰت والارض بخمسین الف سنه وعرشه علی الماء رواه مسلم وعن ابن عباس سئل عن قوله تعالیٰ وکان عرشه علی الماء علی ای شئی کان الماء قال علی متن الریح

ازہار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقادیر کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا یعنی قلم کی پیدائش اور کتابت سے پہلے عرش پیدا ہو چکا تھا اور وہ پانی پر تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا اور ابن عباس سے روایت ہے۔ وَکَانَ عَرشُہٗ عَلَی المَاء کے بارے میں استفسار کیا گیا کہ عرش تو پانی پر تھا

Marfat.com

وا لبیہقی فی ذکرہ الابحری فالاولیۃ اضافیۃ والاول الحقیقی ھو النور المحمدی علی ما بینتہ فی المورد للمولد ۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۶۶)

پانی کس چیز پر تھا۔ تو فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔ اسے بیہقی نے روایت کیا (پس ثابت ہوا کہ قلم کی پیدائش ہوا، پانی اور عرش کے بعد ہے) اور جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ نور محمدی ہے جیسا کہ ہیں نے المورد للمولد میں بیان کیا ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں۔

بدانکہ اوّل مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری وسائر کونات علوی و سفلی ازاں نور و ازاں جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و انس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال و اشجار و سائر مخلوقات و در کیفیت صدور ایں کثرت ازاں وحدت و بروز و ظہور مخلوقات ازاں جوھر عبارت و تعبیرات غریب آوردہ اند و حدیث اوّل ما خَلَقَ اللہُ العقل نزد محققین و محدثین بصحت نرسیدہ و حدیث اول ما خلق اللہ القلم نیز گفتہ اند کہ مراد لبعد العرش و الماء است کہ واقع شدہ

جان لو کہ اول مخلوقات اور واسطہ خلق کائنات وحدت آدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور باقی تمام کائنات علوی و سفلی اس نور سے پیدا ہوئی، اسی وحدت سے یہ کثرت صدور میں آئی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوئی چنانچہ یہ نور کہیں عرش و کرسی سے موسوم ہوا۔ اور کہیں دریاؤں اور درختوں سے۔ اور جس حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اس کی صحت محققین اور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں سا اور ایک حدیث میں ہے کہ پہلے قلم کو پیدا کیا۔ (اس میں اولیت حقیقی نہیں ہے) کیونکہ محققین نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ عرش اور پانی کے بعد قلم کو پیدا کیا۔ کیونکہ اس طرح ثابت ہے۔ کہ

Marfat.com

است وکان عرشہ علی الماء
ودر بعضے احادیث تصریح بداں
واقع شدہ است وآمدہ است کہ خلق ماء
پیشتر از عرش است کہ چوں خلق کردہ
شدہ قلم گفت بوی پروردگار تعالی و
تقدس بنویس گفت قلم چہ نویسیم گفت
بنویس ما کان وما یکون الی آخرہ
پس معلوم شد کہ پیش از خلق کائنے بود
است کہ آں عرش وکرسی وارواح است
وخلق نورے صلی اللہ علیہ وسلم ازاں
سابق است وبریں وجہ تواند کہ مراد
از ما کان صفات واحوال آں بودہ
باشد کہ اول درآں عالم ثابت است
وازما یکون آنچہ در آخر ظاہر گردد در دنیا۔
(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲)

اس وقت عرش پانی پہ تھا اور بعض
احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔
اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ پانی عرش سے پہلے
ہوا۔ پس جب قلم پیدا کیا گیا تو اللہ تعالےٰ
نے فرمایا لکھ۔ قلم نے پوچھا کیا لکھوں۔
ارشاد ہوا۔ لکھ جو کچھ ہو چکا ہے
اور جو کچھ ہوگا۔
پس معلوم ہوا کہ قلم کی پیدائش سے
پہلے جو کچھ ہو چکا تھا وہ عرش وکرسی اور
ارواح تھیں اور نور محمدی ان سب سے
پہلے پیدا ہوا۔ پس اس اعتبار سے تقدیر پر
یوں کہا جا سکتا ہے کہ ما کان سے مراد اس
نور کے صفات واحوال ہیں اور مایکون سے
مراد وہ امور ہیں جو بعد کو دنیا میں ظاہر
ہوں گے۔

ملا علی قاری صاحب ازہار اور شیخ محقق کے اس محققانہ کلام کو دیکھئے۔ اور سرفراز صاحب کے کمزور مطالعہ پہ تحسین وآفرین کیجئے۔ وہ تو عداوت رسول میں بروایت مسلم دیوانہ وار یہ ثابت کر چکے تھے کہ قلم سب سے پہلے پیدا ہوا اور ثابت یہ ہوا کہ قلم تو چوتھے نمبر پہ بھی نہیں ہے۔ جب خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ قلم عرش اور پانی کے بعد پیدا ہوا اور آپ کے فرمان صریح سے اس کی اولیت۔ اضافی ثابت ہو گئی تو آنجناب کو رسول اللہ کی تردید کرنے کی کیونکر جرأت ہوئی آپ نے کہا کہ قلم کی اولیت حقیقی ہے اور اسے اولیت اضافی پہ محمول کرنا قابلِ سماعت نہیں۔ کیا آپ کے مذہب غیر مہذب میں فرمان نبوی بھی قابل سماعت نہیں ہوتا؟ ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ ہمارا مخلصانہ

Marfat.com

مشورہ ہے کہ آپ تنقیص نبوت اور تردید رسالت سے تائب ہو کر اپنی آخرت کی فکر کریں ورنہ سیروں کے حساب سے جو آپ نے منقصت رسول میں کتابیں لکھیں ہیں۔ ان کا وزن آپ کی لٹیا ڈبو دینے کے لئے کافی ہو گا۔ اور ان کی فروخت سے جو آپ نے دنیاوی سکے حاصل کئے ہیں، وہ اس دن کسی کام نہ آسکیں گے۔ رہا مولوی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ نور سے علی قاری کی مراد روح ہے۔ ہمیں اصلا مضر نہیں۔ اولا تو اس لئے کہ نور محمدی ہو یا روحِ محمدی مقصد تو یہ ہے، کہ آپ اول خلق ہیں، خواہ آپ کو روح سے تعبیر کیا جائے۔ یا نور سے۔

ثانیا یہ کہ آپ کو نفع تب ہو گا۔ اگر نور اور روح میں تباین ہوتا تب آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ روح کی اولیت ثابت ہے نور کی نہیں۔ حالانکہ ملا علی قاری تو فرماتے ہیں۔

قوله اول ماخلق الله نوری وفی روایة روحی ومعناهما واحد فان الارواح نورانیة

(مرقات ج ۱ ص ۱۶۷)

حضور کا فرمان سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور دوسری روایت میں کہ میری روح کو پیدا کیا۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ ارواح نورانی ہی ہوتی رہیں۔

اسی بحث میں سرفراز صاحب نے کہا اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ محققین شراح حدیث اور ارباب تاریخ نے جہاں اول المخلوقات کی تحقیق اور بحث کی ہے۔ وہاں قلم عرش اور عقل وغیرہ کا ذکر تو کیا ہے مگر نور کا ذکر وہ نہیں کرتے۔ (تنقید متین ص ۱۱۰)

جوابا عرض ہے کہ ہم ماسبق میں امام عبد الرزاق۔ علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی علامہ عبد القادر الجزائری، ملا علی قاری حنفی۔ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم کی عبارت نقل کر چکے ہیں۔ اس میں غور فرمایئے۔ کہ یہ اکابر آئمہ حدیث مسئلہ اولیت خلق میں نور محمدی کا ذکر کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جن کی آنکھوں پر ابلیس نے بغض رسالت کی پٹی باندھ دی ہو۔ انہیں ان عبارات میں نور محمدی نظر نہیں آئے گا۔

حدیث جابر پر اعتراض کرتے ہوئے سرفراز صاحب کہتے ہیں۔

Marfat.com

"اس کی سند کا علم نہیں۔ کہ کیسی ہے۔ اور امام عبدالرزاق شیعہ تھے گو غالی نہ تھے مگر بعض چیزوں میں وہ منفرد ہیں۔ ان کا کوئی ساتھ نہیں دیتا اور خصوصاً فضائل کے بارے میں تو انہوں نے ایسی روایات بھی بیان کی ہیں جن میں ان کا ساتھ کسی نے نہیں دیا۔ (تنقید متین ص ۱۰۸)

محض تشیع کی طرف نسبت کی وجہ سے امام عبدالرزاق کی روایت کو قابل اعتبار قرار نہ دینا صحیح نہیں ہے۔ اہل بدعت کی روایات کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں۔

ومختار آنست کہ اگر داعی باشد ببدعت خود و در مقام ترویج و تزئین آن بود قبول نکنند واگر نہ ایں چنیں بود قبول کنند۔ (مقدمہ شرح مشکوٰۃ)

صحیح بات یہ ہے کہ اہل بدعت کی روایت اگر اس کے مسلک کی تزئین اور ترویج میں ہو تو مقبول نہ ہوگی۔ اور خلاف ہو۔ تو قبول کی جائے گی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

در جامع الاصول مے گوید کہ اخذ کردہ اند ائمہ حدیث از فرقہ خوارج و از آنہا کہ منسوب اند بقدر و تشیع و رفض و دیگر اصحاب بدع و اہوا۔

جامع اصول میں ہے کہ ائمہ حدیث نے فرقہ خوارج سے اور ان سے جو قدریہ شیعہ اور رافضیوں کی طرف منسوب تھے احادیث حاصل کیں اور دیگر اہل بدعت سے بھی۔

پس اب سرفراز صاحب کا اس حدیث میں امام عبدالرزاق پر تشیع کی وجہ سے طعن کرنا ارباب علم کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ رہا یہ کہ بعض چیزوں میں امام عبدالرزاق منفرد ہیں تو صاحب جن چیزوں میں منفرد ہوں پھر وہ ساقط الاعتبار ہوئیں۔ اس مسئلہ میں تو امام عبدالرزاق منفرد نہیں ہیں۔ ہم گذشتہ صفحات میں ان علماء اعلام کی فہرس مع عبارتوں کے پیش کر چکے ہیں جو نور محمدی کے اول خلق ہوتے میں امام کے ساتھ ہیں لہذا آپ کا یہ قول بالکل غیر متعلق ہے۔ کہ :-

فضائل میں انہوں نے ایسی روایات بھی ذکر کی ہیں جن میں ان کا کوئی ساتھ

Marfat.com

نہیں دیتا"

ثالثاً یہ کہ علماء اصول نے تصریح کی ہے۔ کہ قبول علماء سے بھی حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ اجلہ اکابر اسلام نے اس حدیث کو اپنی تصانیف میں ذکر کر کے اس سے استدلال کیا۔ تو اس حدیث کو تقویت حاصل ہو گئی۔

نور محمدی کے اول خلق ہونے کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے سرفراز صاحب نے کہا۔

"ان باطل اور موضوع روایات کے چکر میں پڑ کر مسلمانوں کو کیا پڑی۔ کہ وہ قرآن پاک کی نصوص قطعیہ اور صحیح و متواتر حدیث کی تاویل بے جا کریں۔ اور معاذ اللہ ان کو رد کر کے عذاب خداوندی کا شکار ہوں۔ اور آتش دوزخ کا ایندھن بنیں" (تنقید متین ص ۱۱۴)

سرفراز صاحب کے اس کلام سے لازم آیا۔ کہ وہ تمام اکابر اسلام اور محدثین عظام جنہوں نے نور محمدی کو اول خلق قرار دیا۔ عذاب خداوندی کا شکار اور آتش دوزخ کا ایندھن ہیں۔ معاذ اللہ

آئیے اب ذرا سرفراز کے حکمی خاندان پر نظر ڈالیں کہ ان میں سے کتنے صاحب جبہ و دستار جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں۔ یہ ہیں سرخیل دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

"آپ سنئے کہ روح پر فتوح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو اصل موصوف نبوت ہے اور ارواح انبیاء باقیہ کے لئے موقوف علیہ ہے اور اسی وجہ سے آپ کو تقدم بالخلق لازم ہوا۔ مگر مخلوقیت روحانی کو تولد جسمانی لازم نہیں اور آپ کے نزدیک لازم ہو تو ثابت کیجئے اور اول ما خلق اللہ نوری وغیرہ مضامین کی تغلیط فرمائیے (الی ان قال) اور اگر یہ سزا اس جرم کی کی ہے کہ میں نے موقوف علیہ کیوں کہا۔ اول ما خلق اللہ نوری کیوں نہ کہا تو آپ سہی" محذورات عشرہ ص ۵)

معمار دیوبند کے اس مضمون سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) نور محمدی اول مخلوق ہے (۲) نبی علیہ السلام تمام انبیاء کے لئے موقوف

Marfat.com

علیہ ہیں (۳) آپ کی نبوت بالذات اور باقی انبیاء کی نبوت بالعرض ہے (۴) اول ما خلق اللہ نوری نہ صرف لائق استدلال ہے۔ بلکہ دیوبند کے پیر مغاں نے اس سے استدلال کر کے بقول آپ کے بیشمار نصوص قرآنیہ کو رد کر دیا۔

ایک اور جگہ قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

"باقی رہا آپ کا وصف نبوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہ السلام کا آپ کے فیض کا معروض اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقیق معنی خاتمیت پر موقوف ہے جس کی شرح و بسط کما ینبغی اوپر کر چکا ہوں۔ (تحذیر الناس ص ۳۹)

اہل علم پر مخفی نہیں جو موصوف بالعرض بواسطہ فی العروض ہو۔ اس کے ساتھ اس وصف کا قیام نہیں ہوتا۔ بلکہ وصف کا قیام تو موصوف بالذات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور موصوف بالعرض کو مجازاً موصوف بالذات کے قرب کی وجہ سے مجازاً موصوف کہتے ہیں (مثلاً کشتی میں بیٹھے ہوئے شخص کے ساتھ حرکت کا قیام نہیں ہوتا۔ لیکن اس کو بھی مجازاً متحرک کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ متحرک بالذات یعنی کشتی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ جو کہ واسطہ فی العروض ہے۔ پس اس بیان سے لازم آیا۔ کہ باقی تمام انبیاء کے ساتھ وصف نبوت قائم نہ ہو۔ اور نبی علیہ السلام سے قرب کی بنا پر انہیں مجازاً نبی کہا گیا قاسم صاحب نے اپنی اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کر کے قرآن کریم کی صدہا نصوص کو رد کر دیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ اس کے تحت علامہ ابو سعود فرماتے ہیں۔

لان المعتبر عدم التفریق	اس لئے کہ معتبر یہ ہے کہ رسولوں کے
من حیث الرسالۃ دون سائر	درمیان نفس رسالت میں فرق نہ کیا جائے
الحیثیات الخاصۃ۔ (تفسیر ابو سعود)	نہ کہ باقی اوصاف مخصوصہ ہیں۔

اور اب پیغمبر دیوبند کی منطق ملاحظہ فرمائیے۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں نفس رسالت میں کیا فرق کیا ہے۔ اور آپ کے لئے وصف

Marfat.com

نبوت کو واسطہ فی العروض کے مرتبہ میں مان کر باقی انبیاء سے حقیقت نبوت کی نفی کر دی۔ اور اس کی بنیاد وہی مقدمہ ہے جس کو وہ کہیں موقوف علیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور کہیں اول ما خلق اللہ نوری سے۔ اب ہمیں سرفراز صاحب سے پوچھنے دیجئے۔ کہ اگر یہ روایت باطل اور موضوع ہے تو اس کو ماننے والوں میں جو آپ کے پیر مغاں شامل ہیں۔ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا اور اس باطل روایت کے چکر میں پڑ کر بقول آپ کے نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کا انکار کون کر رہا ہے اور بقول آپ کے اس موضوع روایت کے سارے عقیدہ کی بنیاد کس نے رکھی ہے۔

اگر اجازت ہو تو اب ہم بھی کہہ دیں کہ قاسم نانوتوی نے اس ابلیسی چکر میں پڑ کر قرآن پاک کی نصوص قطعیہ اور صحیح متواتر احادیث کی تاویل بیجا کی۔ اور معاذ اللہ ان کو رد کر کے عذاب خداوندی کا شکار ہوئے۔ اور اپنے آپ کو آتش دوزخ کا ایندھن بنالیا اور سچ پوچھئے تو قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں جس ظلی اور بروزی کا راستہ دکھایا ہے۔ اسی راہ پر چل کر مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوٰی نبوت کیا۔ اور امت دیوبند آج تک مرزائیہ کے اس استدلال سے جان نہیں چھوڑا سکی۔ اگر اب بھی آپ کی طبیعت صاف نہ ہوئی ہو۔ تو لیجئے۔ دیوبند کے حکیم الامت حاضر ہیں۔ اب دیکھئے وہ بقول آپ کے اس باطل روایت کے چکر میں پڑ کر جہنم کے کس طبقہ میں جا پہنچتے ہیں۔ حضرت جابر کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اشرف علی تھانوی نے ف سے فائدہ کا عنوان قائم کیا۔ کہتے ہیں۔

ف :۔ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا۔ اس حدیث میں منصوص ہے۔ (نشر الطیب ص ۷)

لیجئے ان حکیم صاحب نے تو آپ کے سارے کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ آپ کسی طور پر اولیت حقیقیہ نہیں مانتے تھے اور تھانہ بھون کے حکیم الامت اولیت حقیقی کو منصوص قرار دیتے ہیں۔ اب یا تو اپنی جہالت کا اعتراف کر کے اپنے حکیم الامت کے پیر پکڑ لیجئے یا انہیں جاہل اور غالی قرار دے کر جہنم میں جھونکئے۔ یہ آپ کا اور آپکے آباء کا معاملہ ہے

Marfat.com

ہم نے تو صلح صفائی کی غرض سے ایک معاملہ فہمی کی بات عرض کی ہے۔

نورانیت محمدی کی تابناک شعائیں

علامہ یوسف النبہانی بیان فرماتے ہیں۔

وردفی حدیث عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ فراشہ فی لیلة مظلمة فسقط من یدہا ابرة الی الارض فکشفت عن وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجدتہا بنور جبینہ فرفعتہا۔

(جواہر البحار ج ۴ ص ۲۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ میں ایک اندھیری رات میں وہ حضور کے ہمراہ بستر پر تھیں۔ اچانک انکے ہاتھ سے سوئی زمین پر گر گئی۔ پس وہ حضور کے چہرہ انور کے نور سے مل گئی۔ اور ام المؤمنین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے نور سے اس سوئی کو دیکھا اور اٹھالیا علامہ جلال سیوطی نے اس حدیث کو ابن عساکر کی سند سے خصائص کبری ج ۱ ص ۶۱ میں بھی بیان کیا ہے۔

ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

قال بعض المحققین ان جمال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کان فی غایة الکمال وان من جملة صفاتہ وکثرة ضیاءہ علی ما روی ان صورتہ کان یقع نورہا علی الجدار بحیث یصیر کالمرأة یحکی ما قابلہ من مرور الماء لکن اللہ ستر عن صحابہ کثیرا من ذالک الجمال الزاہر الکمال الباہر اذ لو برزا الیہم یصعب النظر الیہ علیہم (جمع الوسائل ج ۲ ص ۷)

بعض محققین نے بیان فرمایا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کا جمال انتہائی باکمال تھا بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے چہرہ کے نور کا عکس دیواروں پڑتا تھا اور وہ دیوار آئینہ کی طرح آپ کے چہرہ کے نور کو دکھاتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے جمال کو صحابہ کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رکھا کیونکہ اگر ان پر آپ کا مکمل جمال ظاہر ہو جاتا۔ تو وہ آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔

Marfat.com

شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے حکایت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وقتے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در واقعہ دیدم وازیں نکتہ استفسار نمودم فرمودند جمال من از چشم مردم مستور است غیرۃ من اللہ تعالےٰ

(انفاس العارفین ص ۳۹)

شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ سے سوال کیا کہ (جمال یوسف کے دیدار سے مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹ لی تھیں آپ کے جمال سے کسی عورت نے انگلیاں نہ کاٹیں)

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واما نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فھو فی غایۃ من الظھور شرقا و غربا واول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نورا۔

(موضوعات کبیر ص ۸۶)

بہر کیف نبی السلام کا نور شرقاً وغرباً انتہائی ظہور میں ہے اور جس کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ آپ کا نور ہے اور اللہ نے آپ کو اپنی کتاب نور سے موسوم فرمایا۔

قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا کی تقریر کرتے ہوئے سرفراز صاحب کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

ہم انزلنا سے بھی رسول مراد لے سکتے ہیں چنانچہ ایک اور مقام پر ہے قد انزلنا الیکم ذکرا رسولا رسولا بدل بطور تفسیر ہے۔ ذکرا سے۔ یہاں بھی انزلنا کا مفعول واقع ہوا ہے۔ پس اس سے بھی تفسیر مختار پر کوئی غبار نہیں رہا۔ (رسالۃ النور ص ۳۴)

حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

(احسن من القمر) فی ان نورہ ظاھر فی الآفاق وفی الانفس مع زیادۃ الکمالات الصوریۃ والمعنویۃ بل

نبی علیہ السلام چاند سے زیادہ حسین ہیں کیونکہ آپ کا نور ظاہر اور باطن دونوں میں موجود ہے اور آپ صوری اور معنوی دونوں قسم کے

Marfat.com

في الحقيقة كل نور خلق من نوره وكذا قيل في قوله تعالى الله نور السموات والارض مثل نوره اى نور محمد فنور وجهه صلى الله عليه وسلم ذاتي لاينفك عنه ساعة في الليالي والايام ونور القمر مكتسب ومستعار ينقص تارة وينخسف اخرى۔ (جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۷)

کمالات کے جامع بلکہ حقیقت میں ہر چیز آپ کے نور سے پیدا ہوئی۔ اسی طرح اللہ نور السموات والارض مثل نورہ میں مثل نورہ کی تفسیر نور محمد کے ساتھ کی گئی ہے پس نبی علیہ السلام کا نور ذاتی ہے جو دن رات میں سے کسی وقت بھی آپ سے جدا نہیں ہوتا اور چاند کا نور سورج سے حاصل شدہ ہے کبھی کم ہو جاتا ہے اور کبھی گہن لگنے سے سلوب ہو جاتا ہے (اور دن کے اجالوں میں ماند پڑ جاتا ہے) (سعیدی)

سائے کی نفی

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کے لئے تاریک سایہ ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نور ہیں۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور نورانیت کا ثبوت یا سایہ کی نفی بشریت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ سایہ بشریت مطلقہ کے لوازم میں سے نہیں ہے۔ بلکہ بشریت کثیفہ کے لوازم میں سے ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر اس درجہ لطافت میں تھی کہ تاریک سایہ کا موجب نہ ہوتی تھی۔ نیز یہ عقیدہ ظنی ہے۔ اور ظنیات کے باب میں دلائل ظنیہ کافی ہوتے ہیں۔

ہم اس بحث میں پہلے سایہ کی نفی پر دلائل کا ذکر کریں گے۔ اس کے بعد سرفراز صاحب کے شکوک و شبہات کا جواب دیں گے۔ محدث ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لم يكن لرسول الله صلى الله عليه وسلم ظل ولم يقم مع شمس قط الا غلب ضوؤه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج قط الا غلب ضوء على ضوء السراج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور آپ کبھی سورج کی روشنی میں کھڑے نہ ہوتے مگر آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آجاتا اور نہ کبھی چاند کی روشنی میں آئے مگر آپ کا نور چاند کی

Marfat.com

(الوفا رباحوال المصطفیٰ ص ۴۰۷) روشنی پر غالب رہا۔ اس حدیث کو ملا علی قاری نے جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۷۶ اور امام مناوی نے شرح شمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۴۷، ۱۴۶ پہ بیان فرمایا ہے۔

علامہ نبہانی تحریر فرماتے ہیں۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی بالشمس والقمر لایظھر لہ ظل۔ (وسائل الوصول ص ۲۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ پس جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں۔

وقد روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یقم مع شمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔ ولھذا لم یظھر لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل۔ فقد ذکر ابن سبع فی الشفاء ونقلہ القاضی عیاض فی الشفا انہ لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر ویوجہ ذالک ایضا بحفظ ظلہ الذی ھو مثال صورتہ فی القد عن الامتداد علی الارض اجلا لا اولان الظل المرتسم معرض الارتسام علی الاماکن القذرۃ ووطء المارین علیہ وبان الظل مستلزم للظلمۃ فی

حضرت ابن المبارک اور علامہ ابن الجوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دھوپ میں نہ کھڑے ہوئے مگر آپ کا نور سورج پر غالب رہا اور نہ کبھی چاندنی میں کھڑے ہوئے مگر چاند پہ آپ کا نور غالب رہا۔ اسی لئے نبی علیہ السلام کا سایہ نہ تھا۔ اور ابن سبع نے شفاء میں ذکر کیا اور اس کو قاضی عیاض نے شفا میں نقل کیا کہ آپ کے شخص کریم کا سایہ نہ تھا۔ نہ چاندنی میں نہ دھوپ میں اور سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا سایہ (جو حقیقت میں آپ کی مثال کے مرتبہ کا ہے) زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا جائے یا گندی جگہوں اور قدموں کے نیچے واقع ہونے سے محفوظ رکھنے کیلئے یا اس لئے کہ سایہ

Marfat.com

الجملة بالنسبة الى النور اذ هو
حجاب له وهو صلی الله علیه وسلم
النور المنير فلا تظهر منه
ظلمة وبان الشمس والقمر منه
ظهرا وعنه نشأ فلا يستران لما اذ
المظهر للشئ يمتنع ان يكون ساترا
لما اظهره ولا يقال كيف يتاتی هذا
مع انه صلی الله علیه وسلم بشر كما
نطق به القرآن لانا نقول ليست
بشريته كبشرية غيره فهو بشر
ليس كالبشر كما ان اليا قوت حجر
ليس كالحجر كما قال ابو الحسن شاذلی
رضی الله عنه فهو مع بشريته نور
ولذالك سمی نورا قاله شيخنا المحقق
فی شرح همزيته وفی حديث عمر
رضی الله تعالی عنه . يا عمر ابن
الخطاب اتدری من انا انا الذی
خلق الله عزوجل اول كل شئ نوری
فسجد له فبقی فی سجوده سبع مائة عام
فاول كل شئ سجد له نوری و
لا فخر يا عمر اتدری من انا ان
الذی خلق الله العرش من نوری
والكرسی من نوری واللوح والقلم

تاریکی کو مستلزم ہے اور نور کے لئے حجاب
ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام تو نور منیر
ہیں۔ پس آپ کا سایہ کس طرح
متصور ہوگا۔ یا اس لئے کہ شمس وقمر
تو آپ کے نور سے پیدا ہوئے اور آپ کے
سبب سے ظہور میں آئے۔ پس آپ کے سبب سے ان
کی روشنی کس طرح چھپ سکتی ہے۔ حتیٰ کہ
آپ کا سایہ ہو۔ کیونکہ جو کسی چیز کو ظاہر کرنیوالا
ہو وہ اس کے لئے چھپانیوالا ہو سکتا۔ اگر یہ کہا
جائے کہ حضور تو بشر ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے
پھر آپ کیلئے سایہ کیونکر نہ ہوگا۔ تو اسکے
جواب میں ہم کہیں گے کہ آپ کی بشریت عام
بشریت کی طرح نہیں ہے۔ جیسے یاقوت
پتھر ہے مگر عام پتھروں کی طرح نہیں ہے
بقول ابوالحسن شاذلی آپ باوجود بشریت
کے نور ہیں، اسلئے آپ نور سے موسوم ہوئے
شیخ محقق نے شرح ہمزیہ میں کہا کہ حدیث عمر
میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے عمر جانتے ہو میں
کون ہوں، میں وہ ہوں کہ جس کو اللہ عزوجل نے
سب سے پہلے پیدا کیا۔ وہ میرا نور تھا پس میرے
نور نے اللہ کو سجدہ کیا اور سات سو سال سجدہ
میں رہا پس پہلا ساجد میرا نور تھا اور مجھے اس پہ
فخر نہیں۔ اے عمر جانتے ہو میں کون ہوں میں وہ

Marfat.com

من نوری ونور ابصار من نوری والعقل الذی فی رؤس الخلائق من نوری و نور المعرفۃ فی قلوب المؤمنین من نوری ولا فخر الا فالانوار والا ضوا کلھا من نورہ خلقت وبہ استنارت فی الفروع وھو الاصل ولا نسبۃ للفروع بالاصول۔ (فوائد جلیہ شرح شمائل محمدیہ ج ۱ ص ۳۶)	یوں کہ اللہ نے عرش کو میرے نور سے پیدا کیا اور کرسی ولوح وقلم کو میرے نور سے پیدا کیا اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا کیا اور عقل جو لوگوں کے دماغوں میں ہے وہ بھی میرے نور سے پیدا کی اور معرفت جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ بھی میرے نور سے پیدا کی اور مجھے اس پر فخر نہیں الخ پس تمام انوار اور اضوا کو حضور کے نور سے پیدا کیا گیا۔ لہذا سب حضور علیہ السلام کے نور کی فرع ہیں اور آپ کا نور ان سب کے لئے اصل۔ بھلا فرع کا اصل کے ساتھ کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد اب ہم سرفراز صاحب کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تاریک سایہ ثابت کرنے کے لئے تنقید متین میں پیش کیا ہے۔ جس میں خود ہی اپنی طرف سے اہلسنت کی ایک دلیل وضع کی کہ اہلسنت حدیث ذکوان پر نفی سایہ کی بنیاد رکھتے ہیں اور پھر اسی پر جرح کر کے اپنے خیال میں آپ کے لئے تاریک سایہ ثابت کر لیا۔

چنانچہ لکھتے ہیں۔

عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرای لہ ظل فی شمس ولا قمر (تنقید متین ص ۱۱۴)	ذکوان سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تو سورج میں نظر آتا ہے اور نہ چاند میں۔

حدیث نقل کرنے کے بعد سرفراز صاحب اپنی طرف سے اہلسنت کا استدلال گھڑ کے لکھتے ہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی [illegible] وسلم کا سایہ نہ تھا اور جب

Marfat.com

سایہ نہ تھا تو (معاذ اللہ) آپ بشر بھی نہ تھے۔ (تنقید متین ص ۱۱۵)
جہاں تک سایہ نہ ہونے کا مسئلہ ہے۔ اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ آپ کا سایہ ثابت نہیں اور یہ ایک ظنی عقیدہ ہے۔ جس کے اثبات کے لئے دلائل ظنیہ کافی ہیں۔ لیکن سرفراز صاحب نے اس پر اہلسنت کی طرف جو یہ تصریح کی ہے کہ:۔

جب سایہ نہ تھا۔ تو آپ بشر بھی نہ تھے۔ یہ محض افتراء اور کذب خالص کی بدترین مثال ہے۔ اہلسنت کی کتابیں نبی علیہ السلام کی بشریت کے ثبوت اور تحقق کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔ ہم پچھلے صفحات میں صدرالافاضل کی عبارت نقل کر چکے ہیں البتہ دیوبندیوں کی طرح نبی علیہ السلام کی بشریت کو عام بشریت کے مماثل ماننا اہلسنت کا عقیدہ نہیں۔ ہم آپ کی بشریت کو بے مثل اور اوصاف و کمالات کے اعتبار سے ممتنع النظیر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ جب بشریت مان لی۔ تو سایہ بھی ماننا ہوگا۔ عناد اور جہل کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ہم ابھی کہہ چکے ہیں۔ کہ آپ کی بشریت کو عام انسانوں کی بشریت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اولاً تو اس لئے کہ آپ کی ذات مقدسہ بشریت کے ساتھ ساتھ نورانیت کی بھی کامل ترین جامع ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

ثانیاً اس لئے کہ سایہ اس جگہ کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ جو کسی جسم کثیف کے نور کی راہ میں حائل ہونے کی وجہ سے واقع ہو اور نبی علیہ السلام کی بشریت کثافت سے منزہ ہے ایسا اس درجہ لطافت میں ہے کہ نور کے لئے رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ تاریک سایہ کو ثابت کرے۔ سرفراز صاحب گکھڑی نے ذکوان کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہا۔ الجواب اولاً یہ روایت قابل احتجاج نہیں (تنقید متین ص ۱۱۵)

کسی ضعیف روایت کو عقیدہ قطعیہ کے اثبات میں تو بے شک پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ظنی عقیدہ میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں۔ لہذا اس باب میں یقیناً اس روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔

Marfat.com

ثانیاً اس لئے کہ کسی عقیدہ کا اثبات اور شی ہے۔ اور اس کی تائید ایک اور چیز ہے۔ نبی علیہ السلام کی نورانیت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور نور کو سایہ نہ ہونا لازم ہے۔ پس تائید کے درجہ میں اس روایت کا اعتبار کسی ضعف کا حامل نہیں۔

ثالثاً یہ کہ آپ کا سایہ نہ ہونا امت کا تقریباً اتفاقی مسئلہ ہے۔ اور قبول امت کو بھی ناقدین فن نے صحت کا سبب قرار دیا ہے۔

رابعاً یہ کہ خصائص کبرٰی میں علامہ سیوطی نے اس حدیث کو ذکر کر کے یہ ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک یہ حدیث قابل تسلیم و استدلال ہے[1]۔ اور فن حدیث میں جو علامہ سیوطی کا مقام ہے۔ وہ اپنے پرائے سب تسلیم کرتے ہیں۔ خامساً یہ کہ اگر آپ کو اس روایت سے للّٰہی بغض ہے۔ تو چلئے یہ نہ سہی۔ الوفا سے جو ہم ابن عباس کی متصل روایت پیش کر چکے ہیں۔ اسے مان لیجئے اور اگر اس میں بھی تامل ہو تو۔۔۔۔ حضرت عثمان کی مندرجہ ذیل حدیث مان لیجئے۔

تفسیر مدارک التنزیل میں لولا اذ سمعتموہ کے تحت علامہ نسفی حنفی فرماتے ہیں۔

قال عثمان ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذالک الظل۔	بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں کیا۔ تاکہ کہیں کوئی شخص آپ کے سایہ پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔

(تفسیر مدارک علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۳۲)

یہ کوئی ذکوان کا قول نہیں ہے کہ آپ کہہ دیں۔ اس کی براہ راست رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سماعت نہیں اور حدیث مرسل دیوبند کے حنفیوں میں مقبول نہیں ہوتی۔ یہ حضرت عثمان ہیں جو سفر و حضر میں۔ رسول اللہ کے جلیس ہیں جن کے سر پہ ما انا علیہ واصحابی کا تاج ہے۔ ہاتھ میں اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم کا پرچم ہے۔ ماتھے پر علیکم بسنتی کی چتون ایسے عظیم الشان صحابی کا قول جن کا قول بھی حدیث ہے اور فعل بھی۔ اور پھر وہ بھی بارگاہِ نبوی میں پیش ہو کر تائید سے

---

[1] علامہ سیوطی نے زیر بحث ذکوان کی روایت کو خصائص کبرٰی ج ۱ ص ۱۶۹ میں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

حکما مرفوع ہو چکا ہے۔ اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ہاں پذیرائی حاصل نہ ہو تو ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے یہ ہیں مولوی رشید احمد گنگوہی سفینہ دیوبند کے ناخدا۔ لکھتے ہیں۔

وبتواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔

تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے

(امداد السلوک ص ۸۶)

حضرت عثمان اگر آپ کے ہاں مقبول نہیں۔ تو نہ سہی۔ ٹکسال دیوبند کا یہ سکہ تو بہر حال آپ کے ہاں چلتا ہے، اب فرمایئے۔ کیا خیال ہے آپ کے ہاں جو عقیدہ تواتر سے ثابت ہو۔ وہ قطعی ہوتا ہے یا ظنی۔ یہ کیسا ظلم صریح ہے۔ کہ ہم عقیدہ کو اگر ظن کے درجہ میں مان لیں۔ تو کافر مشرک اور بدعتی سے کم نہیں۔ اور آپ کے پیر مغاں اسے تواتر سے ثابت اور یقین کے درجہ میں مانیں۔ تو پھر شیخ کے شیخ۔ جو چیز شرک و بدعت ہو گنگوہی مہر اسے کیسے توحید و سنت بنا دیتی ہے۔ اور وہ کونسا منتر ہے جس کے عمل سے آپ اپنے مولویوں کو شرک اور بدعت کے فتووں سے بچا لیتے ہیں۔ یہود اپنے احبار و رہبان کی عبادت چھوڑ چکے ہیں۔ آپ کے ہاں یہ پوجا کب بند ہو گی۔

شیخ ابراہیم

ففی روایۃ لابن المبارک و ابن الجوزی لم یکن لہ ظل۔

ابن المبارک اور ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔

(المواہب اللدنیہ شرح شمائل محمدیہ ص ۲۴)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔

روی ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع

ابن مبارک اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اور آپ کبھی دھوپ

Marfat.com

الشمس قط الاغلب ضوءہ ضوء الشمس۔ | ہیں نہ کھڑے ہوئے مگر سورج کی روشنی پر آپ کا نور غالب آیا۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۲۲۰)

اور یہ ذکوان کی طرح مرسل روایت نہیں۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث متصل ہے اور روایت کرنے والے ہیں۔ ابن جوزی جیسے ناقد حدیث جو اچھی بھلی حدیث کو بھی موضوع بنا ڈالتے ہیں۔ پس ایسے شخص کی روایت میں تردد کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں۔ سرفراز صاحب کی خیانت اور گمراہ کن ذہنیت کا اندازہ اسی امر سے باآسانی کیا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اہلسنت کے مسلک کی دلیل حدیث ذکوان کو قرار دیا تاکہ رسول اللہ کے کمال نفی سایہ پر اچھی طرح دل کا بخار نکال سکیں۔ عظمت رسول کو کم کرنے کا انہوں نے اپنے زعم میں خوب راستہ نکالا۔ مگر اس سے غافل تھے کہ یہ رسوائی خود ان کا مقدر بن چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مداحوں کے دامن پر گندگی کا جو ہاتھ انہوں نے بڑھایا تھا۔ وہ اپنی تمام تر نجاستوں سمیت ان کی اپنی ذات کی طرف لوٹ آیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔

وذکر من انہ لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا۔ | اور وہ جو مذکور ہے کہ آپ کا چاند سورج میں سایہ نہ پڑتا تھا پس وہ اس لئے ہے کہ آپ نور ہیں۔

(الشفاء ج ا ص ۲۴۳)

شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لاظل لشخصہ ای جسدہ الشریف اللطیف۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۱۹) | یعنی آپ کے جسد شریف لطیف کا سایہ نہ تھا۔

اور لطیف کے لفظ میں یہ لطیف اشارہ موجود ہے کہ آپ کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر لطافت کے اس درجہ میں تھی کہ روشنی کے لئے رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔ حتی کہ تاریک سایہ کا موجب ہوتی۔ اسی بحث میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔

Marfat.com

هذا رواہ صاحب الوفا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل	اس کو (ابن جوزی) صاحب کتاب الوفا نے ابن عباس سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔

غور فرمائیے کہ ان تمام اکابر علماء نے نفی سایہ کی بنیاد حدیث ابن عباس پر رکھی ہے لیکن سرفراز صاحب نے اس حدیث متصل کو چھوڑ کر اس عقیدہ کو حدیث ذکوان پر مبنی قرار دیا تاکہ اسی روایت کے ضعف اور ارسال سے اصل مسئلہ میں ضعف ثابت کر سکیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ قاضی عیاض کے قول لانہ کان نورا۔ کی شرح میں ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

ای بنفسہ والنور لاظل لہ لعدم جرمہ وھذا اصحی ما فی النوادر ولفظہ لم یکن لہ ظل فی شمس ولا قمر ونقلہ الحلبی عن ابن سبع ایضاً۔ (شرح شفا ج ۱ ص ۷۵۳)	یعنی حضور نور بذاتہ ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کثافت نہیں ہے اور جو مضمون نوادر میں وارد ہے اس سے بھی یہی مراد ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں پڑتا تھا نہ چاندنی میں۔ اس کو حلبی نے بھی ابن سبع سے نقل کیا ہے ۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

و نور یکے از اسماء آنحضرت است و نور را سایہ نمے باشد۔	نبی علیہ السلام کے اسماء میں سے ایک اسم نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۱)

نیز یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں ۔

و عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد۔	حضرت عثمان بن غفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور آپکا سایہ زمین پر نہیں پڑتا کہ کہیں ناپاک زمین پر نہ پڑے ۔

Marfat.com

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶۱)

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

وسایہ ایشاں بر زمین نیفتاد — اور آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۱۹)

کیا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے؟

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ اصل میں آپ کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے۔

کیا خیال ہے آپ کا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس۔ علامہ سیوطی، شافعی قاضی عیاض مالکی۔ علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی ملا علی قاری حنفی۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی۔ علامہ بیجوری۔ شہاب الدین خفاجی۔ ابن مبارک، ابن جوزی اور شاہ عبدالعزیز یہ تمام صحابہ اور اکابر آئمہ دین حضرات شیعہ تھے۔

جب عہد رسالت سے لے کر شاہ عبدالعزیز تک تمام اکابر مسلمین حضور کے سایہ نہ ہونے کے قائل تھے۔ تو آپ کے انکار پہ کون کان دھرے گا اور یہ جو آپ نے صحابہ سے لے کر شاہ عبدالعزیز تک تمام مسلمانوں کو بیک جنبش قلم شیعہ بنا ڈالا ہے۔ بھلا علم و تحقیق کی کسوٹی پر ایسی بے سروپا بات کون مانے گا۔

اگر واقعی سایہ نہ ہونا شیعہ کا عقیدہ ہے تو جناب والا گستاخی معاف پھر سب سے بڑے شیعہ تو گنگوہی صاحب ہیں۔ جو لکھتے ہیں، آپ کا سایہ نہ ہونا تو اتر سے ثابت ہے اور دوسرے نمبر پر اشرف علی تھانوی ہیں۔

لکھتے ہیں۔

"یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔"

(شکر النعمہ ص ۲۰)

یا پھر عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند شیعہ ہیں لکھتے ہیں۔

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ

Marfat.com

زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر الخ (عزیز الفتاوی ج ۸ ص ۲۰۲)

بہتر ہوگا کہ سرفراز صاحب خدا سے توبہ کرکے لوٹ آئیں۔ ورنہ جس راستہ پہ انہوں نے چلنا شروع کیا ہے۔ وہ اس میں بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ علماء دیوبند بھی ایک ایک کرکے ان کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ یہ خیر خواہی سے ایک نصیحت پیش کی گئی ہے ورنہ ذہن ان کا ہے۔ قدم ان کے ہیں۔ منزل ان کی ہے۔ جاہ ان کا۔

اثبات ظل کے دلائل اور ان کے جوابات

سرفراز صاحب نے سایہ ثابت کرنے کے لئے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ پہلی حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے صحابہ نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا اور پیچھے ہٹاتے ہوئے دیکھا۔ بعد میں آپ سے اس کی حکمت پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھ پر جنت پیش کی گئی۔ اور پھر دوزخ۔ حتیٰ رأیت ظلی وظلکم فیہا۔ یہاں تک کہ اس آگ میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ الحدیث۔

حدیث کافی طویل ہے لیکن جس مرکزی نقطہ اور جن خاص الفاظ سے سرفراز صاحب نے استدلال کیا گیا ہے۔ انہیں ہم نے پیش کردیا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۱۷)

جواباً گذارش ہے کہ اگر قرائن کی طرف التفات کئے بغیر محض لفظ ظل کے اطلاق سے تاریک سایہ ثابت ہوجاتا ہے۔ تو حدیث مبارک میں سبعۃ یظلہم اللہ بظلہ (سات شخص اللہ کے سائے میں ہوں گے) اور یوم لاظل الاظلہ (جس دن کسی کا سایہ نہ ہوگا اس دن اللہ کا سایہ ہوگا) سے کیا۔ اللہ تعالےٰ کے لئے (العیاذ باللہ)

۱؎ اس حدیث کا صحیح ترجمہ یہی ہے کہ یہاں تک کہ میں نے آگ میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ لیکن سرفراز صاحب نے اپنے فاسد عقیدہ کی جگہ بنانے کے لئے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ یہاں تک کہ میں نے اس آگ کی روشنی میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔

Marfat.com

سایہ ثابت کیجئے گا۔

ثانیاً یہ کہ روایت ظلی وظلکم فیھا۔ یعنی میں نے دوزخ میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ اس جملہ میں ظل اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے۔ کیونکہ دوزخ کی آگ دنیاوی آگ کی طرح روشن نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آپ نے اپنے ناقص مطالعہ سے سمجھا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ مشکوٰۃ شریف۔ باب صفتہ النار فصل ثانی کی پہلی حدیث میں ہے۔ فھی سوداء مظلمۃ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے۔ پس سرفراز کا حدیث کے ترجمہ میں اپنی طرف سے یہ بڑھانا کہ اس آگ کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا علمی بے مائیگی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے۔ وہاں روشنی کا کیا کام۔ اور پھر کس قدر حیرت ہے کہ سرفراز صاحب نے اپنے ناپاک عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے حدیث میں تصرف کیا۔ اور روشنی کا لفظ بڑھا کر سایہ کے جواز کا چور دروازہ نکال لیا۔ اور اس طرح جو بات حضور نے نہیں فرمائی۔ اسے آپ کی طرف منسوب کر کے العیاذ باللہ جہنم کے سیاہ اندھیروں میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔ بہرحال دو طرح ثابت ہو گیا کہ یہاں ظل کا لفظ اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ آپ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا دوسرا اس لئے کہ جہنم میں سایہ دکھائی دینا معقول ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جہنم تو سیاہ تاریکی ہے اور سایہ روشنی میں متحقق ہوتا ہے۔ پس ان دو قرینوں سے متعین ہو گیا کہ یہاں پر لفظ ظل مجاز پر محمول ہے۔ اور ظل مجازی طور پر شخص کے معنی میں آتا ہے۔

معالم التنزل میں ہے۔ وقیل ظلالھم ای اشخاصھم۔ پس معنی حدیث یہ ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اور اس میں اپنے اور تمہارے اشخاص کو دیکھا اور جہنم میں دیکھنے سے حضور نے یہ تعبیر لی کہ آپ کے وصال کے بعد امت فتنوں میں مبتلا ہو گی۔ باقی جہنم میں دیکھنے کا مطلب مجازاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود یا صحابہ کو جہنم کے قریب یا اس کے کنارے دیکھا ہو۔ اور اگر خود جہنم میں دیکھنا بھی وارد ہو۔ تو معاذاللہ وہ کسی طرح تنقیص شان کا موجب نہیں کیونکہ جہنم میں ہونا صرف کفار کے لئے موجب عذاب واہانت ہے۔ ہر ایک کے لئے نہیں۔ ورنہ جہنم کے فرشتے بھی تو جہنم میں موجود ہیں اور ما منکم الا واردھا کے

Marfat.com

تحت مفسرین کہتے ہیں کہ تمام مومنین کا جہنم سے گذر ہوگا۔ مگر ان کے لئے یہ باعث نشاط و سرور ہوگا اور کفار کے لئے یہی گذر موجب عذاب و اہانت ہوگا۔

دوسری حدیث جس سے سرفراز صاحب نے نبی علیہ السلام کے لئے تاریک سایہ ثابت کیا۔ اس کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

"حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میں آپ سے ناامید ہوگئی اور میں نے اپنی چارپائی وہاں سے ہٹادی۔ اذا انا بظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبلا الخ فرماتی ہیں کہ میں اسی حالت میں تھی کہ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دیکھا جو میری طرف آرہا تھا" (تنقید متین ص ۱۱۹)

اس حدیث میں بھی ظل سے مراد شخص ہے کیونکہ ہم پہلے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے ہمارے نزدیک اس حدیث میں بھی ظل شخص کے معنی پر محمول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بادل کا سایہ فگن ہونا سرفراز صاحب ایک شیعہ عالم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ۔

"آپ کا سایہ نہ تھا کہ ہمیشہ بادل آپ کے درمیان اور سورج کی ٹکیا کے درمیان حائل رہتا تھا" (تنقید متین ص ۱۲۲)

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"ان کی اس تاویل سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری الفاظ سے سایہ کی جو نفی ہو رہی ہے۔ اس سے وہ بھی مطمئن نہیں ہیں۔ اور تاویل پر مجبور ہیں لیکن قطع نظر اس کے کہ ہمیشہ آپ کے سر مبارک پر بادل کے سایہ کا کسی صحیح حدیث سے ثبوت نہیں اس لحاظ سے بھی مشکل ہے کہ پورے تریسٹھ سال تک سورج اور چاند میں دن اور رات کو سفر اور حضر میں ہمیشہ بادل کا سایہ آپ کے سر پہ ہوتا رہا ہو"

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم کا سایہ نہ ہونا ہمارے نزدیک آپ

Marfat.com

کی نورانیت پر مبنی ہے اور اس کو ٹھوس حوالوں سے ثابت کر دیا ہے۔ سرفراز صاحب کا شیعوں کی روایت سے حضور کے سایہ نہ ہونے کی وجہ۔ بادل کا سایہ فگن ہونا ذکر کرنا۔ اور پھر اس بحث کو طول دے کر بادل کے سایہ نہ کرنے پر حدیث پیش کرنا دراصل خلط مبحث کی ناکام کوشش ہے۔ بایں ہمہ ہم ان کے غور و فکر کے لئے دو حوالے پیش کرتے ہیں۔

ذریت دیوبند کے معنوی جد امجد شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک رات نبی اکرم علیہ السلام نے شاہ عبدالرحیم صاحب کو ملاقات سے مشرف فرمایا اور از راہ عنائت انہیں اپنے دو موئے مبارک بھی عنائت فرمائے۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب نے وہ بال دکھلائے اور تین شخصوں نے اس بات کا انکار کیا کہ وہ حضور کے موئے مبارک ہیں اور بحث چل پڑی۔

چوں مناظرہ بامتداد انجامید آں عزیزاں ہر دو موئے در آفتاب بردند ہماں ساعت ابرپارہ ظاہر شد حال آنکہ آفتاب بسیار گرم بود و موسم ابر ہرگز نہ یکے توبہ کرد و دیگر گفتند قضیہ اتفاقیہ است دیگر بار آوردند ابر پارہ ظاہر شد و دیگرے توبہ کرد۔ سوئے گفت ایں نیز قضیہ اتفاقیہ است۔ سہ بار بہ آفتاب بردند دیگر بار ابرپارہ ظاہر شد سیمے نیز در مسلک تائبان منسلک گشت۔

جب مناظرہ طوالت کو پہنچا تو وہ لوگ ہر دو موئے مبارک کو دھوپ میں لے گئے۔ اسی وقت ابر کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ اس وقت سورج خوب گرم تھا اور موسم ابر کا نہ تھا تین میں سے ایک نے توبہ کر لی اور باقی دو کہنے لگے کہ اتفاقاً بادل آگیا تھا۔ دوسری مرتبہ لے گئے اور دوسری بار بادل آگیا۔ دوسرا بھی تائب ہو گیا لیکن تیسرے نے کہا ممکن ہے یہ بھی اتفاق ہو تیسری مرتبہ لے گئے تیسری بار ابر پھر ظاہر ہوا اور تیسرا منکر بھی تائب ہوا۔

(انفاس العارفین ص ۴۰)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

وہمیشہ ابر در وقت تمازت گرما بر ایشاں سایہ مے داشت۔	اور ابر ہمیشہ گرمی کے وقت آپ کے اوپر سایہ کرتا تھا۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۱۹)

اس موضوع پر بھی وسیع کلام کی گنجائش ہے لیکن چونکہ آپ کے ہاں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اس لئے ان کے دو حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے گا کہ شاہ ولی اللہ اور تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف شاہ عبدالعزیز حضور کے لئے بادل کا سایہ مان کر شیعہ ہو گئے یا تا ہنوز سنی رہے اگر وہ شیعہ ہو گئے تو آپ نے جو اپنی کتاب میں ان کی عبارتوں سے اندھا دھند استدلال کیا ہے۔ اس کی کیا وقعت رہ گئی اور اگر وہ سنی رہے تو کیا آپ اپنے اس قول سے رجوع کریں گے کہ بادل کا سایہ کرنا شیعہ کا مسئلہ ہے؟

Marfat.com

حاضرو ناظر

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز نے ویکون الرسول علیھم شہیدا کے ترجمہ میں فرمایا "اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ" اس پر سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمائیے۔

"مفسرین کرام نے شہید کے معنی حاضر قائم بالشہادۃ ناصر اور امام وغیرہ کیئے ہیں۔ خان صاحب نے جب یہ محسوس کیا کہ گواہ کے لئے مجلس میں موجود ہونا ضروری نہیں، بلکہ الشہادہ بالتسامع (یعنی سن کر گواہی دینا) بھی درست ہے تو نگہبان کا لفظ خان صاحب نے زیادہ کیا تاکہ ان کے مسلک کے اختراعی عقیدہ حاضر و ناصر پر روشنی پڑے۔"

(تنقید متین ص ۱۲۳)

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے تمام تفاسیر سے یا تو تجاہل عارفانہ برتا ہے یا واقع میں جاہل ہیں۔ یا مفسرین کی وہ تمام عبارات جو ان کے عقیدہ فاسدہ کے خلاف تھیں۔ انہیں صہیونی ہاضمہ کی بھینٹ چڑھا کر تمام دنیا کی آنکھوں میں دھول دھونکنا چاہتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے جو کچھ کیا اپنے حق میں اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ دنیا کے سامنے جب ان کی تنقید کی حقیقت واضح ہوگی تو سوائے رسوائی کے آنسوؤں کے کوئی ان کا غمگسار نہ ہوگا۔

اس مقام پر مفسرین کرام نے شہید کے کس معنی پر اعتماد کیا ہے اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے نگہبان کے لفظ کو کس حکمت کے پیش نظر ترجمہ میں ذکر کیا۔ یہ ہم ابھی ہدیۂ ناظرین کیئے دیتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر روح البیان میں علامہ اسمٰعیل حقی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

Marfat.com

فان قلت ان الشاهد اذا اضر بشهادته عديت الشهادة بكلمة علی واذا نفع بها تعدی باللام فيقال شهد له. والرسول عليه السلام لما زکی امته وعدلهم بشهادته انتفعوا بها فالظاهر ان يقال ويكون الرسول لكم شهيدا بخلاف شهادة الامة علی الناس. فانها عليهم حيث استضروا بها فكلمة علی فيها واقعة فی موضعها قلت هذا مبنی علی تضمين الشهيد معنی الرقيب والمطلع فعدی تعديته۔

اگر تم یہ کہو کہ شاہد جب اپنی شہادت سے ضرر پہنچائے تو شہادت کو کلمہ علی سے متعدی کرتے ہیں اور جب اپنی شہادت سے نفع دے تو شہادت کو لام سے متعدی کرتے ہیں پس کہا جاتا ہے شہد لہٗ (اس کے حق میں گواہی دی) اور رسول کریم نے جب اپنی شہادت سے امت کا تزکیہ کیا اور ان کی تعدیل کی تو امت آپکی گواہی سے نفعیاب ہوئی پس بظاہر ویکون الرسول لکم شہیدا کہنا چاہیے تھا بخلاف لوگوں پر امت کی گواہی کے کیونکہ ان کی شہادت ان لوگوں کے لئے باعث ضرر تھی پس اس کا کلمہ علی سے متعدی ہونا اپنی اصل پر ہے۔ تو میں اسکے جواب میں کہوں گا کہ شہید کا علی کے ساتھ متعدی ہونا اس سے مبنی ہے کہ شہید رقیب (نگہبان) اور مطلع کے معنی کو متضمن ہے اور رقیب چونکہ علی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اس لئے شہید کے ساتھ علی لایا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی جلالت علمی

صاحب روح البیان کے اس بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ شہید یہاں پر نگہبان کے معنی کو متضمن ہے۔ اور شہید کے ساتھ اگر نگہبان کے معنی کا لحاظ نہ کیا جائے اور اسے اپنے ظاہر پر چھوڑ دیا جائے، تو معنی یہ ہو گا کہ "یہ رسول تمہارے خلاف گواہ" اور یہ معنی بالاجماع مراد نہیں۔ پس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے کمال علمی پہ داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے گواہ کے ساتھ نگہبان کا لفظ ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا۔ کہ علی یہاں پر شہادت کا صلہ نہیں۔ بلکہ شہید جس رقیب کے معنی کو متضمن ہے یہ اس کا صلہ واقع ہے۔

علامہ بیضاوی اسی آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

Marfat.com

ولما کان الرسول علیہ السلام کالرقیب المهیمن علی امته عدی بعلیٰ۔

اور چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے لئے نگہبان کی طرح ہیں۔ اس لئے (شہید) کو علی سے متعدی کیا گیا۔

مدارک التنزیل میں علامہ نسفی ارقام فرماتے ہیں۔

ولما کان الشهید کالرقیب یعنی بکلمة الاستعلاء

اور جبکہ لفظ شہید رقیب (نگہبان) کی مثل ہے تو کلمہ استعلا یعنی علی کو لایا گیا

تفسیر ابی سعود میں ہے۔

وکلمة الاستعلاء لما فی الشهید من معنی الرقیب والمهیمن۔

اور کلمہ استعلا یعنی علی کو اس لئے لایا گیا کہ لفظ شہید مطلع اور نگہبان کے معنی کو متضمن ہے۔

سرفراز صاحب سے گذارش ہے کہ اگر ترجمہ میں نگہبان کے معنی کا ملحوظ رکھنا ان کے نزدیک قرآن میں تحریف ہے تو علامہ بیضاوی علامہ نسفی اور ابو سعود نے جو رقیب اور مہیمن سے تفسیر کی ہے تو کیا یہ مفسرین آپ کے نزدیک محرف ہیں اور صاحب روح البیان نے جو اشکال قائم کیا ہے آپ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے بغیر اس اشکال کا جواب دے سکتے ہیں دیدہ باید۔

مفسرین کرام کی عبارتوں کے سامنے آجانے سے اب یہ بات پردہ میں نہیں رہی کہ شہید اس مقام پر مطلع اور نگہبان کے معنی کو متضمن ہے لیکن چونکہ اس معنی میں عظمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلو ہے۔ اسی لئے سرفراز صاحب کو کسی تفسیر میں یہ لفظ نظر نہیں آیا اور انہوں نے اس لفظ کو اعلیٰ حضرت کی اختراع قرار دیا۔ اور اب چونکہ وہ روشنی میں آچکے ہیں اس لئے قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ اس مقام پر شہید کے معنی میں نگہبان کا ذکر کرنا اعلیٰ حضرت کی عظمت علمی ہے۔ یا نگہبان کے ذکر پر چیں بجبیں ہونا گکھڑوی صاحب کی جہالت ہے۔

صدر الافاضل کی تفسیر اور اس پر تائید

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے زیر بحث آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر ارقام فرمائی۔

"اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکرم نور الٰہی نور نبوت سے ہر شخص کے حال

Marfat.com

اور اس کی حقیقت ایمان اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق سب پر مطلع ہیں (مسئلہ) اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت امت کے حق میں مقبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے اپنے زمانہ کے حاضرین کے متعلق جو کچھ فرمایا۔

" مثلاً صحابہ و ازواج و اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے فضائل و مناقب یا غائبوں اور بعد والوں کے لئے مثل حضرت اویس علیہ الرحمہ اور امام مہدی وغیرہ اس پر اعتقاد واجب ہے"

اس تفسیر پہ سرفراز صاحب تنقید کرتے ہیں اور مولوی نعیم الدین صاحب نے تو صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ :-

"آپ ہر شخص کی حقیقت ایمان اعمال نیک و بد اور اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لیکن یہ نظریہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے سراسر خلاف ہے" (تنقید متین ص ۱۲۴)

آئیے اب دیکھیں کہ نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ کے خلاف تفسیر کرنے کے جرم میں اور کون کون شریک ہے۔ یہ ہیں ذریت دیوبند کے معتمد علیہ اور معنوی جد امجد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ جن کی عبارتوں کو مولوی گکھڑوی نے اپنی کتاب میں اندھا دھند پیش کیا ہے۔ وہ اسی آیت شریفہ کے تحت تفسیر فرماتے ہیں۔

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است۔ کدام است پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا۔ وہ کونسا ہے پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات

Marfat.com

ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا واخلاص و نفاق شمارا و لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل است و آنچہ او از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل اصحاب و ازواج واہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس و مہدی ومفتونِ دجال یا معائب و مثالب حاضراں وغائباں میفرماید اعتقاد براں واجب است وازیں است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میسازند کہ فلانے امروز چنیں میکند و فلانے چناں تا روز قیامت ادائے شہادت تواند کرد۔ (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶)

اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال اور اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں۔ اسی لئے امت کے دنیاوی امور میں آپ کی گواہی بحق شرع مقبول اور واجب العمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے زمانے کے حاضرین مثلاً اصحابہ و ازواج واہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین یا غائبین مثلاً اویس ومہدی اور مفتونِ دجال کے فضائل ومناقب بیان فرماتے ہیں یا اپنے زمانے کے حاضر وغائب لوگوں کے عیوب وقبائح بیان فرمائے ہیں ان پہ اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اور اسی قبیل سے ہے جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی امت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ کرتا ہے اور فلاں یہ۔ تاکہ قیامت کے دن ان پہ گواہی دے سکیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کے اس نورانی کلام کو ملاحظہ فرمایئے۔ اور دیکھئے کہ صدرالافاضل رحمہ اللہ کی یہ تفسیر بعینہٖ شاہ عبدالعزیز کے مضمون کی تعبیر ہے یا نہیں پھر یہ کیسا ظلم اور صریح بے انصافی ہے کہ یہی بات اگر شاہ عبدالعزیز فرمائیں تو وہ حق وصواب اور اگر صدرالافاضل وہی بات کہہ دیں تو وہ نصوصِ صریحہ کے خلاف ہوجاتی ہے سرفراز صاحب کو اگر صدرالافاضل رحمہ اللہ کے کلام پر سب وشتم کرنا ہی تھا تو پہلے شاہ صاحب کی تفسیر کے تمام نسخوں کو دریا بُرد کردیتے۔ ورنہ جب تک دنیا میں تکیہ دیوبند کی یہ تفسیر موجود ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں سلامت ہیں تو اس وقت تک سرفراز صاحب کے اس دجل وفریب کو کوئی وقعت نہیں دے گا۔ اور اس کلام پر انکی تنقید

Marfat.com

اہل حق کی نگاہوں میں ذلت ورسوائی کا آخری نشان بن کر رہ جائے گی۔

تفسیر عزیزی کے بعد روح البیان سے اسی مقام کی تفسیر میں ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں :۔

ومعنی شہادۃ الرسول علیہم اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین بدینہ وحقیقتہ التی ھو علیہا من دینہ وحجابہ الذی ھو محجوب عن کمال دینہ فھو یعرف ذنوبھم وحقیقۃ ایمانھم واعمالھم وحسناتھم و سئیاتھم واخلاصھم ونفاقھم و غیر ذالک بنور الحق۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر دیندار کے دینی مرتبہ اور اس کے دین کی حقیقت پر مطلع ہیں اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے کمال دینی سے محجوب ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے گناہوں ایمان کی حقیقت۔ انکی نیکیوں اور برائیوں ان کے اخلاص ونفاق اور اسکے علاوہ باقی تمام امور پر نور ربانی سے واقف ہیں ۔

روح البیان کی یہ شہادت ان دلوں پر یقیناً گراں گذرے گی ۔جو تنقیص نبوت کی تسبیح پر اپنے ایمان کے درجات کا شمار کرتے ہیں ۔جن کی نگاہیں فضائل رسالت کی تیز روشنی میں چمگادڑ کی طرح بینائی کھو دیتی ہیں ۔اور بغض نبوت کے سیاہ فام اندھیرں میں جن کا دیدہ غارت گر مستعد اور فعال ہو جاتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل پر جو مشق ستم سرفراز صاحب نے کی ہے اور آپ کی وسعتِ علمی پر جو گھر سے تیر پھینکے ہیں انہیں ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں ۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رہنے والے بعض منافقین کے نفاق کو بھی نہ جانتے تھے۔

(۲) سورۂ نور میں حضرت عائشہ پر اتہام کا اور پھر ان کی صفائی کا ذکر ہے اگر آپ ہر شخص کی حالت سے واقف ہوتے تو ام المومنین کو پیچھے چھوڑتے ہی کیوں ۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سچے صحابی حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کو جھوٹا فرمایا اور منافقین کو سچا فرمایا لیکن نزول وحی کے بعد حقیقت منکشف ہوئی

Marfat.com

(۴) سورۂ تحریم میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی ایک خاص کاروائی کا ذکر ہے۔ جس کی وجہ سے آپ نے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور انکی اصل کاروائی اور حالات کا علم نزول سورت کے بعد ہوا۔

(۵) حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا تھا جس کو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تلاش کیا۔ اور دیگر صحابۂ کرام نے بھی تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔ حاضر و ناظر سے بھی بھلا کوئی چیز مخفی رہتی ہے۔

(۶) ۷ھ میں خیبر کے مقام پہ آپ کی زہر خورانی کا واقعہ موجود ہے جس سے صاف طور پر یہ بات واضح سے واضح تر ہو جاتی ہے۔ کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا اور نہ آپ نگہبان ہیں (تنقید متین ص ۱۲۴، ۱۲۵)

علم رسالت پر طعن طریقۂ منافقین ہے

اس سے پہلے کہ ہم ان سوالوں کے جوابات پیش کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کو اس معدن پر مطلع کریں۔ جہاں سے بغض رسالت کا یہ لاوا پہلی بار پھوٹا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبحر علمی پہ جن سوالات کا اعادہ گکھڑ سے کیا گیا ہے۔ ان کی اختراع کس ذہن نے کی تھی ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ کے شان نزول میں علامہ خازن فرماتے ہیں۔

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم واعلمت من یومن بی ومن یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استھزاء زعم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہ یعلم من یومن بہ ومن یکفر	سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت اپنی خاکی صورت میں اس طرح پیش کی گئی جس طرح حضرت آدم پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتلا دیا کہ مجھ پہ کون ایمان لائیگا اور کون نہیں لائے گا جب بات منافقین تک پہنچی تو انہوں نے استہزاً کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں گمان کرتے ہیں کہ انہیں جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے انکے بارے میں بھی علم ہے کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائیگا اور کون کفر کرے گا

Marfat.com

ممن لم یخلق بعد ونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذالک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقام علی المنبر فحمد اللہ تعالیٰ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شیٔ فیما بینکم وبین الساعۃ الا نبأتکم بہ فقام عبد اللہ بن حذافۃ السھمی فقال من ابی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقال حذافۃ فقام عمر فقال یارسول اللہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبک نبیا فاعف عنا عفا اللہ عنک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھل انتم منتھون فھل انتم منتھون ثم نزل عن المنبر فانزل اللہ ھذہ الآیۃ

حالانکہ ہم انکے درمیان رہتے ہیں اور انہیں ہمارے نفاق کا علم نہیں۔ پس جب یہ بات رسول اللہ تک پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال جو میرے علم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ تم لوگ اب سے قیامت تک کسی بات کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو گے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ پس عبد اللہ بن حذافہ سہمی (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہیں اسلامی دین پر خوش ہیں ہم قرآن کی امامت مانتے ہیں آپکی نبوت پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے آپ ہمیں معاف فرما دیجئے پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر فرمایا کیا تم رکنے والے ہو۔ کیا تم رکنے والے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

(تفسیر خازن)

اس حدیث صریح سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام امت کے ایمان وکفر پر مطلع ہیں۔

(۲) منافق آپ کے اس دعویٰ پر طعنہ زن ہوئے کہ اگر آپ سب کے ایمان وکفر پر مطلع ہیں تو ہمارا نفاق کیوں آپ سے مخفی ہے۔

Marfat.com

(۳) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر دعویٰ فرمایا کہ اب سے قیامت تک کی جو بات چاہو۔ پوچھو۔

(۴) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم پر طعنہ زنی سے ناراض ہوئے۔

(۵) حضرت عمر اور عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہما آپ کی وسعتِ علمی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

حوالہ خازن کی تحریر تفصیل اور اس تجزیہ کے بعد اب ناظرین پر مخفی نہ رہا ہوگا کہ کس برازِ منافقین سے استفادہ کر کے سرفراز نے اپنے آپ کو کس صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ اور کیا اب یہ صراحت ضروری ہے کہ علمِ رسالت پر طعن کرنا کس کا اندازِ فکر ہے اور علمِ نبوت کی وسعتوں کو ماننا کس کا طریقہ ہے اور وہ جزوی واقعات سرفراز صاحب نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی ثابت کرنے کے لئے ہیں، ہمیں کسی طرح مضر نہیں۔ کیونکہ باوجود علم کے کسی امر کی طرف سے توجہ ہٹ جانا۔ ایک حقیقت ثانیہ ہے اور علماء دیوبند کو بھی مسلم ہے۔ (علماء دیوبند ص ۳۱)

ثانیاً یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں الی حین الوصال مکمل ہوا۔ سرفراز صاحب نے جس قدر واقعات حضور کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔ سب نزول قرآن کے دوران تھے اور تدریجاً ان کا علم حضور کو حاصل ہوتا رہا اگر سرفراز صاحب واقعی حضور کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے بے قرار ہیں تو ثابت کریں۔ کہ آپ کو فلاں امر کا علم وصال تک حاصل نہیں ہوا۔

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ مبتدعین دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت کرتے کے لئے ہمیشہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ بر سر عام بازاروں میں مساجد کے منبروں حتی کہ کتاب کے صفحات پہ کہیں یہ لوگ اس واقعہ کو بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر ان کی ماں پہ اس قسم کی تہمت لگائی جاتی تو یہ اس بات کو پسند کرتے

Marfat.com

کہ وہ تہمت خواہ غلط ہی ہو اس کو بر سرِ عام بیان کیا جائے پھر ام المؤمنین کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں انہیں کوئی حیا کیوں نہیں آتی۔ کیا اس طرزِ عمل سے ام المؤمنین اور نبی علیہ السلام کو ایذا نہیں پہنچتی۔ اسی طرح عقیدہ حاضر ناظر کو سرفراز صاحب کا بار بار استہزاً ذکر کرنا فضائل نبوت سے لہو و لعب کے مترادف ہے۔

حاضر و ناظر کا ثبوت

ہماری تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضۂ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ اگر آنِ واحد میں امکنہ متعددہ پر تشریف لے جانا چاہیں۔ تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ مبتدعین دیوبند نے اہل سنت پر افترا باندھا ہے اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لایعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جہاں تک آپ کے ملاحظہ فرمانے کا تعلق ہے۔ ہم نے نگہبان کی تائید میں جو عبارات پیش کی ہیں۔ ان میں اس کے ثبوت کا کافی مواد موجود ہے اجمالی طور پر یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ حاضر ناظر کے اثبات کے لئے آپ کی حیات اور لوازمات حیات کے بالفعل متحقق ہونے کا اور آنِ واحد میں امکنہ متعددہ پر موجود ہونے کے امکان کا اثبات ضروری ہے۔

حیات

حیات کے بارے میں کچھ گفتگو ہم اس کتاب کے پہلے باب میں کر چکے ہیں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

مبتدعین دیوبند کے سرخیل قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

"عقیدہ دل سے آگاہ کئے دیتا ہوں۔ اس ضمن میں کسی دلیل یا مثال کی طرف بھی اشارہ ہو جاوے۔ تو ہو جاوے۔ انبیاء کرام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زیادہ سمجھتا ہوں"۔ (لطائف قاسمیہ ص ۳)

مزید لکھتے ہیں۔

"تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے مگر اس صورت میں یہ اجتماع موت وحیات ایسا ہوگا جیسا وقت حرکت کشتی جانشین کشتی کا حرکت وسکون جیسے یہاں سکون اصلی ہے۔ اور حرکت عرضی ایسی ہی وہاں بھی حیات اصلی اور موت عرضی ہوگی'' (لطائف قاسمیہ ص ۴)

نانوتوی صاحب کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ موت کا اتصاف مجازاً ہوا ہے۔ اور حقیقۃً حضور کے ساتھ موت کا قیام نہیں ہوا جیسے کشتی میں بیٹھے ہوئے شخص کے ساتھ حرکت کا قیام مجازاً ہوتا ہے۔ اور حقیقۃً وہ متحرک نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ اس تقریر سے آپ پر حقیقۃً موت کے طاری ہونے کا انکار ہوگیا۔

نیز لکھتے ہیں :۔

فرض کیجئے چراغ کو کسی ظرف گلی میں رکھ کر سرپوش رکھ دیجئے جیسے یہاں تمام شعائیں باہر سے سمٹ کر اس ظرف میں آجاتی ہیں۔ بلکہ خود شعلہ چراغ میں سما جاتی ہیں جس سے وہ اشتداد مشار الیہ نمایاں ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی خیال فرمالیجئے۔ اس صورت میں موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہوگا۔ جیسا چراغ ظرف گلی میں مستور ہوجانے اور گل ہوجانے میں فرق ہے'' (لطائف قاسمیہ ص ۵)

اس عبارت کا مطلب واضح ہے۔ یعنی عوام کی موت تو اس طرح ہے کہ موت سے ان کا چراغ حیات بجھ جاتا ہے۔ اور انبیاء کی موت اس طرح ہے کہ اس کا چراغ حیات قبر میں چھپ جاتا ہے۔ یعنی اس کی روشنی پہلے سے بڑھ جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کی حیات کا چراغ ہمیشہ روشن رہتا ہے اور کبھی نہیں بجھتا!

لطیفہ: سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ وہ امداد نہیں جو شرک کے شیدائی حضرات انبیاء اور اولیاء اور شہداء سے کیا کرتے ہیں کہ نہ تو وہ اس جہان میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نہ قریب ''

(تنقید متین ص ۲۹)

Marfat.com

اس عبارت میں سرفراز صاحب نے حیات انبیاء کی نفی کی ہے۔ اور "لطائف قاسمیہ" میں قاسم صاحب نے موت کی نفی کی ہے۔ غور فرمائیے۔ مبتدعین دیوبند کے اصول و فروع کس قدر تضاد ہے۔ آباء دیوبند نے حیات کو ماننے میں اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ حقیقت موت کا سرے سے انکار کیا ہے اور انک میت آپ فوت ہونے والے ہیں۔ اور کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کی تکذیب کر دی۔ ابناء دیوبند نے موت میں اس قدر غلو کیا ہے کہ حیات کا قطعًا انکار کر دیا۔ اور نبی اللہ حی یرزق اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے کی تکذیب کر دی۔ باپ بیٹوں میں کون جھوٹا ہے۔ اس کا فیصلہ وہ خود کر لیں۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ دونوں ہی جھوٹے ہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کے لئے ایک آن کی موت ثابت ہے اور یہی انک میت اور کل نفس ذائقۃ الموت کا تقاضہ ہے اور اس کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی حیات عطا فرمائی۔ جو کہ احادیث صحیحہ کا مطلب اس کی ضروری تفصیل بحث استعانت میں کی جا چکی ہے۔ بہرحال بانی دیوبند کے کلام سے دنیاوی حیات ثابت ہو گی اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

لوازمِ حیات

جب کہ یہ امر روشن ہو گیا کہ نبی علیہ السلام دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور دنیاوی حیات میں آپ کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے کہ تمام عالم کو مثل کف دست ملاحظہ فرماتے ہیں۔

علامہ صاوی فرماتے ہیں۔

وردرفعت لی الدنیا فانا انظر فیہا کما انظر الی کفی ھذہ۔ (تفسیر ج ۲ ص ۱۰۴)	حدیث میں آیا ہے کہ تمام دنیا میرے سامنے پیش کی گئی پس میں اسکو مثل کف دست دیکھتا ہوں

ممکن ہے مبتدعین دیوبند کو یہ شبہ لاحق ہو کہ یہ فضیلت تو دنیا میں ثابت تھی نہ کہ بعد الوفات پس اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ فانا انظر جملہ اسمیہ ہے اور خبر فعل مضارع ہے۔ اور وہ جملہ اسمیہ جس کی خبر فعل مضارع ہو۔ دوام تجددی کا افادہ کرتا ہے۔
ثانیہ یہ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم وان

Marfat.com

کفرتم فان عذابی لشدید۔ پس قرآن کریم کے اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ شکر کرنا زیادتی نعمت کا سبب ہے۔ اور نبی علیہ السلام سید الشاکرین ہیں۔ فلہذا اللہ تعالیٰ کی نعمت آپ پر یومًا فیومًا بلکہ آنًا فانًا زائد ہوگی پس جب دنیا میں آپ کو وسعت نظر حاصل تھی تو وصال کے بعد زیادتی متصور ہوگی نہ کمی تنقیص کے لئے کوئی راہ نہیں۔

ثالثًا اگر فرض کیا جائے کہ دنیا میں آپ کو وسعت نظر حاصل تھی اور آخرت میں یہ نعمت مسلوب ہوگئی تو لازم آئے گا کہ آپ کی آخرت دنیا سے بہتر نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ۔ "آپ کی آخرت دنیا سے بہتر ہے۔"

رابعًا۔ جب آپ نے مان لیا کہ قبر میں دنیاوی حیات ہوتی ہے۔ تو دنیاوی حیات کے لوازم بھی ماننے ہونگے اور وسعتِ نظر چونکہ دنیا میں ثابت ہے۔ اس لئے قبر شریف میں بھی اس کو ماننا ہوگا۔

خامسًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام افراد امت کے بارے میں فرمایا ہے۔

المیت یعلم من یکفنہ ومن یصلی علیہ ومن یحملہ ومن یدفنہ۔	میت کو علم ہوتا ہے کہ اسے کون کفن پہنا رہا ہے اور کون اس پر نماز جنازہ پڑھتا ہے۔ کون اس کا جنازہ اٹھاتا ہے اور کون اسے دفن کرتا ہے۔
(مرقات ج ۱ ص ۱۹۸)	

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد کا ادراک بصری بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ حیات دنیاوی میں اگر اسے چارپائی پر لٹا کر اوپر چادر ڈال کرلے جاتے تو وہ نہ جان سکتا اسے اٹھانے والے کون ہیں۔ کون اس پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور کون اس کو دفنا رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وفات کے بعد اس کا ادراک بصری بڑھ جاتا ہے۔ جب عام میت کا یہ حال ہے۔ تو خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عالم ہوگا۔ جن کی نگاہ کی وسعت کا حیات دنیاوی میں یہ عالم تھا کہ اوپر نظر اٹھاتے تو سات آسمانوں کے پار جنت کو ملاحظہ فرماتے اور اگر نیچے نظر فرماتے۔ سات زمینوں کے نیچے جہنم کا معائنہ فرماتے۔ جو حیات دنیاوی میں اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتے تھے وصال کے بعد جب ان کا ادراک بصری ترقی پا گیا ہوگا تو پھر ان کی نگاہ کی وسعتوں کا کون اندازہ

Marfat.com

سادسًا۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ:۔

وقت موت حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور بھی شدید ہوجاتی ہے کیونکہ جب حیات اصلی ہے۔ تو اس صورت میں کبھی قبر میں رہنا کبھی آسمان پر نظر آنا ایسا ہوگا جیسے حالت حیات سابقہ میں کبھی زمین پہ رہنا کبھی بوجہ معراج آسمانوں پر چلے جانا۔ (لطائف قاسمیہ ص ۴)

نیز لکھتے ہیں۔

" بالجملہ حیاتِ حال انبیاء کا مثل حیات سابق ہونا اور پھر اس سے اشد اور اعلیٰ ہونا یوں ظاہر ہے کہ بوجہ احاطہ ضد معلوم جس کو موت کہیئے۔ تمام فیض حیات جو مثل شعاع شمس و قمر اطراف بدن اور اس سے باہر تک بذریعہ افعال، بانا تھا سمٹ کر داخل بدن کی طرف چلا آیا۔" (لطائف قاسمیہ ص ۵)

آن واحد میں امکنہ متعددہ پر حاضر ہونے کا امکان

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے مستند علمائے دیوبند کی عبارت سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ دنیاوی حیات کے ساتھ قبر انور میں زندہ ہیں اور فیضانِ حیات دنیاوی حیات سے شدید تر ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ آپ قبر انور میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام عالم کا ملاحظہ فرما رہے ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ اور آنِ واحد میں اگر مختلف مقامات بھی تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ رہا یہ سوال کہ متعدد مقامات پہ اگر بعینہٖ حضور موجود ہیں تو یہ تکثّر جزئی ہے اور اگر وہاں آپ کی مثال موجود ہے تو مثل شئی غیر شئی ہے۔ پس امکنہ متعددہ پر آپ کا غیر موجود ہوا نہ کہ خود آپ اس سوال کا ایک جواب تو ہم بحث استعانت میں تھانوی صاحب کی گپ پر اعتراضات کے ضمن میں دے چکے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ متعددہ متعلقہ بروح واحد امکنہ متعددہ میں موجود ہو سکتے ہیں اور یہ تکثیر جزئی نہیں ہے۔ کیونکہ اجساد میں نوع من التکاثر موجود ہے۔ اور یہ اجسام حضور کے غیر بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام اجساد کے ساتھ حضور کی روح متعلق ہوگی۔

Marfat.com

اور تعین کا مدار علیت روح پر ہے نہ کہ عینیت جسم پر ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ علاء الدین قونوی میگوید کہ بعید
نیست کہ گفتہ شود کہ ارواح مقدسہ
انبیاء بعد از مفارقت بمنزلہ ملائکہ است
بلکہ افضل از ایشاں ہم چنانچہ ملائکہ متمثل
شوند در صور مختلفہ کذالک جائز باشد
کہ ارواح مقدسہ انبیاء نیز متمثل گردند
ونیز ممکن است کہ ایں تصرف بعضے
خواص عباد را در حالت حیات نیز دست
دہد و روح واحد در ابدان متعددہ غیر
بدن معہود تصرف کرد چنانچہ بعض
محققین در تسمیہ ابدال گفتہ اند کہ
گاہے یک از ایشان بمکانے رود در
مکان اول شبحے و مثالے در
بدل خود بگذار و سادہ صوفیہ قدس اللہ
اسرارہم عالم متوسط در عالم اجساد
و ارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم
مثال گویند الطف از عالم اجساد و اکثف
از عالم ارواح و ظہور ارواح و صور
مختلفہ مبنی بر آں ساختہ و ظہور جبریل
علیہ السلام بصورۃ دحیہ کلبی و تمثل او مریم
را بصورت بشر سوی الخلق از آں عالم ہے

شیخ علاؤالدین قونوی کہتے ہیں کہ یہ کہنا
بعید نہیں کہ انبیاء کی ارواح مقدسہ ابدان سے
مفارقت کے بعد ملائکہ کے ابدان کی مثل ہو
جاتی ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہوتی ہیں اور جس
طرح ملائکہ مختلف صورتوں میں متمثل ہو جاتے ہیں اسی
طرح جائز ہے کہ ارواح مقدسہ بھی متمثل ہو جائیں
اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض
خاص بندوں کو یہ مقام دنیا میں حاصل ہو
جائے اور روح واحد بدن معہود کے سوا ابدان
متعددہ میں تصرف کرے جس طرح بعض محققین
ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ
انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہو تو وہ پہلی
جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر
چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیہ کے
نزدیک عالم اجساد اور ارواح کے درمیان
ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم
اجساد سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف
ہوتا ہے اور ارواح کا صور مختلفہ میں متمثل
ہونا اسی عالم پر مبنی ہے اور جبریل علیہ السلام
کا دحیہ کلبی کی صورت میں اور مریم کے
پاس بشر یا سویا کی شکل میں متمثل ہو

Marfat.com

دارند و بناء علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم بشبح و پیکر مثالے در قبر متمثل باشد و آنحضرت او را در ہر دو مکان مشاہدہ فرمود و بعد از اثبات عالم مثال جواب از مسائل کثیرہ بیرون آید و اشکالات بسیار حل شود مثل بیان وسعت جنت در رویت او در عرض حائط مثلاً منحل گردد۔" (جذب القلوب ۱۵۳)

کر جانا اسی عالم سے ہے اور اسی بناء پر جائز ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر مستقر ہوں اور اسی وقت قبر میں بھی مثال چھوڑ آئے ہوں اور حضور نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔ اور اس عالم کے اثبات سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں مثلاً جنت کا بایں وسعت دیوار کی پہنائی میں دکھائی دینا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں :۔

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان مكتسبة متعددة وجدوها فی اماكن مختلفة فی آن واحد والله علی كل شیٍٔ قدیر وهذا انی هذا العالم المبنی علی الامر العادی غالبًا۔ (مرقات ج ۴ ص ۳۱)

جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جائے اور ان کے لئے ابدان مکتبہ متعددہ حاصل ہو جائیں تو ان اجسام مثالیہ کی وجہ سے اولیاء اللہ کا آنِ واحد میں متعدد جگہوں پر موجود ہونا بعید نہیں ہے۔ اور اس جہان میں یہ امر غالباً اولیاء اللہ کے لئے امر عادی ہے۔

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ جو دیوبندیوں کے تمام اکابر اور اصاغر کے مسلم مقتدا ہیں۔ لکھتے ہیں۔

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷)

Marfat.com

اس موضوع پر ہم ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں جس سے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ شخص واحد آن واحد میں مقامات متعددہ پر موجود ہو سکتا ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مغموم شخص کو دیکھا جس کا بیٹا فوت ہو چکا تھا پھر فرمایا

اما تحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنة الا وجدته ینتظرك فقال رجل یارسول اللہ اخاصة له ام لکلنا لکلکم۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۳

ترجمہ:۔ کیا اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے سے داخل ہو مگر تمہارا بیٹا اس دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہو کسی نے پوچھا حضور یہ انہی کا خاصہ ہے یا سب کے لئے آپ نے فرمایا سب کے لئے۔

اس حدیث شریف میں باب نکرہ ہے۔ اور حیز نفی میں واقع ہے اور نکرہ تحت نفی مفید عموم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جنت کے ہر دروازے کی یہ صفت ہو گی کہ اس دروازے پر وہ بیٹا موجود ہو گا۔ پس ثابت ہوا کہ آن واحد واحد میں مقامات متعددہ پر موجود نہ صرف ممکن ہے بلکہ امر واقع ہے۔

تھانوی صاحب اور عقیدہ حاضر ناظر

اشرف علی صاحب تھانوی اولیاء اللہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مختلف صورتوں میں ہو جانا اور یہی وہ ہے جس کا نام صوفیہ حضرات عالم مثال رکھتے ہیں اور یہ حضرات عالم اجسام و عالم ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالم ارواح سے زیادہ واضح ہے اور اسی پہ روح کے جسمانی شکل اختیار کرنے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بنا قائم کی ہے اور اس کو حق تعالیٰ کے اسی ارشاد سے استنباط کیا ہے فتمثل لہا بشرا سویا (تو ان کے واسطے جبرائیل ایک معتدل انسان بن گئے) وہ واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے جو قضیب البان موصلی سے منقول ہے۔ یہ حضرت ابدال میں سے تھے۔ کسی شخص

Marfat.com

نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا۔ تو نماز نہ پڑھنے کی تہمت لگائی تھی اور سختی سے اعتراض کیا تھا آپ فوراً اس کے سامنے مختلف صورتوں میں منتقل ہوئے اور پوچھا تم نے کونسی صورت میں مجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا کراماتوں کی اس قسم میں بزرگوں کے بہت واقعے ہیں۔

(جمال الاولیاء ص ۲۵)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

محمد الحضری مجذوب جلانے والے عجیب غریب حالات و کرامات و مناقب والے تھے کبھی چلائے ہوئے عجیب عجیب علوم و معارف پر کلام کرجاتے اور کبھی استغراق کی حالت میں زمین و آسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کراماتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوجاتے تھے۔

(جمال الاولیاء ص ۱۸۸)

واقعہ معراج کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اس طرح بقیہ سمٰوٰت میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہوگیا اور جسم بہ تقدر بھی اور ایک وقت میں روح کا سب سے تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ (نشر الطیب ص ۶۵)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اگر قدرت نہ دے تو کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتا انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ بیک وقت متعدد جگہ اجسام متعددہ میں روح واحد کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں اور یہی حضرات انبیاء اور اولیاء کرام کے حاضر و ناظر ہونے کا مطلب ہے جو بہر حال تھانوی صاحب کی متعدد عبارات سے ثابت ہو گیا اب بھی دیوبندی حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کو شرک کہتے ہیں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

Marfat.com

نذرونیاز

وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمت تحریر فرماتے ہیں کہ:

"چوتھے وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو۔ وہ حرام نہیں۔ جیسے عبداللہ کی گائے، عقیقہ کا بکرا۔ ولیمہ کا جانور۔ یا وہ جانور جس سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا مقصود ہو۔ اُن کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ کے نام پر ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال وطیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اس کو حرام فرمایا گیا ہے۔ جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ وہابی جو ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں۔ اور ان کا قول تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے۔ اور خود آیت ان کے معنی کو بننے نہیں دیتی کیونکہ وما اھل بہ کو اگر وقتِ ذبح کے ساتھ مقید نہ کریں، تو الا ما ذکیتم کا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جانور جو غیر وقت ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو۔ وہ الا ما ذکیتم سے حلال ہوگا۔ غرض وہابی کو آیت سے سند لانے کی کوئی سبیل نہیں۔"

اس تفسیر سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ۔

" مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ جو کچھ تحریر کیا ہے محض اپنے ایک

Marfat.com

باطل نظریہ کے تحت لکھا ہے اور اپنی بدعت پسندی کا واضح ثبوت دیا ہے۔ جو چند وجوہ سے مردود ہے " (تنقید متین ص ۱۲۶)

حق یہ ہے کہ صدر الافاضل رحمہ اللہ کا یہ محققانہ کلام چند وجوہ سے سرفراز صاحب کی سمجھ میں نہ آسکا۔ اسی لئے انہوں نے بچگانہ اعتراضات کئے ہیں۔ خود فریب کھایا ہے یا لوگوں کا دین وایمان لوٹنے کے لئے دجل کی دوکان سجائی ہے۔

تعجب یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے رشید احمد گنگوہی کا ایک بے سند فتویٰ بھی سند بنا کر پیش کیا ہے اور اس بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں ہے۔ کہ خصم پر بطور حجت کے مسلم بزرگوں کے اقوال پیش کیا کرتے ہیں۔ رشید احمد صاحب گنگوہی کو آپ گنگوہ کے غالی مریدوں پر پیش کیجئے گا۔ یا ان پکی روٹی کے حافظوں پر جن کے سروں پر دیوبند نے فضیلت و افتخار کی دستار باندھی ہے۔

سرفراز صاحب کا پہلا شبہ

سرفراز صاحب نے صدر الافاضل رحمہ اللہ کے کلام میں پہلی تحریف اس طرح کی ہے۔ کہ:-

اہلال کے معنی عربی زبان میں ذبح کے نہیں۔ بلکہ نامزد اور شہرت دینے کے ہیں۔ (تنقید متین ص ۱۲۷)

سرفراز صاحب نے اس پر خوب زور دیا ہے اور ارباب لغت اور تفاسیر کے حوالے نقل کرتے چلے گئے۔

جیسے صدر الافاضل نے اُہِلَّ کا معنی ذبح کیا ہو۔ اور اس کے خلاف سرفراز صاحب گھر سے پورا سکواڈرن فضائے قرطاس میں لے آئے ہوں۔ صدر الافاضل نے اہِلَّ کا کیا معنی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔

" وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو "

اب سرفراز صاحب سے پوچھئے کہ جب صدر الافاضل نے اُہِلَّ کا معنی ذبح نہیں کیا۔ تو پھر آپ کو اس بے مقصد کلام سے دفتر کے دفتر سیاہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

Marfat.com

اور اگر یوں ہی گلے میں طوقِ لعنت آویزاں کر کے کذابین کی صفت میں شامل ہونے کا شوق ہے۔ تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں چشمِ ماروشن دلِ ماشاد۔

سرفراز صاحب کو بھی احساس تھا کہ جھوٹ کی یہ کشتی زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گی۔ اس لئے لکھتے ہیں۔

غرضیکہ وما اھل کو وقت ذبح کے ساتھ متقید کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ خواہ مخواہ کی ضد کا البتہ کوئی علاج نہیں۔ (تنقید متین ص ۱۴۰)

دروغ گو را حافظہ نباشد، پہلے آپ نے کہا تھا کہ اہل کو ذبح کے معنی میں لینا غلط ہے۔ اور اس سے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ صدر الافاضل نے اُھل کا معنی ذبح کیا ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اُھل کو وقت ذبح کے ساتھ متقید کرنا غیر ضروری ہے۔ جس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ صدر الافاضل نے اُھل کو وقت ذبح کے ساتھ متقید کیا ہے۔

ذبیحہ حرام ہونے کی صورتیں

صدر الافاضل فرماتے ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی جانور کو حرام فرمایا گیا ہے۔ جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔

مذکورہ بالا عبارت اس مفہوم میں صریح ہے کہ ذبیحہ کے حرام ہونے کی اور بھی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس آیت میں صرف اسی کو حرام کیا گیا ہے۔ جس پہ وقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ہم اس کے علاوہ ذبیحہ حرام ہونے کی چند صورتیں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً مجوسی اور ہندوں کا ذبیحہ حرام ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک مسلمان بھی اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دے تو وہ ذبیحہ بھی حرام ہوگا۔

(۳) مرتد اگر اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کرے تو ذبیحہ حرام ہوگا۔ اور اسی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی مسلمان جانور کو غیر اللہ کی طرف تقرب بطور عبادت کے منسوب کر دے تو اب اگر وہ بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تو یہ ذبیحہ حرام ہوگا کیونکہ بحیثیت عبادت غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے قصد سے وہ مرتد ہو گیا۔ اور مرتد کا ذبیحہ

Marfat.com

حرام ہوتا ہے۔ اور اسی جانور کو کوئی اور مسلمان بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو وہ بے شک حلال و طیب ہے۔ اس کو حرام کہنا قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنی کتابوں میں جس ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ کہ ذبح کرنے والے نے جانور کو بحیثیت عبادت تقرب حاصل کرنے کے لئے کسی بزرگ کی خاطر نامزد کر دیا ہو۔ اب وہ خود اگر اس کو بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔ کیونکہ یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔ اور اگر تقرب بحیثیت عبادت حاصل کرنے کا قصد نہ ہو تو یہ ذبیحہ حلال اور طیب ہے۔ کیونکہ مطلقاً تقرب وجہ شرک نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز اور نیاز کے جانور

مبتدعین دیوبند اس خوش فہمی بلکہ غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انکے خود ساختہ مسلک کی تائید کے لئے وافر مواد جمع کر دیا ہے چنانچہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد کئے جاتے ہیں۔ ان کی حرمت پر یہ لوگ ہمیشہ شاہ صاحب کی عبارتوں سے استشہاد کرتے ہیں علماء اہلسنت نے ان کی اس غلط فہمی کو بارہا رفع کیا۔ لیکن یہ ضدی لوگ ہمیشہ ان عبارتوں کو لے کر اس طرح سامنے آجاتے ہیں جیسے اب تک یہ عبارتیں لاجواب رہی ہوں انصاف اور دیانت کا تقاضا تھا کہ سرفراز صاحب ان پٹے ہوئے مہروں کو آگے بڑھانے سے پہلے پچھلا حساب بیباق کرتے اور علماء اہلسنت نے ان عبارتوں کے جو جوابات دیئے ہیں ان کو پیش کر کے ان پر تبصرہ کرتے۔ بہر حال اب چونکہ انہوں نے یہ مسئلہ چھیڑ ہی دیا ہے۔ اس لئے اب ہم بھی ذرا اس پر کھل کر گفتگو کریں گے۔

سرفراز صاحب نے تفسیر عزیزی سے جو عبارات پیش کیں ہیں ان کا کچھ حصہ تو اُهِلَّ کے معنی سے متعلق ہے کہ اس کا معنی ذبح نہیں۔ بلکہ آواز دینا۔ اور شہرت دینا ہے۔ اور یہ گفتگو خارج از بحث ہے۔ کیونکہ صدر الافاضل نے اھل کا معنی ذبح نہیں کیا۔ ہم ان کی نقل کردہ عبارت کا وہ حصہ پیش کرتے ہیں جو موضوع سے متعلق ہے۔

Marfat.com

شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

"خواہ پیر پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کر دیں، کہ یہ سب حرام ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیر اللہ کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے۔" (تفسیر عزیزی اردو ج ۲ ص ۳۸)

اور شاہ صاحب موصوف ہی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

اس واسطے جب شہرت کر دی کہ یہ جانور فلاں کے واسطے ہے تو وقت ذبح کے خدا کا نام مفید نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ وہ جانور منسوب بغیر خدا ہو گیا۔ اور اس میں وہ پلیدی پیدا ہو گئی اور خبث اس کا مردار کے خبث سے زیادہ ہے۔ اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا اور یہ جانور غیر کے نام پر مارا گیا۔ اور یہ عین شرک ہے۔ اور جبکہ یہ خبث مؤثر ہوا تو ذکر نام خدا کا اس کو حلال نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ کتا اور سؤر کہ اگر نام خدا لے کر ذبح کئے حلال نہ ہوں گے۔"

"حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے۔ کہ جان واسطے غیر جان پیدا کرنے والوں کے نام نیاز کرنا درست نہیں ہے۔ اور کھانے پینے کی اور چیزیں اور مال بھی تقرب لغیر اللہ کے واسطے دینا حرام اور شرک ہے۔"

(تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۳۸) (تنقید متین ص ۱۳۱ تا ۱۳۲)

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس ذبیحہ کے حرام ہونے کی دو مستقل وجہیں بیان کی ہیں۔

(۱) تقرب غیر خدا۔

(۲) جان کو جان پیدا کرنے والے کے غیر کی طرف منسوب کرنا ـــــ پہلے ہم تقرب پر گفتگو کرتے ہیں۔ گذارش یہ ہے کہ شاہ صاحب نے ذبیحہ کے حرمت کی علت اس تقرب کو قرار دیا ہے جو تقرب شرک ہو۔ چنانچہ فرمایا اور یہ عین شرک ہے۔ اور مطلق تقرب الی الغیر شرک نہیں ہے۔ ورنہ تمام ذوی القربیٰ خدا کے شریک قرار پائیں گے کیونکہ ذوی القربیٰ کو ذوی القربیٰ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ ان سے قرابت کا تعلق ہوتا

Marfat.com

ہے۔ اور انسان کو ان کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر مطلقاً قرب وجہ شرک ہو۔ تو ذوی القربیٰ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار پائیں گے اور یہ بداہتہ باطل ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وبالوالدین احسانا و ذوالقربیٰ (ماں باپ اور قرابت داروں سے حسن سلوک کرو) اور قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ آپ فرماتے کہ تم سے تبلیغ دین پر کر اجرت نہیں مانگتا سوا اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔ اللہ تعالےٰ کے شرکا سے احسان اور مودت کی تعلیم دی گئی ہو۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ مطلقاً غیر کا قرب حاصل کرنا شرک نہیں ہے بلکہ تقرب بطور عبادت شرک ہے۔

علامہ شامی نے تصریح کی ہے کہ وجہ کفر تقرب بطور عبادت ہے۔ چنانچہ جب صاحب درمختار نے مطلقاً تقرب کا ذکر کیا۔ تو شامی نے اس کو بطور عبادت سے مقید کیا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں۔

ای علیٰ وجہ العبادۃ لانہ المکفر	یعنی تقرب بطور عبادت کیونکہ یہی وجہ کفر ہے

ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۳)

علامہ شامی کی تصریح کے بعد بھی اگر سرفراز صاحب مطلق تقرب کے وجہ کفر و شرک ہونے پر اصرار کریں۔ تو لیجئے۔ ہم خود شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت کئے دیتے ہیں کہ کفر کا مدار عبادت کے اعتقاد پر ہے۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

واما الذبح لغیر اللہ فالمراد بھا ان یذبح باسم غیر اللہ کمن ذبح للصنم او للصلیب او لموسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام او الکعبۃ و نحو ذالک فکل ھذا حرام ولا تحل ھذہ الذبیحۃ سواء کان الذابح	بہر کیف ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ذبح کرنیوالا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے مثلاً کوئی شخص بت یا صلیب یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا عیسےٰ علیہ السلام یا کعبہ کے لئے ذبح کرے۔ پس یہ سب حرام ہیں خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ یا عیسائی یا یہودی

Marfat.com

مسلما او نصرانیا او یہودیا کما نص علیہ الشافعی واتفق علیہ اصحابنا فان قصد مع ذالک تعظیم المذبوح لغیر اللہ والعبادۃ لہ کان ذالک کفرا فان کان الذابح مسلما قبل ذالک صار بالذبح مرتدا

فتاویٰ عزیزی ج۱ ص ۲۲)

اسی کی امام شافعی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ اور ہمارے اصحاب کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ پس اگر ذابح نے باوجود غیر اللہ کے نام لینے کے اس کی تعظیم کی اور عبادت کا بھی قصد کیا۔ تو یہ کفر ہے اور اگر ذبح سے پہلے مسلمان تھا تو اس اعتقاد سے ذبح کرنے کی وجہ سے مرتد ہوگیا۔

دیکھئے اس عبارت میں شاہ صاحب نے تصریح کر دی کہ اگر کوئی مسلمان غیر اللہ کے نام سے ذبح کر دے تو یہ شرک نہیں اور اگر اس کے ساتھ ہی فقط تعظیم غیر اللہ کا اعتقاد ہو۔ پھر بھی شرک نہیں۔ شرک تب ہوگا۔ جب تعظیم کے ساتھ عبادت غیر اللہ کا بھی قصد کرے۔ پس ثابت ہوگیا کہ کفر و شرک کا مدار قصد عبادت غیر اللہ پر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تفسیر میں تقرب سے مراد تقرب بطور عبادت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص نے تقرب بطور عبادت سے جانور کو غیر اللہ کے نام پر مشہور کر دیا۔ وہ شخص اگر پہلے مسلمان بھی تھا تو اب اس قصد سے مرتد ہوگیا اور مرتد کے ہاتھوں ذبح ہونے کی وجہ سے اس جانور میں خبث سرایت کر گیا اور یہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح حرام ہے۔ خواہ وہ وقت ذبح خدا کا نام لے یا نہ لے۔ مگر خوب یاد رکھئے کہ ذبیحہ کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔ چنانچہ اسی جانور کو کوئی مسلمان شرائط ذبح کے ساتھ ذبح کر دے تو یہ خالص حلال و طیب ہے اور اس میں رتی برابر بھی شک نہیں ہے۔ دیکھئے مشرکین مکہ بعض جانوروں کو بتوں کے لئے نامزد کر دیتے اور یہ نامزدگی مع قصد العبادت تھی۔ لیکن اس کے باوجود جب مسلمانوں نے ان جانوروں کو ذبح کر دیا۔ تو ان کا کھانا حلال و طیب ہوگیا اور کفار جو ان جانوروں کو کھانے سے گریز کرتے تھے۔ ان کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔ چنانچہ مالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ کے

Marfat.com

تحت تفسیر ابو سعود میں ہے

انکر لان یکون لھم شئی	اللہ تعالیٰ نے اس بات پر انکار فرمایا ہے کہ
یدعو الی الاجتناب عن اکل	ان میں کوئی ایسی بات پائی جائے جس کی وجہ سے
ما ذکر علیہ اسم اللہ تعالیٰ	وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں
من البحائر والسوائب ونحوھا	مثلاً بحائر و سوائب وغیرہ کو نہ کھائیں۔

نیز یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم کے تحت ملا جیون حنفی فرماتے ہیں۔

وقد فسر بعضھم بالبحیرۃ و	بعض مفسرین نے لکھا کہ طیبات سے
السائبۃ والحامی یعنی کلوا	مراد بحیرہ سائبہ وغیرہ یعنی بحیرہ
البحیرۃ واخواتھا۔	وغیرہ کھاؤ۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کو کفار بتوں کا تقرب بطور عبادت حاصل کرنے کے لئے نامزد اور ان کے نام پر مشہور کر دیا کرتے تھے وہ جانور بھی کتے اور خنزیر کی طرح حرام نہیں تھے۔ بلکہ شرائط ذبح کے ساتھ انہیں ذبح کر دیا جاتا تو حلال تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حلال نہ سمجھنے پر کفار کی مذمت کی ہے پس لامحالہ تفسیر عزیزی میں جس جانور کو کتے اور خنزیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ وہ جانور ہے جس کو مرتد نے ذبح کر دیا ہو۔ اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر بطور عبادت کے کسی شخص نے مشہور کر دیا اور اس کو کوئی اور شخص جو مسلمان ہو وہ شرائط ذبح کے ساتھ ذبح کر دے تو بلاریب یہ حلال و طیب ہے۔ اور اس کو حرام سمجھنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار سوائب وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔ غیر اللہ کے نام پر مع قصد العبادت مشہور کرنا خبث ہے۔ اور یہ خبث عقیدہ کا خبث ہے۔ پس جس شخص کا یہ عقیدہ ہوگا۔ اس کے اعتقاد میں خبث سرایت کر گیا۔ جانور میں اس خبث کے سرایت کرنے اور اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک شاہ صاحب کی عبارت کا صحیح محل یہی ہے کہ اس خبث عقیدہ والے شخص نے جب اس جانور کو ذبح کیا خواہ اللہ

Marfat.com

کا نام لے کر ہی ذبح کیا ہو تو یہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح حرام ہو گیا یہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

دوسری وجہ جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر مشہور کیا ہوا وہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح حرام ہو جاتا ہے جس کے ذبح سے مقصد غیر اللہ کو گوشت پہنچانا مقصود نہ ہو۔ بلکہ غیر اللہ کو جانور کی جان اور روح پیش کرنی ہو اور یہ عمل کفر جاہلیت کے مشابہ ہے کیونکہ کفار بھی بطور عبادت بتوں کو جانور کی روح بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ پس یہ عمل عبادت کفار کے تشبیہ کی وجہ سے عین کفر و شرک ہے۔ سرفراز صاحب نے فتاویٰ عزیزی ج۱ ص۵۶ سے شاہ صاحب کی وہ عبارت تو نقل کر دی جس میں انہوں نے کہا۔ جو جانور غیر اللہ کے نام پر برائے تقرب مشہور کر دیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی متصلاً انہوں نے جو حرمت کی وجہ بیان کی اس کی دیوالی کی پوریاں سمجھ کر صاف ہضم کر گئے کیونکہ اگر اس عبارت کو بھی ذکر کر دیتے تو قصر دیوبند صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانوروں کو حرام کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

لیجئے اب ہم آپ کے سامنے شاہ صاحب کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جو قینچی کی نذر ہو گئی۔

و کنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفریں نثار کردن درست نیست و ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را نیز اگرچہ از راہ تقرب بغیر اللہ دادن حرام و شرک است اما ثواب آں چیزہا را کہ عائد بہ دہندہ مے شود از اں غیر ساختن جائز است زیرا کہ ایشاں را مے رسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشند چنانچہ مے رسد کہ مالِ خود را بغیر خود بدہد و

اور اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ جان اور روح کو غیر اللہ کے حضور میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے کھانے پینے کی چیزوں اور دوسرے اموال کو بھی اگرچہ تقرب لغیر اللہ (مع قصد عبادت) دینا حرام اور شرک ہے لیکن ان چیزوں کے دینے کا ثواب غیر اللہ کو پہنچایا جا سکتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے اور جانور کی جان اور روح کا آدمی مالک نہیں ہوتا

Marfat.com

جان جانور مملوک آدمی نیست تا او را بکسے تواند بخشید و نیز دادن مال ازیں جہت متوجب است کہ آدمیاں بوسے منتفع مے شوند و چوں مردہ ہا بعد از مفارقت ازیں جہاں قابل انتفاع بعین مال نماندہ اند طریق نفع رسانیدن آنہا در شرع چنین قرار یافت کہ ثواب اموال را بمستحقان برسانند تا بآنہا عائد سازند و جان جانور اصلاً قابل انتفاع نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع نباشد آرے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث صحیح آمدہ است لیکن معینش ہمیں است دادن جان برائے خدا و ثوابے کہ دارد باں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برائے مردہ کردند آید۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۵۶)

حتیٰ کہ وہ جان کسی کو پیش کر دے نیز مال دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں۔ اور اموات جب مال سے نفع حاصل نہیں کر سکتے تو اس مال کا ثواب پہنچانے کا طریقہ شریعت نے مقرر کیا۔ تاکہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔ اور جانور کی جان اور روح دینے سے کسی کو جب زندگی میں بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ تو مرنے کے بعد اگر کسی کو جانور کی جان دی جائے تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ البتہ اموات کی طرف سے قربانی کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے لیکن اسکا مطلب یہی ہے کہ جان اور روح اللہ تعالیٰ کیلئے دی جائے اور اس عمل کا ثواب اموات کو پہنچایا جائے نہ یہ کہ جان اور روح کی بھینٹ پیش کی جائے۔

شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کی اس طویل عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد اور مشہور کئے جاتے ہیں وہ حلال اور طیب ہیں۔ اور کتے اور خنزیر کی طرح وہ جانور حرام ہیں جن کی جان اور روح غیر اللہ کو پیش کی گئی ہو۔ اور یہ ہمارے موضوع سے قطعاً خارج ہے لیکن سرفراز صاحب کی خیانت پر داد دینی پڑتی ہے۔ کہ انہوں نے مغالطہ آفرینی کرنے کے لئے اپنے حکمی دادا کے کفن پر بھی قینچی چلا دی۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

Marfat.com

الغرض ما اهل لغیر الله به اور نذر الگ چیز ہے۔ اور اس کا حکم جدا ہے اور ایصال ثواب ایک مستقل شئی ہے۔ اور اس کا حکم علیحدہ ہے ان کو ایک کرنا اور ایک سمجھنا کم علمی اور کوتاہ فہمی کا عبرتناک مظاہرہ ہے"

(تنقید متین ص ۱۵۱)

اہل سنت یہ نہیں کہتے کہ نذر اور ایصالِ ثواب ایک چیز ہیں۔ البتہ یہ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا ایصالِ ثواب کو مستلزم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی بھی یہی تحقیق ہے۔ کم علم اور کوتاہ فہم تو وہ شخص ہے جس کو اتحاد اور استلزام کے فرق کی بھی تمیز نہیں ہے۔ اور جو اپنے معنوی آباء کی تحقیقات پر بھی نظر نہیں رکھتا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

ونذر اولیاء که برائے قضا حوائج معمول ومرسوم است اکثر فقہاء بحقیقت آں پے نبردہ اند آنرا به نذر ہائے خدا قیاس کردہ حکم مردد برآوردہ اند که اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی است باطل واگر برائے خدا است وذکر ولی برائے بیان مصرف است صحیح است لیکن حقیقت ایں نذر آنست که اہداء ثواب الطعام والانفاق وبذل مال بروح میت که امریست مسنون از روئے احادیث صحیحه ثابت است مثل ما ورد فی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہا دریں نذر مستلزم مے شود پس حاصل ایں نذر آنست که آں نسبب مثلاً اہداء ثواب ہذا القدر الی

اولیاء اللہ کی جو نذر عوام میں مشہور اور معمول ہے اکثر فقہاء اسکی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ نذر باستقلال اس ولی کے لئے ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ کے لئے ہو اور ولی کا ذکر برائے مصرف کے ہو تو جائز ہے لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ طعام اور مال خرچ کرنے کے ثواب کا ہدیہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث ام سعد سے ظاہر ہے اور اس نذر میں بھی یہی ایصال ثواب مستلزم ہوتا ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس میں مخصوص مقدار کے ایصالِ ثواب کی نسبت کسی کی روح کی

Marfat.com

روح فلاں و ذکر ولی برائے تعیّن عمل منذور است نہ برائے مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلان آں ولی میباشد از اقارب و خدمہ و ہم طریقان و امثال ذالک و ہمیں است مقصود نذر کنندگان بلاشبہ و حکمہ انہ صحیح یجب الوفا بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع آرے اگر آں ولی را حلال مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد مے کنند ایں عقیدہ او منجر بشرک و فساد مے گردد و لیکن ایں عقیدہ چیز دیگر است و نذر چیز دیگر۔

طرف کی جاتی ہے۔ اور ولی کا ذکر عمل منذور کے تعیّن کے لئے ہوتا ہے اور انکے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متوسلین اقارب خدام وغیرہ ہوتے ہیں اور بلاشبہ نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ شریعت میں قربت مقصودہ ہے ہاں اگر نامزد کو حلال مشکلات بالاستقلال اعتقاد کرے یا شفیع غالب اعتقاد کرتا ہو تو یہ عقیدہ شرک کی طرف لے جاتا ہے لیکن یہ عقیدہ اور چیز ہے اور نذر اور چیز۔

(فتاوٰی عزیزی جلد اول ص ۱۲۲)

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے نزدیک اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننا ایصال ثواب کو متلزم ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو ایصال ثواب کے لئے نذر ماننا جائز ہے کیونکہ صدقہ و خیرات عبادت مقصودہ ہیں اور نذر اس عبادت مقصودہ کی ہوتی ہے جس کا ثواب اولیاء اللہ کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ شرع سے ثابت ہے اور نذر للاولیاء کا یہ مطلب ہے کہ ثواب نذر اولیاء اللہ کے لئے ہے اور بحمد اللہ یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ کہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے جو نامزد کئے جاتے ہیں۔ وہ حلال اور طیّب ہیں۔ البتہ اگر نذر ماننے والا اولیاء کو مستقل اور متصرف بالذات سمجھتا ہو تو بسبب اعتقاد شرک کے وہ مرتد ہو جائے گا۔ اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا اور کتے اور خنزیر کی طرح حرام قرار پائے گا۔

تنقیحات | فتاوٰی عزیزی سے جو ہم نے شاہ صاحب کی عبارات پیش کی ہیں۔

Marfat.com

ان کی روشنی میں اولیاء کے نام پر مشہور جانوروں کی جو حرمت شاہ صاحب سے منقول ہے۔ اس کی تین وجہیں ہیں۔

(۱) نذر ماننے والا اولیاء اللہ کی تعظیم مع قصد العبادت سے جانور کو ذبح کرے۔

(۲) جانور کی جان اور روح اولیاء کی بھینٹ کرنے کے لئے جانور کو ذبح کرے۔

(۳) ناذر اولیاء کے مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو پھر ذبح کرے۔

اور ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ ایصال ثواب کے لئے نذر مانے ہوئے جانوروں کے ساتھ ناذرین کا قصد ان تینوں میں سے کسی ایک طرح بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ محض ایصال ثواب کے لئے جانوروں کو اولیاء اللہ کے لئے نامزد اور مشہور کیا جاتا ہے اور اس کے حلال اور طیب ہونے کی خود شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بار بار تصریح کر دی ہے۔

نوٹ۔ سرفراز صاحب نے تنقید متین ص ۱۴۱ تا ۱۴۳ پر نذر کی بحث میں بحر الرائق۔ شامی۔ عالمگیری سے فقہاء کی عبارتیں پیش کی ہیں۔ اور بزعم خویش نذر کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے جواب میں گذارش یہ ہے۔ کہ یہ عبارتیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ آپ نے کجروی اور مغالطہ آفرینی کے لئے انہیں اس مقام پر نقل کیا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اولیاء اللہ کے لئے نذر کا مطلب یہ ہے کہ اس نذر کا ثواب اولیاء اللہ کو پہنچایا جائے اور بحر الرائق۔ شامی اور عالمگیری میں حرمت کی جن وجوہات کا ذکر ہے ان میں سے یہاں کوئی نہیں پائی جاتی۔ اب ہم آپ کی پیش کردہ وجوہات کو ذکر کر کے جواب دیتے ہیں۔

(۱) النذر للمخلوق لا یجوز — مخلوق کی نذر جائز نہیں۔

الجواب۔ نذر مخلوق کی نہیں۔ اللہ کی ہوتی ہے۔

(۲) المنذور لہ میت والمیت لا یملک — منذور لہ میت ہے اور میت کی ملکیت ثابت نہیں۔

جواب۔ طعام۔ مال یا جانور کا مالک میت کو نہیں بنایا جاتا بلکہ ان چیزوں کو صدقہ کیا جاتا ہے۔ اور مالک اس کو بنایا جاتا ہے۔ جس پر صدقہ کیا گیا ہو اور وہ مردہ نہیں

Marfat.com

زندہ ہے۔ اموات کو اس صدقہ کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

(۳) ظن ان المیت متصرف فی الامور دون اللہ فاعتقاد کا بذالک کفرا۔ یہ گمان کرنا کہ میت تمام امور میں اللہ کی مرضی کے بغیر تصرف کرتا ہے۔ پس اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

جواب :- جس کا کہ یہ اعتقاد ہو وہ بے شک کافر ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سرفراز صاحب نے کجروئی سے ایک متفق علیہ مسئلہ کو اختلافی بنانے کی سعی مذموم کی ہے۔ اوپر جو تین وجہیں نقل کی ہیں ان کو شامی اور بحر الرائق نے ذکر کیا ہے عالمگیری میں حرمت کی وجہ نذر لغیر اللہ بیان کی ہے۔ اس کا جواب آچکا ہے۔ کہ اس نذر متعارف سے مقصود یہ ہے۔ کہ نذر اللہ کی ہے اور اس کا ثواب اولیا اللہ کو پہنچایا جاتا ہے باقی عالمگیری نے جو یہ ذکر کیا ہے۔ کہ نذر اس وقت جائز ہو گی۔ جبکہ نذر اللہ کی ہو اور شیخ کا ذکر صرف بیان مصرف کے لئے ہو (النذر للہ وذکر الشیخ انما ھو لمحل لصرف النذر)

اولاً۔ تو یہ ہمیں مضر نہیں کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نذر اللہ ہی کی ہوتی ہے۔

ثانیاً۔ یہ کہ بہترین بات وہ ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب نے "فتاوی عزیزی" میں بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں اس نذر کا مقصد اولیا اللہ کو نذر کا ثواب پہنچانا ہے اور وہ شرعاً ثابت ہے۔

وقت ذبح کی قید

سرفراز صاحب نے اس پر کافی زور دیا ہے کہ اُھِلّ کو ذبح پر محمول کرنے یا وقت ذبح کے ساتھ مقید کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہم سرفراز صاحب کی توجہ کے لئے کتب تفاسیر سے چند حوالے تفویض رقم کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ آلوسی وما اھل لغیر اللہ بہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای رفع الصوت لغیر اللہ تعالٰی عنہ ذبحہ والمراد بالاھلال یعنی ذبح کے وقت غیر اللہ کے لئے آواز بلند کرنا اور ہلال سے مراد یہاں اسکا ذکر

Marfat.com

هنا ذكر ما يذبح له كاللات والعزى (روح المعانی ج۲ ص ۵۲) | کرنا ہے جس کے لئے جانور ذبح کیا جائے مثلاً لات، عزی وغیرہ۔

علامہ ابوسعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وما اهل به لغير الله اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم | غیر اللہ کے نام کو بوقت ذبح بلند کیا جائے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم۔ | غیر اللہ کے نام کو بوقت ذبح بلند کیا جائے۔

جلالین میں ہے۔

اى ذبح على اسم غيره۔ | غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

جمل میں ہے

وما صح۔ فى ذبحه لغير الله۔ | اور وہ جانور جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام لیا گیا

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

وما اهل به لغير الله معناه ذبح به لاسم غير الله۔ | جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔

روح البیان میں ہے۔

ما رفع به الصوت عند ذبحه للصنم۔ | جس پر ذبح کے وقت آواز بتوں کے لئے بلند کی گئی۔

مدارک میں ہے۔

اى ذبح للاصنام | جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ وما اهل لغير الله به کے تحت فرماتے ہیں۔

یعنی بنام خدا ذبح کردہ نشدہ باشد | یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو

Marfat.com

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۷۹)

امام ابوبکر الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ولاخلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحۃ اذا اھل بھا لغیر اللہ عند الذبح۔	اور مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ "ما" سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔
(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۵۴)	

سرفراز صاحب کے لئے عبرت کا مقام ہے جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ذبح کی قید بعض مفسرین نے لگائی ہے۔ وہ آنکھیں کھول کر احکام القرآن کا یہ حوالہ پڑھیں اور سوچیں کہ ابوبکر رازی تو فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں میں اس قید کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پھر سرفراز صاحب نے اس قید سے اختلاف کر کے اپنے آپ کو کس گروہ میں شامل کر لیا ہے۔ یہ وہ خود سوچیں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ صدر الافاضل کا وما اھل بہ لغیر اللہ کو وقت ذبح کے ساتھ مقید کرنا جمہور مفسرین کی اتباع میں ہے۔ اور جو تبرا صدر الافاضل کی تفسیر پر سرفراز صاحب نے کیا ہے اس کا منہ حقیقت میں ان تمام اکابر مفسرین کی طرف راجع ہے۔

سرفراز صاحب کا دوسرا شبہ

صدر الافاضل کے کلام میں سرفراز صاحب نے دوسری تحریف ان الفاظ سے کی ہے۔ کہ:۔

> اگر وما اھل لغیر اللہ بہ سے صرف بت مراد ہوں جیسا کہ دیگر اہل بدعت عموماً اور مولوی نعیم الدین صاحب خصوصاً اس پر مصر ہیں۔
>
> (تنقید متین ص ۱۳۴)

دروغگوئی اور خیانت کی یہ بدترین مثال ہے۔ جو سرفراز صاحب نے صفحات تنقید متین پر پیدا کی ہے جس عبارت میں صدر الافاضل نے بتوں کا تذکرہ کیا ہے

Marfat.com

ہم اسے بھی نذر رقم کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ صدرالافاضل نے فرمایا ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔

اس عبارت کے علاوہ پوری بحث میں کہیں بتوں کا تذکرہ نہیں ہے اگر سرفراز صاحب میں ہمت ہے تو وہ ہمیں عبارت میں وہ الفاظ دکھائیں کہ وہ وما اھل لغیر اللہ بہ سے مراد صرف بت ہیں۔ اگر سرفراز صاحب کے دل میں صداقت اور ایمان کا کوئی ذرہ بھی موجود ہوتا تو کبھی یہ افترا نہ کرتے کہ صدرالافاضل نے غیر اللہ کا بتوں میں حصر کر دیا ہے علم نحو اور علم معانی سے اگر آپ کو کوئی مس ہے تو کوئی کلمہ حصر یا کوئی طریقہ حصر پیش کیجئے۔ جس سے صدرالافاضل کے کلام میں کے لئے انحصار ثابت ہو۔ ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ جس طرح آپ ایمان سے محروم ہیں۔ اسی طرح غضب الٰہی نے آپ کی لوح دل سے علم کے ایک ایک ذرہ کو محو کر دیا ہے۔ آپ نے صداقت و دیانت سے بالا ہو کر اور اپنی روایتی دروغ گوئی اور تحریف سے کام لے کر جس طرح یہ عبارت گھڑی ہے۔ اس پہ ہم آپ کے بہر حال شکر گزار ہیں۔ کہ آپ نے اپنی تحریف کو صفحہ کتاب پر لا کر اہل نظر کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ سوچیں کہ جس مذہب کے سرکردہ نمائندہ کی امانت و دیانت اور عصمت قلم کا یہ حال ہے اس آبرو باختہ مسلک کی تعلیمات کا کیا عالم ہوگا۔

سرفراز صاحب نے زمین تنقید میں قدم قدم پہ تحریف و خیانت کا جال بچھا کر اس حقیقت کو واضح سے واضح تر کر دیا ہے۔ کہ جس ملت کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس کی اساس ہی افترا اور تلبیس پر رکھی گئی ہے۔ اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ مفسرین نے جو صنم وغیرہ کی قید لگائی ہے۔ وہ اتفاقی ہے۔ تو صاحب صدرالافاضل نے کب کہا ہے کہ یہ قید احترازی ہے۔ یا آپ کے لئے بھی کسی قادیان کی وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جو آپ انوکھی حقیقتیں منکشف کرتا رہتا ہے۔

لغیر اللہ اور بغیر اللہ کا فرق اور سرفراز صاحب کا تیسرا شبہ

سرفراز صاحب نے اپنی علمی بے مائیگی کا راز فاش کرتے

Marfat.com

ہوتے اس بحث میں ایک شبہ پیش کیا ہے۔

قرآن کریم میں جو الفاظ آئے ہیں وہ لغیر اللہ کے ہیں بغیر اللہ کے نہیں۔ اور عربی کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے۔ کہ لغیر اللہ کا معنی یہ ہے کہ غیر خدا کے نام پر اس کو شہرت دی گئی ہو اور اس کے لئے وہ تقرب کے طور پر نامزد ہو۔ اگر قرآن کریم میں الفاظ بغیر اللہ کے ہوتے تو یہ تاویل ایک حد تک سنی جاسکتی تھی کہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا جائے (تنقید متین ص ۱۳۹)

کاش سرفراز صاحب کو ایک مبتدی طالب علم جتنا بھی علم اور سلیقہ ہوتا۔ تو وہ جان لیتے کہ ما اهل لغیر اللہ بہ کا معنی ہے۔ جس کو غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو۔ اور اس غیر کو اس مالی عبادت کا مستحق سمجھا گیا ہو اور ما اهل بغیر اللہ کا معنی ہے۔ جس کو غیر اللہ کے ساتھ نامزد کیا گیا ہو۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ دوسرے معنی میں تقیید ذبح کا کونسا داعیہ ہے اور پہلے معنی میں کونسا مانع ہے۔

دروغ گورا حافظہ نباشد ص ۱۳۰ پر تو آپ نے کہا تھا۔ ہاں بعض مفسرین نے عام رواج کے پیش نظر ذبح کے وقت غیر اللہ کے ذکر کی مشہور صورت ذکر کی ہے۔

دیکھا آپ نے ص ۱۳۰ پر سرفراز نے قید ذبح کو مشہور قرار دیا اور نو ۹ صفحہ بعد ایسی قلابازی کھائی کہ مشہور عند المفسرین کو غیر مسموع بنا ڈالا گیا اب سوچنے والے یہ نہیں سوچیں گے۔ کہ جو بات علماء مفسرین کے درمیان مشہور ہو وہ کس طبقے میں غیر مشہور ہو سکتی ہے؟

ہم نے گذشتہ سطور میں ذبح کی قید کو متعدد واجلہ تفاسیر سے ہدیہ رقم کیا تھا ان کے علاوہ دوسری تفاسیر میں بھی یہ تقیید موجود ہے۔ پس اس قید کو غیر مسموع قرار دے کر اور جماعت مفسرین سے کنارہ کش ہو کر سرفراز صاحب نے جس طبقے میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ امید ہے کہ یہ امر ارباب ذوق سے مخفی نہ ہوگا۔

سرفراز صاحب کا چوتھا شبہ | صدر الافاضل رحمہ اللہ کی عبارت پر مصنف

Marfat.com

تنقید نے چوتھا اعتراض اس طرح کیا ہے کہ:۔

رابعا۔ جانور ہو یا کوئی اور شی جب کسی ولی اور بزرگ کے نام پر اس اعتقاد سے دی جائے۔ کہ اس سے جلب منفعت یا دفع مضرت ہو گی تو وہ حرام ہے۔ (تنقید متین ص)

یہ کلام بھی حسب سابق تحریف اور دروغگوئی کی اپنی آپ مثال ہے۔ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اس بحث میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ بزرگوں کے نام پہ اس اعتقاد سے جانور دیا جائے کہ جلب منفعت (نفع حاصل کرنا) اور دفع مضرت (نقصان دور کرنا) ہو۔ البتہ ایصال ثواب کے لئے جانوروں کو نامزد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں۔

"یا وہ جانور جس سے اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانا منظور ہو۔ ان کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے۔ مگر ذبح ان کا فقط اللہ تعالیٰ کے نام پہ ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال اور طیب ہیں۔"

فریق مخالف کے قطب عالم رشید احمد صاحب گنگوہی فتاوی رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب توجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں تعظیم پہ ذبح سے حرام ہوتا ہے۔" (بحوالہ تنقید متین ص ۱۲۳)

اور اسی لڑے کے حکیم الامت لکھتے ہیں۔

"بعض لوگوں کو تفسیر احمدی کی عبارت سے یہ شبہ ہو گیا ہے اس کا جواب اس کے منہ سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے تاویل ایصال ثواب کی بناء پہ حلت کا حکم فرمایا ہے۔" (بحوالہ تنقید متین ص ۱۲۵)

دیکھئے اہل تنقیص کے دو جغادری مولویوں کے کلام سے بالتصریح یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ جانور کو ایصال ثواب کی خاطر اولیاء اللہ کے لئے نامزد کیا جائے تو یہ حلال

Marfat.com

اور طیب ہیں۔ اور یہی بات حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔ پھر یہ کیسا ظلم اور صریح بددیانتی ہے۔ کہ آپ کے احبار و رہبان اگر ایک بات کہیں تو وہ حق ہے اور وہی بات اگر ہم پیش کریں۔ تو باطل۔ باقی رہا اولیاء اللہ کے تقرب کے لئے نذر ماننا تو ہم اس بارے میں اپنا مسلک کئی بار واضح کر چکے ہیں۔ کہ تقرب بطور عبادت شرک ہے۔ اور ہم ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ صدر الافاضل نے اپنی اس تفسیر میں بھی ایصال ثواب کا ذکر کیا ہے۔ پس اس صورت میں اس طرح نذر ماننا کہ۔

"اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں نذر مانتا ہوں کہ میں فلاں جانور تیرا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کروں گا۔"

اور پھر وہ اس نذر کا ثواب کسی شخص یا بزرگ کو پہنچائے۔ تو اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ شاہ ولی اللہ اپنے والد کے حالات میں ذکر فرماتے ہیں۔

در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند، شب ہنگام بود در آں محل فرمودند۔ مخدوم ضیافت ما میکند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیاید طبق برنج وشیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ با نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم	(حضرت والد ماجد) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے۔ رات کا وقت تھا اس جگہ فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا پھر حضرت بیٹھ گئے یہانتک کہ آدمیوں کا نشان منقطع ہو گیا۔ ساتھی اکتا گئے اس وقت ایک عورت اپنے سر پہ چاول اور شرینی کا طبق لئے ہوئے آئی۔ اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند آئے گا مخدوم اللہ دیا کے دربار میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی وہ اسی وقت آیا۔ میں نے اپنی نذر پوری کی۔

(انفاس العارفین ص ۴۴)

Marfat.com

اللہ اکبر! کیسا عبرتناک منظر ہے۔ کہ اہل سنت پر نذر و نیاز کی آڑ میں حکم پوری کا الزام رکھنے والوں کے مزعوم اکابر نذر و نیاز کے چاول اور شیرینی کے انتظار میں بیٹھے ہیں اب سرفراز صاحب سے پوچھئے کہ کیا یہ نذر جلب منفعت اور دفع حضرت کے اعتقاد پر مبنی نہ تھی۔ ہم نے باقاعدہ ثبوت بہم پہنچا کر ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے فتوٰی کے زد میں براہ راست آپ کے اکابر آرہے ہیں۔ ہمیں تو خیر سے آپ ہمیشہ ہی کوستے رہتے ہیں۔ اب اپنی خبر لیجئے۔ یا عقیدہ بدلئے، یا شجرہ نسب بدلئے ورنہ ورنہ حرام خوروں کی معنوی اولاد بنیئے۔ جو آسان معلوم ہو لگے۔ ہاتھ کو ڈالئے۔ ہم تو آپ کی ہدایت میں خوش ہیں۔ اور ہمیشہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو ہدایت عطا فرمائے۔

سرفراز صاحب کا پانچواں شبہ

صدر الافاضل رحمہ اللہ کی عبارت پر سرفراز صاحب کی پانچویں تحریف ملاحظہ فرمائیں۔

خامسا۔ مولوی نعیم الدین صاحب نے جو لکھا ہے کہ کیونکہ ما اھل بہ کو اگر وقت ذبح کے ساتھ مقید نہ کریں۔ تو ما ذکیتم کا استثناء اس کو لاحق ہوگا اور وہ جانور جو غیر وقت ذبح میں غیر خدا کے نام سے موسوم رہا ہو۔ والا ما ذکیتم سے حلال ہوگا۔ یہ محض جہالت کا نتیجہ ہے اس لئے کہ یہ استثناء سب مذکورہ اشیاء کے ساتھ ملحق ہیں۔ بلکہ صرف قریب کی چیزوں سے ملحق ہے۔ مثلاً وما اکل السبع وغیرہ اگر سب کے ساتھ ملحق ہے۔ تو ان میں میت اور خنزیر کا تذکرہ بھی ہے اور اس اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ مردار جانور جو خود بخود دا ابدا بدون ذبح کے مر چکا ہو۔ وہ حرام ہے مگر ہاں جس مردار کو تم ذبح کر لو۔ وہ حلال ہے اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے ہاں جس چیز کو تم ذبح کر لو تو وہ حلال ہو جائے گا (معاذ اللہ) جب جانور مردار ہو چکا ہو تو پھر ذبح کرنے سے کیونکہ حلال ہو سکتا ہے اور خنزیر کس طرح ذبح کرنے سے

Marfat.com

حلال ہو سکتا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۴۸)

سرفراز صاحب نے یہ جاہلانہ اعتراض کر کے صدر الافاضل کی طرف جو گند اچھالا ہے۔ اس نے ان کی عاقبت کو اس طرح ناپاک اور نجس بنا دیا ہے کہ وہ ذلت کی نگاہوں میں بھی رسوا ہو گئے ہیں۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے نہ تو بالخصوص مردار اور خنزیر کو استثناء لاحق کیا اور نہ بالعموم یہ فرمایا کہ تمام مذکورہ اشیاء کو استثناء لاحق ہو گا حتیٰ کہ میت اور خنزیر کو بھی لحوق استثناء لازم آئے پس سرفراز صاحب نے جہالت عناد اور دروغگوئی کے پیش نظر جو صدر الافاضل کی عبارت پر یہ رد کیا ہے کہ یہ استثناء سب مذکورہ اشیاء سے ملحق نہیں۔ یہ اس وقت وارد ہوتا جب صدر الافاضل سب اشیاء کے ساتھ لحوق استثناء کا دعویٰ کیا ہوتا۔ اور بعض یعنے (وما اهل به) امور کے ساتھ استثناء کا لحوق کل کے ساتھ لحوق کو مستلزم ہے۔ تو پھر یہ الزام مشترک ہے۔ کیونکہ بعض امور (وما اکل السبع) کے ساتھ لحوق استثناء تو آپ بھی مانتے ہیں۔ ممکن ہے۔ سرفراز صاحب کو ان بعض مفسرین کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہو جو منخنقہ سے لے کر وما اکل السبع تک پانچ چیزوں کو استثناء لاحق کرتے ہیں اور جنہوں نے تصریح کی ہے۔ دم۔ میت۔ خنزیر اور وما اهل لغیر اللہ به کو استثناء لاحق نہیں۔ تو غرض یہ ہے کہ وما اهل لغیر اللہ به کو جن مفسرین نے استثناء لاحق نہیں کیا۔ وہ مَا اُهِلَّ کو مَا ذبح پر محمول کرتے ہیں۔ پس الا ما ذکیتم لاحق کرنے کا مفاد جب ما اهل سے حاصل ہو گیا۔ تو اب الا ما ذکیتم کا لاحق کرنا محض تحصیل حاصل ہے اور یہ بات اس مفہوم میں صریح ہے۔ کہ اگر مَا اهل کو ذبح پر محمول نہ کیا جائے تو اب اس کو الا ما ذکیتم کا لحوق صحیح ہو گا۔ کیونکہ علماء کی عبارات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے عالمگیر رحمہ اللہ کے استاد گرامی ملا جیون رحمہ اللہ کی تفسیرات احمدیہ سے وہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے وما اهل به

Marfat.com

کو الاما ذکیتم کے لاحق نہ ہونے کی علت اہل کا بمعنی ذبح ہونا قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ولا یجوز ان یکون استثناء مما تقدمها ایضا یعنی من المیتة و الدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به کما نص به فی الزاهدی لان هذه الاشیاء حرام لذاتها لم یلحقها الحل فی حال من الاحوال یدل علیه ذکرها مرارا فی القرآن بدون الاستثناء لانها مما لم یتصور فیها الذکوة لان المیتة هی التی ماتت بلا ذبح والدم ظاهر والخنزیر لما کان لحمه حراما مطلقا لم یحتج الی الاستثناء و معنی ما اهل ما ذبح فکیف یتصور فیه الذکوة ثانیا۔

اور ما تقدم سے استثناء کرنا جائز نہیں یعنی مردار خون لحم خنزیر اور ما اهل لغیر الله بہ سے جس طرح اس پر علامہ زاہدی نے تصریح کی ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء لذاتہا حرام ہیں جنہیں کسی حال میں حلت لاحق نہیں ہوتی اور قرآن میں ان کا ذکر متعدد بار بغیر استثناء کے کیا گیا ہے اور یہ اس پر کافی دلیل ہے نیز ان امور میں ذبح کا معنی غیر متصور ہے کیونکہ مردار تو بلا ذبح مرگیا اور خون کا مذبوح نہ ہونا بالکل ظاہر ہے اور خنزیر مطلقاً حرام ہے۔ پس اسے مذبوح ہونے کیلئے الا ما ذکیتم کے استثناء کی حاجت نہیں اور ما اہل کا معنے ما ذبح ہے پس اسے ما ذکیتم لاحق کرکے دوبارہ ذبح کرنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

منصف مزاج آدمی کے لئے ملاجیون رحمہ اللہ کے اس کلام میں ہدایت کا وافر مواد موجود ہے۔ البتہ خواہ مخواہ کی ضد اور عناد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے اور اگر سرفراز صاحب کو اب بھی کچھ شبہ رہ گیا ہو تو لیجئے اب تفسیر روح المعانی سے علامہ آلوسی کی صریح نص پیش کرتے ہیں۔ کہ یہاں استثناء وما اهل لغیر الله به کی طرف راجع ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

وعن علی کرم الله تعالی وجهه

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس

Marfat.com

وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الاستثناء راجع الی جمیع ما تقدم ذکرہ من المحرمات سوی مالا یقبل الذکاۃ من المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اکل السبع علی تقدیر ابقائہ علی طاہرہ۔

رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آیت میں استثناء تمام محرمات کی طرف راجع ہے سوا ان چیزوں کے جو ذکاۃ کو قبول نہیں کرتیں اور وہ یہ ہیں مردار لحم خنزیر۔ خون اور جس کو درندے نے کھالیا ہو۔ اور اس کے کھانے کے بعد جانور زندہ نہ بچا ہو۔

اس آیت کریمہ میں نو چیزوں کو محرمات میں شامل کیا گیا ہے۔ حضرت علی اور ابن عباس کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان میں چار کی طرف استثناء راجع نہیں ہے (۱) مردار (۲) خون (۳) لحم خنزیر اور (۴) درندے کا کھایا ہوا۔ اور جن پانچ چیزوں کی طرف حضرت علی اور ابن عباس نے استثناء راجع کیا ہے۔ وہ یہ ہیں (۱) ما اھل لغیر اللہ بہ (۲) منخنقتہ (۳) موقوذۃ (۴) متردیہ (۵) نطیحہ۔ اس حوالے سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ صدر الافاضل کی طرح صاحب روح المعانی حضرت علی اور حضرت ابن عباس نے بھی وما اھل لغیر اللہ بہ کو الا ما ذکیتم کا استثناء لاحق کیا ہے اور اس لحوق پر سرفراز صاحب اس طرح برہم ہوئے ہیں۔

"یہ ہے فریق مخالف کے مفسر کی قرآن دانی حقیقت یہ ہے کہ جب انسان خوفِ خدا سے بے نیاز ہو جائے اور بدعات کا شیدائی بن جائے اور من مانی کارروائیوں پر اتر آئے۔ تو دینی معاملات میں قدم قدم پر ٹھوکر کھائے گا اور دنیا و آخرت میں عند اللہ اور عند الناس رسوا ہوگا۔"

(تنقید متین ص ۱۴۹)

اب آپ ہی سوچیے کہ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کون کھا رہا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی رسوائی کس کا حصہ اور مقدر ہے۔ بحمد اللہ ہم نے صدر الافاضل کے کلام سے

Marfat.com

وہ غبار دور کر دیا ہے۔ جو سرفراز صاحب کی مجرمانہ جسارت اور سعی کا ذب کا حاصل تھا۔ حلقہ لعنت میں گرفتار گکھڑوی کے دامن میں سوائے کذب وافترا کے اور ہے بھی کیا۔ جس سے وہ اہل حق کے سامنے آسکیں۔

سرفراز صاحب کا چھٹا شبہ

سرفراز صاحب کی چھٹی جسارت ملاحظہ ہو۔

ایصال ثواب کا مسئلہ صحیح اور حق ہے۔ لیکن آخر میں چن چن کر بزرگوں کو ہی کیوں اس کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے اپنے ماں باپ اور دیگر اعزہ و اقارب کو جو نفس الامر میں ثواب کے زیادہ محتاج ہیں۔ ان کو یہ کیوں راس نہیں آتا۔ (تنقید متین ص ۱۴۹)

سرفراز صاحب کو خواہ مخواہ بزرگوں سے عداوت ہے۔ ورنہ رشتہ داروں اور بزرگوں اور وارثوں کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ یہ لغو اعتراض سرفراز صاحب اس کتاب میں متعدد بار کر چکے ہیں۔ اور اس کے جواب میں مکمل تفصیل ہم نے ومما رزقناھم ینفقون کی بحث میں پیش کر دی ہے۔

سرفراز صاحب مار کھانے کے شوق میں بار بار پٹے ہوئے مہروں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور اب کی مار کی گردان سے آپنے آپ کو طفل تسلیاں دینا چاہتے ہیں

Marfat.com

عید میلاد النبی

صدر الافاضل رحمۃ اللہ الیوم اکملت لکم دینکم
کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

شان نزول (بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا۔ اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اور وہ ہم پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کونسی آیت ہے اس نے یہی آیت و الیوم اکملت لکم۔ پڑھی آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا جس میں یہ نازل ہوئی تھی۔ اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں۔ وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارا وہ دن عید ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ۔ عرفہ۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمرو ابن عباس رضی اللہ عنہما صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو۔ اس کی یادگار قائم کرنا۔ اور اس کی خوشی سے عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الہی کی یادگار و شکر گذاری ہے اور ص ۱۸۴ ص ۱۸۲ میں فرمایا کہ یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید منائیں۔ اس کی تعظیم کریں۔ خوشیاں منائیں تیری عبادت کریں۔ شکر بجالائیں۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالی کی خاص رحمت نازل ہو۔ اس

Marfat.com

دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا عبادتیں کرنا، شکر الہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین نعمت ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ پر دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن ومحمود ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کے اس ایمان افروز عبارت پر سرفراز صاحب نے اس طرح تنقید کی ہے۔

سوال صرف یہ ہے کہ اہل بدعت جس طرح دینی رنگ اور مذہبی رنگ دے کر ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے کے اسراف سے جشن میلاد مناتے ہیں۔ جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ جلوس نکالتے ہیں۔ اور عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماعات کراتے۔ اور جس کے لیے وہ زبان اور قلم کا زور صرف کرتے ہیں۔ اور ان کو دین اور کار ثواب ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ یہ کاروائی کس صحابی سے منقول ہے؟ حضرت عمرؓ سے مروی ہے یا ابن عباس سے یا کسی دیگر صحابی سے یا معاذ اللہ ان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت نہ تھی آخر کیا وجہ ہے کہ وہ تو یہ کاروائی نہ کریں۔ اور آج یہ مخترع کاروائی دیکھتے دیکھتے دین کار ثواب اور اہلسنت والجماعت کا شعار قرار پائے صحیح اور صریح حوالہ سے اس کا ثبوت درکار ہے اور انشاء اللہ قیامت اہل بدعت کی پوری جماعت اس کا ثبوت مہیا نہیں کرسکتی۔ (تنقید متین ص ۱۵۳)

سرفراز صاحب نے جس عیاری سے کام لے کر یہ تنقید کی ہے۔ اس کا تلبیس میں بہرحال کوئی جواب نہیں۔ صدر الافاضل نے اپنی تفسیر میں نہ تو لاکھوں روپیہ کے اسراف کو مستحسن قرار دیا ہے اور نہ مردوزن کے اختلاط

Marfat.com

کو ہمارے نزدیک اسراف اور مرد و زن کا اختلاط دونوں ہی مذموم ہیں۔ اور جلوس کی بعض بے اعتدالیوں اور غیر شرعی امور پر علماء اہلسنت کے اعلانات اور بانیانِ جلوس کے اشتہارات میں خصوصی نوٹ۔ ان غیر شرعی امور سے اجتنابات اور پرہیز کی تلقین کے سلسلہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

صدر الافاضل نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ثابت ہے اور جو آپ نے تحریف کی ہے نہ اس کا اہلسنت یا صدر الافاضل نے دعویٰ کیا ہے نہ اس کی ہم کو ضرورت ہے بلکہ ان خرافات کی تردید میں ہمیشہ علماء اہلسنت زبان و قلم سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش پر خوشی منانا کیا اسراف ہے؟ ابولہب نے نسبی رشتہ سے حضور کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیا اور ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اور یہی عمل اس کے لئے تخفیف عذاب کا موجب ہوا۔ اور اگر آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ایسا ہی دکھ ہے کہ آپ یوم ولادت پر تمام ملک میں ماتمی فضاء پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو بے ادبی معاف۔ ہمیں کہنے دیجئے کہ آپ کی یہ ذہنیت ابولہب سے کہیں بدتر ہے۔ اور عید میلاد کی روشنی سے اگر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیجئے گا۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

آپ اپنے مدرسوں کے سالانہ جلسوں میں روشنی اور جھنڈیوں کا انتظام کرتے ہیں۔ غیر ملکی مہمانوں کی آمد اور چودہ اگست اور تیئس مارچ کو پورے ملک میں چراغاں ہوتا ہے اور جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ ان مواقع پر آپ کیوں اپنے ہونٹ سی کر مداہنت بلکہ منافقت اختیار کرتے ہیں[1] یا شرک و بدعت کے فتوے صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی کے ساتھ مختص ہیں۔ مبتدعین دیوبند کی پوری جماعت مل کر ہی اس گتھی کو سلجھا دے

---

[1] حیرت ہے کہ ۱۹۷۶ء میں حرمین سے جب نجدی امام آئے تو دیوبندی و وہابی حضرات کی قیادت میں پورے ملک کے اندر زبردست اسراف کرکے روشنیوں جھنڈیوں اور بے شمار خرافات کا اہتمام کیا گیا۔

Marfat.com

کہ چراغاں اور جھنڈیوں کا یہ اسراف غیر ملکی مہمانوں اور نجدی اماموں کی آمد قومی جشنوں پر ان کے مذہبی تبلیغی جلسوں اور اپنے مولویوں کے استقبال میں کس طرح جائز ہے اور رسول اللہ کی تشریف آوری پہ اظہار مسرت کے لئے یہی امور بدعت کیسے ہو جاتے ہیں۔ کیا ان دنیاوی امور اور آپ کے مولویوں کا مرتبہ رسول اللہ سے زیادہ ہے۔

دینی اور دنیاوی امور کا فرق

راہِ سنت میں سرفراز صاحب نے اس کے جواب میں ایک عذر لنگ پیش کیا ہے کہ بدعت صرف امور دینیہ کے ساتھ مختص ہے گویا کہ ان کے ہاں جلسوں میں علماء جو وعظ کرتے ہیں۔ وہ سب بے دینی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو خود ہی اپنے مقام کا احساس ہو گیا ہم اگر کچھ عرض کرتے تو آپ برا مناتے لیکن غیر ملکی مہمانوں کی آمد اور قومی ایام کو جو آپ نے امور دینیہ سے خارج کر دیا اس سے ہم کو اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ خالص عیسائی نظریہ ہے جس نے کلیسا اور قصر سیاست کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ ہمارے ہاں سیاست بھی دین ہے اور عبادت بھی، حکومت اور شریعت کی اس اسرائیلی تقسیم کو آپ مسلمانوں پر پیش کر کے اپنے سابقہ آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔

اور اگر امور دینیہ سے ذکر اذکار اور خالص عبادات مثلاً نماز۔ روزہ مراد ہیں، تو ظاہر ہے کوئی مسلمان بھی عید میلاد پہ اظہار خوشی کو اس قسم سے نہیں سمجھتا۔ پس اس کا بدعت اور حرام ہونا کس طرح لازم آئے گا۔ بدعت سیئہ کا لفظ رٹنے کے لئے سرفراز صاحب نے سیکھ لیا ہے۔ اور اس کا معنی سمجھنے کی انہیں آج تک توفیق نہ ہوئی، سادہ لوح عوام اور جاہل مریدوں کے ایمان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کے لئے ہر کار خیر کو بدعت کہنا۔ اہل تنقیص کا پرانا حربہ ہے۔ اب ہم بدعت کی صحیح تعریف پیش کرتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۴ھ بدعت کی

Marfat.com

تعریف فرماتے ہیں۔

بانها ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهه واستحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما۔	بدعت اس نو پیدا شدہ امر کو کہتے ہیں۔ جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کردہ شریعت کا مخالف ہو۔ عام ازیں کہ وہ نیا کام نظری ہو۔ یا علمی یا حالی ہو اور یہ مخالفت کسی شبہے یا استحسان پر مبنی ہو۔ اور اس کو دین قویم بنا لیا جائے۔
(ردالمحتار ج ا ص ۳۹۳)	

پس بدعت سیئہ میں مرکزی طور پر دو چیزیں لازمی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نیا کام شریعت کے مخالف ہو۔ دوسرا یہ کہ اسے دین کا جزو بنا لیا جائے۔ اب آپ اس معیار پر معمولات اہل السنت کو دیکھئے۔ تو ان میں کوئی ایسا عمل نہیں پائیں گے۔ جو شریعت کے مخالف ہو۔ اس کے برعکس ہر عمل میں کتاب وسنت کی روح کار فرما ہو گی اور ہر وہ چیز منشا اسلام کے مطابق اور کتاب وسنت کی اصل کے تابع ہو گا۔ راہ سنت میں سرفراز صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کسی عمل نو کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ اس کا منشاء اسلام میں موجود ہے یا نہیں۔ ائمہ مجتہدین کا کام ہے۔ سرفراز صاحب کا یہ قول بھی ان کی جہالت کا شاہکار ہے۔ علم اور تحقیق سے تہی دست وقلاش بزعم خویش محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ائمہ مجتہدین کے ساتھ صرف اصول کلیہ مختص ہیں اور کتاب و سنت اور آئمہ کے اصول کلیہ کی روشنی میں اجتہاد استخراج اور استنباط کی راہیں آج بھی امت پر کشادہ ہیں۔ فقہاء کے سات مراتب کی تفصیل اس دعوای پر واضح دلیل ہے لیکن یہ بات سمجھنا حجروں میں بیٹھ کر امت رسول پر شرک کا فتوی لگانے والوں کے بس میں نہیں ہے۔

جشن میلاد جشن میلاد پر اظہار خوشی کے لئے جھنڈیوں۔ چراغوں اور جلوس کے بارے میں سرفراز صاحب نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ:۔

"بتاؤ صحابہ کرام نے اس طرح جشن منایا تھا؟ یا یہ حضرت عمر سے مروی

Marfat.com

ہے یا حضرت ابن عباس سے یا کسی اور صحابی سے ؟"

جہالت اور بدنصیبی کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے کہ کوئی کہہ دے کہ ٹینک اور طیاروں سے جہاد کرنا بدعت ہے۔ ورنہ بتلاؤ کہ کیا حضرت عمر سے ٹینک مروی ہے یا حضرت ابن عباس سے یا دیگر صحابہ سے جہلاء کی اس جماعت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خوشی منانے اور جنگ کے طریقے ہر دور میں مختلف ہوتے ہیں جس طرح جہاد میں جنگ کرنا رسول اللہ اور صحابہ سے ثابت ہے، اب اس تفصیل کی احتیاج نہیں کہ جنگ کن ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہے اسی طرح یوم ولادت پر اظہار مسرت اور اس کا اہتمام رسول اللہ اور صحابہ سے ثابت ہے اور اس کی تفصیل ہر دور کے مزاج اور زمانہ کی رفتار کے مطابق ہو گی۔ البتہ شرط یہ ہے کہ کوئی شرعی بے اعتدالی نہ پائی جائے۔ اور سرفراز صاحب کی جماعت جو میلاد کی خوشی پر چراغاں اور جھنڈیوں کو بدعت سیئہ اور حرام قرار دیتی ہے اس کا صحیح اور صریح حوالہ کتاب و سنت سے درکار ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ قرار دینے کے لئے بالخصوص اس چیز کی حرمت یا کراہت پر نص مخصوص لانی ضروری ہے (شامی ج ۱ ص ۶۸۴) اور انشاء اللہ مبتدعین دیوبند کی پوری جماعت تا قیامت اس کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔ دیدہ باید۔

ممکن ہے سرفراز صاحب یہ کہیں کہ ٹینک اور طیاروں سے جنگ اگرچہ صحابہ کے زمانہ میں نہیں ہوتی لیکن اس کو قرآن سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (کفار کے خلاف جو بن پڑے حاصل کر لو) پس ان جدید طرز کے ہتھیاروں کا استعمال بدعت نہ ہوا اسی طرح ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔ — آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے حصول پر خوشی مناؤ۔

اور جب مطلقاً فضل اور رحمت کے حصول پر فرحت و مسرت کا حکم ہے تو رحمۃ للعالمین

Marfat.com

کے حصول پر خوشی منانا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ نبی علیہ السلام کی رحمت تو ہمیں سال کے ہر دن بلکہ ہر لمحہ حاصل ہے۔ پھر اس یوم ولادت پر اظہار مسرت میں کیا خصوصیت ہے جواب یہ ہے کہ اس دن کی خصوصیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے بارے میں فرماتا ہے۔ وسلام علیہ یوم ولد (اور حضرت یحییٰ پر سلام ہو ان کی پیدائش کے دن) حضرت عیسےٰ فرماتے ہیں۔ (والسلام علی یوم ولدت) مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن)۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی قتادۃ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ۔ (رواہ مسلم) مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے رکھنے کا سبب پوچھا گیا آپ نے فرمایا اسدن میں پیدا ہوا اور اسی دن پر قرآن کریم نازل ہوا۔

دیکھئے اپنے لئے سلامتی کی دعا ہر روز مانگی جا سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ ان کے یوم میلاد کو سلام بھیجتا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ بھی اسی دن اپنے لئے سلامتی کی دعا مانگتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے پیر کے دن کو روزے کے لئے خاص کر لیا تھا، کیونکہ اسی دن آپ پیدا ہوئے تھے۔ ان تمام قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ حضور سرور کائنات کی ولادت پر سال کے ہر دن اور ہر رات میں خوشی منانا جائز ہے لیکن یوم میلاد کو خاص ترجیح حاصل ہے۔

آئیے اب ہم بدعت کے موضوع پر آپ کے سامنے دیوبند کے مسلم پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ کما یظہر من التامل من قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث

Marfat.com

پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہٖ مباح جانتا ہے۔ مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے۔ اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے۔ تو بدعت نہیں مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت اعتقاد نہیں کرتا۔ مگر تعظیم ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کرلی۔ اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے۔ مگر بمصلحت خاص ذکر ولادت کا وقت مقرر کر لیا۔ مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر بمصلحت سہولت دوام یا کسی مصلحت سے بارہ ربیع الاول مقرر کرلی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے۔ ہر محل میں جدا مصلحت ہے۔ رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشاں پیشین کا اقتدار ہے۔ اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں تخصیصات اشغال ومراقبات وتعینات رسوم مدارس وخانقاہ جات اسی قبیل سے ہیں۔ اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے مثل نماز روزہ کے تو بے شک اس وقت یہ امور بدعت ہے۔ مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے کہ اگر تاریخ معین پر مولود نہ پڑھا گیا یا قیام نہ ہوا یا شیرینی کا انتظام نہ ہوا۔ تو ثواب ہی نہ ملا۔ تو بے شک یہ اعتقاد مذموم ہے غرض دونوں صورتوں میں تعدی مردود ہے اور اگر ان امور کو ضروری بمعنے واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بھی بمعنے موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے۔ جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے۔ کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں۔ اگر بیٹھ کر پڑھیں تو وہ اثر خاص نہ ہوگا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور دلیل اس

Marfat.com

توقف کی موجدان اعمال کا تجربہ یا کشف والہام ہے۔ اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہیئت کذائیہ موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی کے قیام کو ضروری سمجھے۔ کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا۔ اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں اور اعتقاد ایک امر باطن ہے۔ اس کا حال بدون دریافت کئے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہوسکتا محض قرائن تخمینہ سے کسی پر بدگمانی اچھی نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۵)

حاجی صاحب کی اس طویل عبارت میں تقریباً وہ تمام ابحاث آگئیں۔ جن کو ہم پیش کر چکے ہیں۔ مثلاً تعین سے مراد تعیین شرعی نہیں۔ تعین عرفی ہے۔ اور یہ تعیین جائز ہے اور قرائن کے سبب سے راجح ہے اور جائز امور کو حرام کہنا مذموم ہے۔ اور مذموم کا لفظ بھی گول مول ہے۔ حقیقت میں اللہ کے حلال کو حرام کرنا کفر ہے اور رسول اللہ کی شریعت بدلنا ہے۔ العیاذ باللہ!

سرفراز صاحب اور ان کے حکیم الامت کی جواز میلاد پر شہادت

سرفراز صاحب کے حکیم الامت اشرف علی صاحب کا ارشاد ہے۔

عمل مولد شریف بہ ہئیت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے ممنوع ہے تو فی حد ذاتہ مباح ٹھیرا۔ (طریقہ مولود ص ۱۳ بحوالہ باب جنت ص ۱۲۴)

اور یہی بات ہم عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فی نفسہ میلاد کتاب وسنت سے ثابت ہے اور قیود مخصوصہ فی حد ذاتہ مباح ہیں۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"علاوہ ازیں عمل مولد شریف بہ ہیئت و قیود مخصوصہ سے کیا وہ عمل مراد ہے۔ جو بعض بزرگوں سے ثابت ہے کہ آپ کی ولادت کے

Marfat.com

دن آپ کے لئے ایصال ثواب کرنا اور آپ کے صحیح حالات بیان کرنا اور اسی طرح کی بعض دیگر چیزیں یا مفتی صاحب آپ کے زمانہ کا میلاد مراد ہے کہ اس کے لئے جلوس ہو اور بینڈ باجے ساتھ ہوں اور فرض نمازوں کے اوقات میں بھی جلوس جوش و خروش کے ساتھ چلتا رہے،

(باب جنت ص ۱۲۵)

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے حضور کی پیدائش کے دن ایصال ثواب کو مان لیا۔ ورنہ اب تک تو آپ یہی کہتے آئے تھے کہ تعیین بدعت ہے اور بزرگوں کو ایصال ثواب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ تو نیکیوں سے پہلے ہی مالا مال ہیں۔ بہر حال ہم بھی یہی کچھ چاہتے ہیں کہ آپ یوم میلاد کو ایصال ثواب اور آپ کے فضائل بیان کرنے کا جواز اور استحسان مان لیں اور رہا جلوس تو وہ مولوی اشرف علی صاحب کے بیان کردہ قاعدہ کے تحت مباح کی مد میں آتا ہے کیونکہ وہ نہ ماموربہ ہے اور نہ منہی عنہ۔ اور جن خرافات کا آپ نے ذکر کیا ہے یعنی بینڈ باجہ اور نماز کو ترک کرنا تو ہم ان سے کلیتہً بیزار ہیں اور پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ہم اس کی تردید کے لئے اپنی کوشش کرتے رہتے ہیں آپ خواہ مخواہ خلط مبحث اور مغالطہ آفرینی کر کے ان امور کو ذکر کرتے ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی حدیث اور عید میلاد

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

مولوی نعیم الدین صاحب کا عید میلاد کو حضرت عمر اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر قیاس کرنا جہالت کا پلندہ ہے۔ کیونکہ جمعہ اور عرفہ کے دن کو حضرات صحابہ کرام نے از خود متعین و مقرر نہیں کیا اور نہ خود اپنی مرضی سے عید بنایا اور منایا ہے۔ بلکہ ان دنوں کی تعیین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی۔ جس کا اعلان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ شریعت کی طرف مقرر کردہ دنوں پر اپنی طرف سے عید میلاد کے دن اور اس دن کے اہتمام اور اس کے جشن کو قیاس کرنا باطل اور فاسد قیاس ہے۔ (تنقید متین ص ۱۵۵)

جہالت کا پلندہ کیا ہے یہ عنقریب ناظرین پر واضح ہو جائے گا۔ یوم جمعہ اور یوم عرفہ کا دن بعض نعمتوں کے حصول کی بنا پر عید قرار پایا ہے۔ اور ہم نے یوم جمعہ اور یوم عرفہ کے عید ہونے پر عید میلاد کو قیاس نہیں کیا۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب یوم جمعہ اور یوم عرفہ۔ بعض نعمتوں کے حصول کی بنا پر عید قرار پایا تو بارہ ربیع الاول کا دن جس میں ہمیں کائنات کی سب سے عظیم نعمت حاصل ہوئی۔ بطریق اولی عید قرار پائے گا۔ اور یہ قیاس نہیں ہے۔ جہالت تو یہ ہے مخالفین کے محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیاس میں مساوات ہوتی ہے۔ اور یہاں مساوات نہیں۔ بلکہ عید ہونے کی علت عید میلاد میں اقوی اور اولی درجہ میں پائی گئی ہے۔ اس کو دلالۃ النص کہتے ہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اس قاعدہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں ماں باپ کو اف کہنے سے روکا گیا ہے۔ پس انہیں اف کہنا حرام ہے اب کوئی شخص اپنے ماں باپ کو مارنا پیٹنا شروع کر دے اور کہے کہ اف کہنا حرام ہے جس کی تعیین اللہ تعالی کی طرف سے ہوئی اور اس کا اعلان حضور کی زبان فیض ترجمان سے ہوا مارنے پیٹنے سے کب منع کیا گیا ہے پس اف پر مارنے پیٹنے کو قیاس کرنا نرا باطل اور فاسد قیاس ہے۔ تو بتائیے۔ ایسے شخص کی بات کون مانے گا پس جس طرح جب ماں باپ کو اف کہنا حرام ہے تو مارنا پیٹنا بطریق اولی حرام پایا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب جمعہ کا دن چند نعمتوں کی وجہ سے عید قرار پایا۔ تو یوم میلاد جو کائنات کی سب سے عظیم نعمت اور رحمت کا حامل ہے۔ بطریق اولی عید قرار پائے گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

قال الراغب العید مایعاود مرۃ بعد اخری وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر ولما کان ذالک الیوم مجعولا للسرور فی الشریعۃ کما نبہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بقولہ ایام منی ایام اکل وشرب وبعال ماریستعمل العید فی کل یوم فیہ مسرۃ۔

(مرقات ج ۳ ص ۲۴۳)

امام راغب نے فرمایا کہ عید لغوی اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور اصطلاع شرع میں عید فطر اور عید الاضحیٰ کو کہتے ہیں اور جبکہ یہ شریعت میں خوشی منانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے جس طرح اس پر نبی علیہ السلام نے اپنے اس فرمان میں متنبہ کیا ہے کہ ایام منیٰ کھانے پینے اور ازواجیات کے دن ہیں تو عید کا لفظ ہر مسرت کے دن میں مستعمل ہونے لگا۔

اب فرمائیے امام راغب اصفہانی اور ملا علی قاری کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ صدر الافاضل سے تو آپ کو یہ شکوہ تھا کہ انہوں نے یوم میلاد کو عید قرار دیا ہے۔ اور ان اکابر نے تو ہر خوشی کے دن پر عید کے اطلاق کی تصریح کردی ہے۔

یوم میلاد کے عید ہونے کی شہادت

ملا علی قاری کے بعد شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ کہ وہ بالخصوص یوم میلاد کو عید فرماتے ہیں۔

قال ابن الجوزی فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما حال المسلم من امتہ یسر بمولدہ ویبذل ماتصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن جوزی نے کہا کہ پس جب کہ وہ ابو لہب جس کی مذمت پر قرآن نازل ہوا اسے نبی علیہ السلام کی ولادت پہ خوشی کرنے کے سبب سے جہنم میں جزا دی گئی تو آپ کی امت شریفہ کے اس مسلمان کی جزاء کا کیا عالم ہوگا۔ جو آپ کی پیدائش پر خوشی اور اظہار سرور کرے۔ اور مقدور بھر

Marfat.com

انما كان جزاءه من الله الكريم
ان يدخله بفضله العميم
جنات النعيم ولايزال اهل الاسلام
يحفلون بشهر مولده صلى الله عليه
وسلم ويعملون الولائم ويتصدقون
في لياليه بانواع الصدقات ويظهرون
السرور ويزيدون في المبرات
ويعتنون بقراءة مولده الكريم
ويظهر عليهم من مكانه كل فضل
عميم ومما جرب من خواصه انه
امان في ذالك العام وبشرى عاجل
بنيل بغيته والمرام فرحم الله امرءً
اتخذ ليالي شهر مولده المبارك
اعيادا ليكون اشد غلبة على من
في قلبه مرض وعناد (ما ثبت
بالسنه ص ۶۰)

کسی سے آپکی محبت میں خرچ کرے۔ اور
مجھے اپنی حیات کی قسم اس کی جزا اس کے
سوا کچھ نہ ہوگی کہ اللہ تعالٰے اسے اپنے فضل
وکرم سے جنات نعیم داخل فرمائے گا۔ اور
ہمیشہ سے اہل اسلام نبی علیہ السلام کی ولادت
کے مہینہ میں محفلیں منعقد کرتے ہیں دعوتیں
کرتے ہیں۔ راتوں کو صدقہ وخیرات کرتے ہیں
اظہار مسرت اور نیکیوں میں زیادتی کرتے
ہیں اور آپ کی ولادت مبارکہ کے واقعات
پڑھتے ہیں اور ان پر اس وجہ سے فضل ظاہر
ہوتا ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ محفل
میلاد کی برکت سے سارا سال امن رہتا ہے
اور مطلوب حاصل ہونیکی جلد بشارت ملتی ہے
پس خدا فضل کرے۔ اس شخص پر جس نے ماہ ربیع
الاوّل کی ہر شب کو عید بنا دیا تاکہ عظمت نبی کے
منکروں اور تنقیص رسالت کے شیدائیوں پر یہ خوشی مزید گراں
گذرے اور ان کا اندرونی عناد بڑھے۔

سرفراز صاحب کے شبہات

حضرت شیخ محقق اور محدث ابن جوزی کی یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

سرفراز صاحب اور ان کی پوری جماعت کے خرمن ایمان کے لئے یہ کلام برق صاعقہ سے کم نہیں۔ اب آخر میں ہم فضلاء گکھڑ کے ایک اور شبہ کا ازالہ کئے دیتے ہیں۔ سرفراز نے لکھا ہے اعلامہ ابن امیر الحاج المالکی نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے (تنقید متین ص ۱۵۴)

Marfat.com

اس کا جواب شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی زبان سے سماعت فرمائیے۔

ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی من احدثہ الناس من البدع والاھوأ والغناء بالآلات المحرمۃ عند عمل المولد الشریف

اور ابن الحاج نے مدخل میں ذکر مولد کے وقت آلات محرمہ کے ساتھ غنا کو بدعات منکرہ اور خواہشات نفسانیہ پر سخت انکار کیا ہے۔

(ما ثبت بالسنۃ ص ۶۰)

اور واضح بات ہے کہ جن امور کو صاحب مدخل نے منع فرمایا ہے وہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ یہ سرفراز صاحب کی سخت مغالطہ آفرینی ہے کہ انہوں نے محض ابن الحاج کا نام لے کر لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے۔

سرفراز صاحب نے نہ تو حضرت مجدد الف ثانی کی عبارت پیش کی اور نہ صاحب مدخل کی اصل عبارت پیش کی اور اپنے باطل نظریات کو صاحب مدخل اور حضرت مجدد الف ثانی کے سر منڈھنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ شیخ محقق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مدخل نے بدعاتِ محرمہ پر رد کیا ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی کا بھی بدعات محرمہ پر محمول ہے نہ کہ نفس انعقاد محفل پر۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے۔ کہ صاحب مدخل نے نفسِ انعقاد میلاد کو بدعت کہا ہے۔ تو گذارش ہے کہ جب انعقاد کے میلاد کے جواز کو ہم قرآن وحدیث اور علماء اسلام بلکہ خود دیوبندیوں کے حکیم الامت کے کلام سے ثابت کر چکے ہیں۔ تو ان تمام کے مقابلہ میں صاحب مدخل کی کیا حیثیت ہے۔ اور اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے۔ کہ نفس انعقاد میلاد بدعت ہے تو معاف کیجئے گا۔ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالرحیم جو نفس انعقاد میلاد کو جائز سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہے۔ کیا انہیں بھی بدعتی قرار دے کر جہنم میں پہنچائیے گا؟

دیکھئے شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت

میرے والد مکرم فرماتے ہیں کہ میں ایام

Marfat.com

اصنع فی ایام المولد طعاما صلة بالنبی صلی اللہ علیہ فلم یفتح لی سنة من السنین شیٔ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمته بین الناس فرایته صلی اللہ وسلم وبین یدیہ ھذہ الحمص مبتہجا بشاشا درثمین ص ۴۱)

(انفاس العارفین ص ۴۱)

مولود شریف میں کھانا پکایا کرتا تھا تاکہ آپ سے نیاز مندی کا تعلق رہے۔ ایک سال میرے پاس کچھ نہ تھا جس سے میں کھانا پکا سکوں۔ پس میں نے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ تو میں نے ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کے پاس وہ چنے رکھے اور آپ بےحد خوش ہیں۔

کیا سرفراز صاحب بتلا سکیں گے کہ شاہ عبدالرحیم نے سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے ایام مولود کو کیوں ایصال ثواب کے لئے خاص کر لیا تھا، نیز اس التزام کے ساتھ کہ ایصال ثواب کے لئے اگر اور کچھ نہ ہو تو بھنے ہوئے چنوں کو ہی تقسیم کر دیا جائے، یہ کس طرح مستحسن ہوگا۔ آپ تو کہتے ہیں کہ:

مستحب پر اصرار کرنا غیر مستحسن ہے۔ (تنقید متین ص ۵۴)

شاہ عبدالرحیم کے بعد آئیے۔ اب آپ کو تمام علماء دیوبند کے مسلم پیر کا فیصلہ بھی سنوا دیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ٦)

اور اب بھی اگر آپ نفس میلاد کے انعقاد کو بدعت کہیں تو لیجئے خود آپ کی زبان سے ہی کہلوائے دیتے ہیں۔

"بعض بزرگوں سے ثابت ہے کہ آپ کی ولادت کے دن ایصال ثواب کرنا اور آپ کے صحیح حالات بیان کرنا" (باب جنت ص ۱۲۴)

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے اس مسئلہ کے اصولی مباحث کو

Marfat.com

کتاب سنت اور مبتدعین دیوبند کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ میلاد شریف میں جو کچھ کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اس کا ذکر با دلائل کر دیا گیا ہے باقی رہے غیر شرعی امور مثلاً مرد و زن کے مخلوط اجتماعات فحش گانے۔ آلات مخربہ اور دوسرے فواحش تو نہ ان کا انعقاد میلاد میں دخل ہے۔ نہ وہ ہمارے ذمہ ہیں۔ سرفراز صاحب نے خواہ مخواہ ان کا ذکر کر کے مغالطہ آفرینی کی کوشش کی ہے۔ والی اللہ المشتکی

نئی کروٹ

علماء دیوبند پہلے کہا کرتے تھے کہ یوم میلاد النبی منانا کنھیا کے جنم منانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

> پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں (فتاویٰ میلاد و عرس ص ۱۱)

اس عبارت کو خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ ص ۱۵۲ مطبوعہ دیوبند میں نقل کر کے اس عبارت کی تصدیق و توثیق کی ہے۔

اور مودودی صاحب نے بھی محفل میلاد کے انعقاد، عید میلاد النبی اور جلوس کے بارے میں کچھ کم پرزہ سرائی نہیں کی چنانچہ لکھتے ہیں!

> سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہیئے تھا کہ۔ اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں اس تہوار کو جسے ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں اسلامی تہوار ہی نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا حتیٰ کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ افسوس اس تہوار کو دیوالی اور دسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ (قندیل ۲ جولائی ۱۹۶۶)

اب دیکھئے ۱۳۹۹ھ میں دیوبند اور جماعت اسلامی کے علماء اور رہنماؤں نے کس جوش و خروش سے یوم عید میلاد النبی منایا عید میلاد کے جلسوں سے خطاب کیا اور جلوس کی قیادت کی۔

جماعت اسلامی کا ترجمان روزنامہ جسارت لکھتا ہے۔

Marfat.com

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ملک میں اسلامی قوانین کے بعد قومی اتحاد نے وہ مثبت مقصد حاصل کر لیا ہے جس کے لئے اس نے انتھک اور مسلسل تحریک چلائی تھی وہ آج یہاں مسجد نیلا گنبد پہ نماز ظہر کے بعد قومی اتحاد کے زیر اہتمام عید میلاد النبی کے عظیم الشان جلوس کے شرکاء سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پر قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصراللہ خاں امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں محمد طفیل، وفاقی وزیر قدرتی وسائل چودھری رحمت الٰہی اور مسلم لیگ چٹھہ گروپ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے بھی خطاب کیا تقریروں کے بعد مفتی محمود اور دیگر رہنماؤں نے مسجد نیلا گنبد میں ہی نماز عصر ادا کی جس کے بعد ان رہنماؤں کی قیادت میں یہ عظیم الشان جلوس مختلف راستوں سے مسجد شہداء پہنچ کر ختم ہوا جہاں شرکاء جلوس نے مولانا مفتی محمود کی رفاقت میں نماز مغرب ادا کی

(روزنامہ جسارت ۱۱ فروری ۱۹۷۹)

جماعت اسلامی اور دیوبندی ارکان پر مشتمل قومی اتحاد کی حکومت کے دور میں عید میلاد النبی کے موقع پر روزنامہ جنگ کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیے۔

جشن عید میلاد النبی آج جوش و خروش سے منایا جائے گا۔ تقریبات کا آغاز ۲۱ توپوں کی سلامی سے ہوگا۔ گورنر کی صدارت میں جلسہ ہوگا۔ شہر بھر میں جلوس نکالے جائیں گے نشتر پارک آرام باغ اور دیگر علاقوں میں جلسے ہوں گے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۹ فروری ۱۹۷۹)

روزنامہ حریت کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں!

اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد قومی اتحاد کی تحریک کا مثبت مقصد حاصل ہوگا۔ مفتی محمود معاشرے کو مکمل طور پر اسلامی بنانے میں کچھ وقت لگے گا۔ عید میلاد کے موقع پر مفتی محمود کی قیادت میں عظیم الشان جلوس۔

(روزنامہ حریت ۱۱ فروری ۱۹۷۹)

Marfat.com

روزنامہ مشرق کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

لاہور ۹ فروری (پ پ ا) قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود اور نائب صدر نوبزادہ نصر اللہ خاں کل یہاں عید میلاد النبی کے جلوس کی قیادت کریں گے یہ اجلاس نیلا گنبد سے نکل کر مسجد شہداء پر ختم ہوگا۔

(روزنامہ مشرق کراچی ۱۰ فروری ۱۹۷۹)

اب جماعت اسلامی اور دیوبند علماء خود فیصلہ کرلیں کہ یہ یا تو عید میلاد النبی کے جلسے اور جلوس وغیرہ کرنے اور دن کو نماتے کے بارے ان کے فتوے غلط اور باطل یا ان کا موجودہ کردار باطل اور منافقت پر مبنی ہے۔

Marfat.com

تفویض احکام

یا یھا الذین امنو لا تسئلوا عن اشیاء کے شان نزول میں صدر الافضل رحمہ اللہ نے فرمایا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے حضرت نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ جو میں بیان نہ کروں۔ اس کے درپے نہ ہو۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ مسئلہ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ احکام حضور کو مفوض ہیں۔ جو فرض فرما دیں وہ فرض ہو جاوے۔ نہ فرمائیں تو نہ ہو۔

اب آپ اس عبارت پر سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمائیں ۔

تنقید۔ مولوی نعیم الدین صاحب نے مسئلہ کے عنوان میں جو لکھا ہے ۔ وہ سراسر باطل اور روح اسلام کے قطعی خلاف ہے ۔ (اولاً) اس لئے کہ رسول اور نبی کے معنی پیغام رساں اور خبر دینے والے کے ہوتے ہیں یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حلال یا حرام کر دیا۔ رسول کا کام یہ ہے کہ وہ وحی پا کر لوگوں کے سامنے ان احکام کی حلت و حرمت پیش کر دے اور ان کو ان احکام کی اطلاع دے کر خبردار کر دے کہ ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا صلہ یہ ہوگا۔ اور خلاف ورزی کرنے کا وبال دنیا و آخرت میں یوں بھگتنا پڑے گا۔ رسول اور نبی کو ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں تاکہ وہ اپنی طرف سے جس فرض کو چاہیں نافذ کر دیں یا جس حکم کو چاہیں فرض نہ کریں۔ (تنقید متین ص ۱۵۷)

مقامِ نبوت سرفراز صاحب نے پرویزی زبان سے جس طرح اس عبارت

Marfat.com

ہیں منکرین حدیث کی ترجمانی کی ہے۔ وہ دردمندانِ ملت سے مخفی نہیں ہے منصب رسالت کو صرف خبر رسانی میں بند کر دینا مقامِ نبوت سے جہالت اور عظمت رسالت سے عناد کی بدترین مثال ہے۔ آیئے۔ اب ہم آپ کے سامنے کتاب و سنت اور اقوال علماء کی روشنی میں مقام نبوت کی چند جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا اعلان ہے۔

فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما۔

آپ کے رب کی قسم اس وقت تک یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ اپنے اختلافی معاملات میں آپکی حاکمیت تسلیم نہ کر لیں اور پھر اپنے دلوں کے خلاف کوئی تنگی بھی نہ پائیں۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔

اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اسلئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم

فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم۔

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو پھر ان مومنین کو اللہ اور رسول کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم ایاتہ و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة (الایة)

بالتحقیق اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ کہ رسول کو ان میں انہیں میں سے مبعوث فرمایا کہ جو ان پر قرآن پاک کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

Marfat.com

مذکورہ بالا آیات سے جو فوائد حاصل ہوئے، وہ یہ ہیں۔ نبی علیہ السلام کی حاکمیت واجب التسلیم ہے۔ واجب الاطاعت ہے۔ جب آپ کسی کام کا حکم فرمائیں۔ تو اس کو نہ ماننے کی کسی مسلمان کو گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو اپنی پسند کا معیار قرار دیا۔ آپ کو تعلیم اور تزکیہ کا منصب عطا فرمایا۔ اس کے برعکس سرفراز صاحب کا ارشاد ہے کہ:۔

"نبی کا کام ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے احکام کی حلت وحرمت پیش کر دے رسول اور نبی کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی طرف سے جس فرض کو چاہیں نافذ کر دیں یا جس حکم کو چاہیں فرض نہ کریں۔"

نبی علیہ السلام کے اختیارات

ملا علی قاری رحمہ اللہ اور شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

ومن ثم عد ائمتنا من خصائصه عليه السلام انه يخص من شاء بما شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت شهادتين رواه البخاري وكترخيصه في النياحة لام عطية في آل فلان خاصة رواه مسلم قال النووي للشارع ان يخص من العموم ما شاء وبالتضحية بالعناق لابي بردة بن نيار وغيره۔

(مرقات ج ۲ ص ۳۲۳)

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ کرام اس بات کو نبی علیہ السلام کے خصائص میں شمار کیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص کریں جس طرح آپ نے خزیمہ بن ثابت کی تنہا شہادت کو دو شہادتوں کے قائم کر دیا (بخاری) حالانکہ اختلافی معاملات میں قرآنی حکم سے ایک مرد کی گواہی جائز نہیں) اور جس طرح آپ نے ام عطیہ کو آل فلاں کیلئے نوحہ کرنے کی اجازت دیدی (مسلم) جبکہ بالعموم نوحہ کرنا ممنوع تھا) اور علامہ نودی نے فرمایا کہ شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے کہ وہ عموم احکام میں سے جسے چاہیں خاص فرمالیں اور جس طرح ابی بردہ بن نیار کو آپ نے ایک سال سے کم عمر کے بکرے کی قربانی کی اجازت دیدی

Marfat.com

و فتح الملہم ج ۲ ص ۹۶ — جبکہ دوسروں کیلئے ایک سال کی عمر سے کم کی قربانی جائز نہیں ہے

دیدہ عرفان کے لئے عظمت کے یہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں جس اختیار کو ائمہ کرام نے نبی علیہ السلام کی خصوصیت اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے بیان کیا اسی اختیار کا انکار کر کے اور نبی علیہ السلام کی اس فضیلت کو رد کر کے سرفراز صاحب نے اپنی جس فرومایہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہے۔

ملا علی قاری امام نووی اور دیگر ائمہ اہل سنت کے علاوہ فریق مخالف کے شیخ اسلام شبیر احمد عثمانی کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام عموم احکام میں سے جس کو چاہیں خاص فرما لیں۔ اب اگر آپ کے نزدیک یہ عقیدہ باطل اور رافضیوں کا خاصہ ہے۔ تو گستاخی معاف اس تیر کا پہلا نشانہ اپنے شیخ الاسلام کو بنائیے۔ اس کے ائمہ اہلسنت کو ہدف بنائیے گا۔ — جن فاسد عقائد کا سرفراز صاحب نے آج اظہار کیا ہے وہ نبی علیہ السلام پر چودہ سو سال پہلے منکشف تھے اور آپ نے غیر مبہم الفاظ میں ان کی نشان دہی فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ و ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۹)

آگاہ رہو نزدیک ہے کہ ایک مستغنی اور متکبر تخت نشین کہے گا۔ کہ قرآن کو لازم کر لو۔ پس جو اس میں حلال پاؤ وہ حلال سمجھو اور جو اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ جسے اللہ کے رسول نے حرام فرمادیا وہ ایسا ہی حرام ہے جس طرح اللہ نے حرام فرمایا ہو

تخت تنقیص پر متمکن ہو کر نبی علیہ السلام کے تشریعی اختیارات اور خصوصی فضیلتوں کا انکار کر کے سرفراز صاحب نے اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کا حریف بنانے کی کوشش کی ہے بلکہ سرفراز صاحب کو تو اپنی ہوائے نفسانی سے بغیر کسی صریح دلیل کے میلاد و عرس۔ ایصال ثواب وغیرہ امور کو ناجائز قرار دے کر حلال کو حرام اختیار ہے اور سرور کائنات کو کسی شئے کی فرضیت اور وجوب کے نافذ کرنے کا بھی اختیار

Marfat.com

نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تفویض کا ثبوت | حضرت امام مسلم اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لولا اشق علی المومنین وفی زھیر علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں مسلمانوں پر دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے مسواک کا حکم دیتا۔

اس آیت کی شرح میں سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

ای وجوبا کما فی المرقاۃ۔ فتح الملھم ج۲ ص ۴۱۵)

ملا علی قاری حنفی اور شبیر احمد عثمانی کے بیان کی روشنی میں اس حدیث کا معنی یہ ہوگا۔ کہ نبی علیہ السلام کو مسواک واجب کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی مانع نہ تھا۔ کہ آپ اس حکم کو امت پر دشوار سمجھتے تھے۔ پس بحمد اللہ یہ امر ثابت ہوگیا۔ کہ غیر وحی شدہ امور میں فرضیت اور وجوب کے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض تھے۔ کہ آپ جس طرح چاہیں مشروع فرمائیں۔

مسلم شریف کی جس حدیث کا صدر الافاضل رحمہ اللہ نے تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی حدیث کے تحت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

قال الطیبی قیل دل علی ان الایجاب کان مفوضا الیہ ورد بان قولہ لو قلت نعم اعم من ان یکون من تلقاء نفسہ او بوحی نازل او برای براہ ان جوز لہ الاجتہاد ذکرہ الطیبی	طیبی شافعی نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ احکام کو واجب کرنا آپ کی طرف مفوض ہے اور یہ صحیح نہیں کیونکہ (حج ہر سال فرض ہونے کے جواب میں) آپ کا ہاں فرمانا عام ہے۔ کہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہو یا وحی سے یا اجتہاد سے اس بات کو طیبی نے ذکر کیا

Marfat.com

وفیہ ان التفویض الیہ ایضا اعم فلا یکون مردودا۔ (اور ملا علی قاری حنفی نے مرقات سے فرمایا) کہ طیبی کا یہ قول باطل ہے کہ جس طرح آپ کا فرمان ہاں عام ہے اسی طرح تفویض بھی عام ہے یعنی احکام کا ایجاب آپ کی طرف وحیا بھی مفوض ہے اور اجتہاد بھی آپ کی اپنی مرضی سے۔ پس تفویض کا قول مردود نہیں ہو سکتا۔

ملا علی قاری کی اس عبارت سے یہ امر ظاہر ہوا کہ ملا علی قاری بھی احکام کو مفوض مانتے ہیں۔ پس اگر احکام کو تفویض کی مد میں شمار کرنا خالص جہالت تھی تو اب ملا علی قاری پر کیا فتوی لگائیے گا؟

اور یہ ہیں تمام علماء ہند کے واحد استاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی جن کے دم کرم سے ہندوستان میں علم حدیث پھیلا۔ یہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وظاہر ایں حدیث در آں است کہ احکام مفوض اند بآنحضرت چنانکہ مذہب بعضے است۔ اور اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں۔ جس طرح بعض علماء کا مسلک ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

ایں بر مذہب مختار کہ مے گویند احکام مفوض است بآں حضرت ہر چہ خواہد کند وہر کہ خواہد بخشد وہر کرا خواہد تخصیص نماید ظاہر است۔ صحیح اور مختار مذہب ہے۔ جو کہتے ہیں کہ احکام نبی علیہ السلام کی طرف مفوض ہیں۔ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں اور جس کو چاہیں خاص فرمالیں۔

(اشعۃ اللمعات۔ ج ۴ ص ۱۲۳)

ان حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شیخ محقق کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے۔ احکام آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں۔ اب دیکھئے کہ سرفراز صاحب مستند علماء میں سے کس کس کو جاہل بنا کر اپنی عاقبت سنوارتے ہیں۔ اب آخر میں ہم مخالفین کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی دیوبندی کا حوالہ پیش کرتے ہیں اور سرفراز صاحب کی دیانتداری

Marfat.com

سے توقع ہے کہ وہ انہیں بھی خالص جاہل بنانے سے دریغ نہیں کریں گے بشیر احمد عثمانی دیوبندی مسلم کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں جس کے ذیل میں صدر الافاضل نے فرمایا کہ احکام آپ کی طرف مفوض ہیں۔

قیل دل علی ان الایجاب کان مفوضا الیہ۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۷۴)

کہا گیا ہے کہ احکام کو واجب کرنا نبی علیہ السلام کی طرف مفوض ہے

سرفراز صاحب کی جسارت

سرفراز صاحب نے زیر نظر مضمون میں منصب نبوت پر دوسرا حملہ ان الفاظ سے کیا ہے۔

ثانیاً اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص خانگی مصلحت کے پیش نظر صرف اپنی ذات مقدسہ کے لئے حلف اٹھا کر شہد حرام کر دیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ نازل ہوئی۔ یا یھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (تنقید متین ص ۱۵۸)

فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ حلال کو حرام کرنا کفر ہے۔ پس یہ عناد نبوت کا کیسا شرمناک مظاہرہ ہے کہ سرفراز صاحب بغیر کسی تاویل کے ایک کفر خالص کو نبی علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

دیکھئے امام رازی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

البحث الثانی تحریم ما احل اللہ تعالی غیر ممکن لما ان الاحلال ترجیح جانب الحل والتحریم ترجیح جانب الحرمۃ ولا مجال للاجتماع بین الترجیحین فکیف یقال لم تحرم ما احل اللہ۔ نقول المراد من ھذا التحریم ھو الامتناع عن

بحث ثانی یہ ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کی تحریم غیر ممکن ہے اسلئے کہ حلال کرنا جانب حلت کی ترجیح ہے اور تحریم جانب حرمت کی ترجیح ہے پس ان دونوں ترجیحوں کے اجتماع کی کوئی گنجائش نہیں پھر اس آیت کا کیا معنی ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں۔ کہ اس تحریم سے مراد ازواج مطہرات سے نفع

Marfat.com

الانتفاع بالازواج لاعتقاد کونہ حراما بعد ما احل اللہ تعالیٰ فالنبی (صلی اللہ علیہ وسلم) امتنع عن الانتفاع معہا مع اعتقادہ بکونہ حلالا ومن اعتقد ان ھذا التحریم ھو تحریم ما احل اللہ تعالیٰ بعینہ فقد کفر فکیف یضاف الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مثل ھذا۔

نہ حاصل کرنا ہے نہ کہ اللہ کے حلال کرنے کے بعد اس کی حرمت کا اعتقاد کرنا پس نبی علیہ السلام ازواج سے نفع حاصل کرنے سے رک گئے تھے باوجود اس کی حلت کے اعتقاد کے اور جس شخص نے یہ اعتقاد کیا۔ یہ تحریم بعینہٖ اللہ کے حلال کردہ کی تحریم ہے پس وہ شخص کافر ہوگیا لہذا نبی علیہ السلام کی طرف اس اعتقاد کی نسبت کس طرح کی جا سکتی ہے۔

نوٹ۔ مفسرین کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ تحریم کس امر پر واقع ہوئی بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اور ازواج سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور بعض سے ثابت ہے کہ تحریم شہد پر واقع ہوئی۔ امام رازی کا یہ کلام پہلی صورت پر مبنی ہے اور دوسری صورت کا بھی یہی حکم ہے۔

سرفراز صاحب نے اس بحث میں جس قدر گفتگو کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ نے حلال کو حرام کر دیا اور اس آیت میں اس حلال کو حرام کرنے سے روکا گیا پس ثابت ہوا کہ احکام مفوض نہیں ہیں اور امام رازی کی تقریر سے جواب واضح ہوگیا ہے کہ یہ گفتگو جس شبہ پر قائم ہے۔ وہ شبہ باطل اور بے بنیاد ہے کیونکہ آپ نے حلال کو حرام نہیں کیا۔ بلکہ یہ تو کفر صریح ہے۔ البتہ آپ نے اپنے آپ کو ایک حلال چیز سے نفع حاصل کرنے سے حلال سمجھتے ہوں روک لیا تھا۔ اور یہ امتناع عن الحلال تو ہر آدمی کو مفوض ہے۔ چہ جائیکہ حضور کو مفوض نہ ہو۔

سرفراز صاحب نے تنقید متین ص ۱۵۸ پر نبی علیہ السلام پہ یہ افترا باندھا کہ آپ نے اپنے اوپر شہد حرام کر لیا تھا اور ص ۱۵۹ پہ ایک روایت اس طرح نقل کی۔

Marfat.com

انی لست احرم حلالا الخ — میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

سرفراز صاحب اپنی عبارت کے توازن کو دو صفحوں میں بھی قائم نہ رکھ سکے۔ کہ ص ۱۵۸ پہ انہوں نے دعویٰ کیا کہ حضور نے ایک امر حلال کو حرام کر لیا۔ اور ص ۱۵۹ پہ کہا کہ حضور نے کسی حلال کو حرام نہیں کیا۔ لیکن چلیئے ہم اس تعارض سے بھی قطع نظر کئے لیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو حضور کے قول پہ بھی اعتبار نہیں۔

حضور تو قسم کھا کر فرماتے ہیں۔

واللہ مالی ان احرم ما احل اللہ۔ — خدا کی قسم میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

پھر آپ کو حضور کی قسم پہ بھی اعتبار نہ آیا؟ جو آپ بار بار کہتے ہیں کہ حضور نے حلال کو حرام کر لیا تھا۔

احادیث میں سرفراز صاحب کا شبہ

مقام نبوت پر تیسرا حملہ

سرفراز صاحب نے احادیث کے مفہوم میں خیانت اور تحریف کیا ہے۔ ہم قارئین کی عدالت میں احادیث کے ان الفاظ کو پیش کرتے ہیں سرفراز صاحب کے استدلال کا مرکزی نقطہ ہیں۔

(۱) انی لست احرم حلالا و لا احل حراما۔ — نہ میں حرام کو حلال کرتا ہوں نہ حلال کو حرام۔

(۲) انہ لیس لی تحریم ما احل اللہ لی۔ — میرے لئے اس چیز کو حرام کرنا جائز نہیں جسے اللہ نے میرے لئے حلال کر دیا۔

(۳) واللہ مالی ان احرم ما حل اللہ لی۔ — خدا کی قسم میرے لئے اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا جائز نہیں۔

ان احادیث کو نقل کر کے سرفراز صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور کو چونکہ اللہ کے حلال کو حرام کرنے کا اختیار نہیں لہٰذا تفویض احکام کا بطلان ہو گیا۔

مخالفین کے محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تفویض احکام کا مطلب یہ ہے کہ غیر منصوص احکام میں اشیاء طیبہ کو حلال اور اشیاء خبیثہ کو حرام قرار دیا جائے۔ نہ یہ کہ اللہ کے حلال

Marfat.com

کردہ کو حرام یا حرام کردہ کو حلال کیا جائے کیونکہ یہ تو کفر خالص ہے اور اس میں جواز یا عدم جواز کا نزاع دیوبند کے کسی فاضل سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔

سرفراز صاحب نے اس دعویٰ پہ ایک اور حدیث پیش کی ہے جس کے استدلال کا بنیادی نقطہ پیش خدمت ہے۔

الا انی لا احل الا ما احل اللہ فی کتابہ و لا احرم الا ما حرم اللہ عزوجل فی کتابہ۔

خبردار میں نہیں حلال کرتا کسی شئی کو مگر جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام نہیں کرتا کسی شئی کو مگر جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا۔

یہ حدیث اپنے ظاہر پہ محمول نہیں ہے اور نہ ان بے شمار احادیث سے تعارض لازم آئے گا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر اشیاء کی حرمت یا حلت کو بیان فرمایا۔ اور ان کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور ان کی حرمت صرف حدیث رسول سے ثابت ہے۔ اس معمہ کو وہ خود ہی حل کریں۔ کہ درندوں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے اب کیا چیز مانع ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ میں تو ان کی حرمت کا کوئی ذکر نہیں۔ دیوبند کے اکابر نے کوے کو حلال کیا اور اصاغر نے درندوں اور گدھوں پہ بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ آمدم برسر مطلب۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پہ یہ حدیث اپنے ظاہر پہ محمول نہیں ہے۔ اور اس کا صاف اور بے غبار مفہوم یہی ہے کہ وحی جلی سے القا کردہ اور منصوص احکام میں حلال اور حرام وہی ہیں جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے اور یہ بات ہمارے دعویٰ کے کسی طرح منافی نہیں ہے۔

علماء امت اور تفویض احکام

سرفراز صاحب نے رسول اللہ صلے علیہ وسلم سے تفویض کی نفی کرنے کے لئے علماء امت کے چند حوالے پیش کئے ہیں چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی مرجع الصوفیہ شیخ اکبر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

نحن نعلم ان الشارع هو الله تعالیٰ (الیٰ ان قال) فانه صلی الله علیه وسلم مبلغ عن الله احکامه فیما اراد الله تعالیٰ لا ینطق قط عن نفسه (تنقید متین ص ۱۶۲)

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے (پھر آگے فرمایا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے تھے جن امور کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آپ اپنی طرف سے آپ کوئی بات نہیں کرتے تھے۔

اس عبارت میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ غیر منصوص احکام حضور کو مفوض نہیں ہیں، بلکہ منقولہ عبارت کا سیاق و سباق جو مفہوم پیش کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور نے جن امور کو مباح کیا۔ وہ مباح ہی رہیں گے۔ کیونکہ اگر ان میں کوئی خدشہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرما دیتا اور آپ اسے مباح نہ فرماتے۔ پس وہ تمام احکامات جنہیں آپ نے صادر فرمایا، منشاء الوہیت کے مطابق ہیں۔ چنانچہ امام شعرانی اس منقولہ عبارت سے پہلے شیخ اکبر کا کلام نقل کرتے ہیں۔

ایاك ان تدری امورا قد اباحها الشارع صلی الله علیه وسلم فتنکره ذالك (الیٰ ان قال) واما الیوم فقد نشاء فی غالب الناس ویقولون لو ادرك ذالك رسول الله صلی الله علیه وسلم منع الناس منه (الیٰ ان قال) ولو کانت اباحة ذالك الامر خاصة بقوم دون اخرین بینها تعالیٰ علیٰ لسان رسول الله صلی الله علیه وسلم

جن امور کو شارع علیہ السلام نے مباح کیا ہے انہیں ناپسند کرنے سے بچو۔ اور اس زمانہ میں یہ امر کثیر الوقوع ہے لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ کو پا لیتے۔ تو آپ بھی مباح نہ فرماتے اور لوگوں کو منع کرتے (پھر اس کے بعد جواب میں فرمایا) اگر ایسا بھی ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بیان فرما دیتا۔ کہ اباحت عارضی ہے۔

اس کلام میں بھی تصریح موجود ہے کہ نبی علیہ السلام شارع ہیں اور یہ کہ بعض احکام کو آپ نے مباح فرمایا رہا یہ سوال کہ آگے چل کر وہ الشارع ہو اللہ کہہ کر شارعیت کا حصر اللہ تعالیٰ میں کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور کی شارعیت چونکہ

Marfat.com

اللہ کے تقرر سے ہے۔ اس لئے آپ کی شارعیت کا رجوع بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ حضور اصلاً شارع نہیں ہیں۔ ورنہ خود شیخ کے کلام میں تضاد لازم آئے گا۔

آیئے اب امام شعرانی کے کلام سے منوائے دیتے ہیں کہ بعض احکام حضور کو مفوض ہیں۔ دیکھئے امام شعرانی فرماتے ہیں۔

فان ما فرضه الله تعالیٰ اشد مما فرضه رسول الله صلی الله علیه وسلم من ذات نفسه

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض کرے اسکی فرضیت اس سے زیادہ اہم ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے فرض کریں۔

(میزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۴)

سرفراز صاحب نے تین عبارتیں پیش کی ہیں۔

(۱) ابو جعفر النحاس سے۔

وهكذا سبيل الاحكام انما تكون من قبل الله عزوجل

اور احکام کا یہی طریقہ ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

(۲) ابن ہمام سے۔

الحاكم لاخلاف في انه الله رب العالمين ۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حکم دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

---

(۳) محب اللہ بہاری سے۔

لاحكم الا من الله

حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

(تنقید متین ص ۱۶۳)

ان تینوں عبارتوں کا محل اس کے سوا کچھ نہیں کہ رسول اللہ کا حکم دینا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے تقرر سے ہے اس لئے وہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے متصور ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو اصلاً کسی حکم دینے

Marfat.com

کا اختیار نہیں۔

علامہ عینی صاحب عمدۃ القاری سے!

ان التحلیل والتحریم من عند اللہ لامدخل لبشر فیہ۔ | کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کسی بشر کا اس میں دخل نہیں ہے۔

(تنقید متین ص ۱۶۴)

یہ عبارت بھی اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے۔ کیونکہ حضور نے بیشمار چیزوں کو حرام فرمایا۔ اور ان کی نسبت اپنی طرف کی چنانچہ درندے اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے۔ پالتو گدھے وغیرہ اسی قبیل سے ہیں نیز حضور نے فرمایا ان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔

(مشکوٰۃ ص ۲۹)

(رسول اللہ کا حرام کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ حرام کرے) یوں نہیں فرمایا۔ ان ما حرم رسول اللہ ھو ما حرم اللہ (جس چیز کو رسول اللہ نے حرام کیا۔ یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا) اس لئے لامحالہ علامہ عینی کا کلام محل تاویل میں ہے۔ پس کہا جائے گا کہ یہ حصر اضافی ہے۔ اور اگر رسول اللہ کی تحریم کو اللہ تعالیٰ کی تحریم کی طرف لوٹایا جائے۔ تو وہ حصر حقیقی بھی ہو سکتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام بھی اسی فہرست میں پیش کر دیا اور اس کلام سے بزعم خویش تفویض کا رد کر دیا۔ حالانکہ شیخ محقق صاف صاف اعلان فرماتے ہیں۔ کہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفوض ہیں اور صحیح مذہب یہی ہے۔

سرفراز صاحب شیخ صاحب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسناد تحریم بہ حضرت ابراہیم علیہ السلام از جہت آں باشد کہ وے رسانید واعلام کرد حکم آنرا زیرا کہ حاکم بشرائع واحکام خدا تعالےٰ است وحکم وے قدیم است۔ انبیا علیہم السلام رسانید احکام اند

Marfat.com

(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۰۸ ، تنقید متین ص ۱۶۴)

الجواب۔ نجانے سرفراز صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کس مصلحت اور حکمت کے پیش نظر نہیں کیا۔ بہرحال قارئین کی سہولت کے پیش نظر ہم اس کا ترجمہ بھی پیش کر دیتے ہیں۔

(مکہ کی) تحریم کا اسناد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ اللہ کے احکام پہنچانے والے ہیں۔ کیونکہ شریعتوں اور احکام کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کا حکم قدیم ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام ان احکام کے پہنچانے والے ہیں۔

ہم پہلے اشعۃ اللمعات سے نقل کر چکے ہیں کہ شیخ کے نزدیک صحیح مذہب یہی ہے۔ کہ احکام آپ کی طرف مفوض ہیں۔ اور قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں۔

ومذہب صحیح و مختار آنست کہ احکام مفوض است بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کہ و ہر چہ خواہد حکم کند و بر دیگرے مباح گرداند و ایں را امثلہ بسیار است	صحیح اور پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ احکام حضور کو مفوض ہیں۔ جو چاہیں جس پر چاہیں حکم نافذ فرمائیں۔ ایک فعل کو کسی پر حرام کریں اور وہ کسی کے لئے مباح فرما دیں اور اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸۳)

غالباً اب یہ بات قارئین کرام پر روشن ہو گئی ہو گی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حاکم شرائع ہونا اس بات کے قطعاً منافی نہیں۔ کہ احکام حضور کو مفوض ہوں۔ کیونکہ شیخ صاحب نے تصریح کی ہے کہ احکام کا بنانے والا اور شارع اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ احکام حضور کو مفوض ہیں پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا واضع اور شارع ہونا تفویض کے ہرگز منافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ تمام عبارتیں جو سرفراز صاحب نے

Marfat.com

اس مدعا پر پیش کی ہیں۔ ان کے مطلوب کو ثابت نہیں کرتیں۔

اس پوری بحث میں صرف شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز کی دو عبارتیں ایسی ہیں۔ جو تفویض کے بظاہر خلاف ہیں۔ لیکن اس سے ہم کو ضرر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے کب یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ مسئلہ اتفاقی اور اجتماعی ہے۔ لہذا بعض کا اختلاف ہمیں مضر نہیں۔ ہم نے پہلے تصریح کی ہے۔ کہ مذہب مختار یہ ہے کہ احکام حضور کو مفوض ہیں جیسا کہ ہم شیخ محقق سے نقل کر چکے ہیں۔ اب آپ غیر مختار مذہب پر اعتماد کریں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز نے تفویض سے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔

زیرا کہ منصب پیغمبری رسالت و ایلچی گریست نہ نیابت خدا۔	کیونکہ رسول اللہ کا منصب بس احکام پہنچانا اور ایلچی کا کام کرنا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا

اور آپ کے مسلک کے اصل بانی ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

وقد اقام الله مقام نفسه فی امرہ ونهیه واخبارہ وبیانه	اللہ تعالیٰ نے حضور کو امر نہی خبر دینے اور بیان کرنے میں اپنا نائب مقرر کیا ہے۔

(الصارم المسلول ص ۴۱)

اب دیکھئے۔ آپ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں دوسرا کہتا ہے۔ کہ نائب نہیں ہیں۔ اب آپ کس کی بات مانیں گے اور کس کو رد کریں گے۔

افسوسناک خیانت

اسی بحث میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی باطل فرقوں میں شیعہ کے المفوضہ فرقہ اور عقیدہ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

المفوضه فهم القائلون ان الله فوض تدبیر الخلق علی الائمه وان الله تعالیٰ اقدر النبی صلی الله علیه وسلم علی خلق العالم	ان باطل فرقوں میں سے ایک فرقہ مفوضہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے مخلوق کی تدبیر ائمہ کو تفویض کر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان

Marfat.com

وتدبیر۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۲۱۔ طبع رفیق عام لاہور) — کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر کرنے کی قدرت عطا کی ہے۔

اہلسنت والجماعت کے مشہور متکلم اور فلسفی علامہ سید شریف جرجانی الحنفی المتوفی ۸۱۶ھ علم کلام کی مشہور اور مستند کتاب شرح مواقف میں لکھتے ہیں۔

المفوضۃ قالوا ان اللہ فوض خلق الدنیا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ای اللہ خلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وفوض الیہ خلق الدنیا فھو الخلائق بھا وبما فیھا۔	مفوضہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور دنیا وما فیہا کی پیدائش آپ کو تفویض کر دی ہے اب دنیا وما فیہا میں جو کچھ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا ہے۔

(شرح مواقف ص ۷۵۴۔ طبع نول کشور)

ملاحظہ فرمایئے۔ کہ مولوی نعیم الدین صاحب کا قارورہ کس جماعت سے جا ملا ہے۔ (تنقیدمتین ص ۱۶۷)

تحریف خیانت اور بددیانتی کی یہ انتہائی بدترین مثال ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وتعالیٰ اور علامہ جرجانی نے شیعہ کے فرقہ مفوضہ سے ان لوگوں کو شمار کیا ہے جو جہان کی پیدائش اور خلق اور تدبیر کو نبی علیہ السلام کی طرف تفویض کرتے ہیں۔ کہاں صفت خلق کی تفویض اور کہاں احکام کی تفویض۔ کیا ان دونوں کا سرفراز صاحب کو فرق نظر نہیں آتا۔ ہم بحث استعانت میں امر کی تحقیق کر چکے۔ مخلوق کا کوئی فرد بھی کسی امر کی تخلیق نہیں کرتا۔ اور جبکہ اہلسنت کے نزدیک اعراض کا خلق بھی غیر خدا کے لئے جائز نہیں۔ چہ جائیکہ تمام جہان کے خلق کی نسبت غیر خدا کی طرف جائے پس غیر منصوص احکام میں تفویض کو تخلیق عالم پہ قیاس کرنا محض غلط اور باطل ہے۔

والی اللہ المشتکی

Marfat.com

امتناع کذب

للہ ملک السمٰوٰت والارض وما فیھن وھو علٰی کل شئی قدیر۔	اللہ ہی کے لئے ہے اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

صادق کو ثواب دینے پر اور کاذب کو عذاب دینے پر بھی۔"

مسئلہ۔ قدرت ممکنات سے متعلق ہوتی ہے۔ نہ کہ واجبات اور محالات سے تو معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر ممکن الوجود پر قادر ہے (جمل)

مسئلہ کذب وغیرہ عیوب وقبائح۔ اللہ سبحانہ وتبارک وتعالیٰ کے لئے محال ہیں۔ ان کو تحت قدرت بنانا اور اس آیت سے سند لانا غلط اور باطل ہے۔

سرفراز صاحب صدر الافاضل رحمہ اللہ کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> مولوی نعیم الدین صاحب اس عبارت میں الفاظ کا چکر دے کر کذب وغیرہ عیوب وقبائح کا جملہ استعمال کر کے اپنے جماعتی تحزب اور گروہ بندی کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں، کیونکہ اگر مشرک کی مغفرت اللہ تعالیٰ قدرت کے تحت داخل نہ ہوتی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نہ فرماتے کہ اگر تو ان کو بخش دے۔ تو زبردست حکیم ہے اور چونکہ خلف وعید اور امکان کذب اور امکان نظیر وغیرہ مسائل نہایت دقیق بے حد مشکل اور افہام وتفہیم اور دلائل کے لحاظ سے خالص منطقیانہ پہلو کے حامل ہیں۔ اور عوام اس کے سمجھنے سے اکثر قاصر رہتے ہیں۔ اس لئے اہل بدعت بچند دیگر مسائل کی طرح ان کو بھی اہل حق کے خلاف عامۃ المسلمین

Marfat.com

کو نفرت دلانے کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور اہل بدعت ان کے بارے میں وہی نظریہ رکھتے جو معتزلہ، خوارج، مناطقہ اور فلاسفہ وغیرہ کا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۷۰)

سرفراز صاحب نے کذب کو اہلسنت علماء کی طرف منسوب کر کے انہوں نے اپنی روایتی دروغ گوئی کا حیاسوز مظاہرہ کیا ہے۔ اگر سرفراز صاحب میں ہمت تھی تو اکابرین اہلسنت اور مفسرین کرام میں سے کسی کی صریح اور منصوص عبارت پیش کرتے جس سے ثابت ہوتا کہ اکابر اہلسنت اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی اور محمود حسن کی عبارت پیش کر کے ان سے امکان کذب پر استدلال کرنا جہالت اور حماقت کی آخری منزل ہے۔ بزعم خویش محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ طائفہ دیوبندی تو اس بدعت کا ذمہ دار ہے اور مجرم کے قول سے اس کی برأت پر شاہد بنانے کی جعلسازی دیوبند کی چار دیواری میں تو چل سکتی ہے میدان استدلال میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

امکان کذب میں مکذبین کی عبارتوں کا تضاد

حقیقت یہ ہے کہ مکتب دیوبند نے جب کذب کی بدعت کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تو انہیں ہر جانب سے ملامت ہوئی۔ اور جب انہیں اس باطل عقیدہ پر ہر طرف سے مذمت کی یلغار کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے آپ کو رسوائی سے بچانے کے لئے مختلف طریقے ایجاد کئے چنانچہ کبھی تو صاف طور پر امکانِ کذب کے عقیدہ کا ہی انکار کر دیا۔

دیکھئے جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم حامد میاں صاحب لکھتے ہیں۔

"اس مسئلہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط تفسیر کر کے علماء دیوبند کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور امکانِ کذب کا عنوان دے دیا گیا" (سلسلہ علماء دیوبند ص ۴۰)

یہ عبارت اس مفہوم میں واضح ہے کہ امکانِ کذب ایک غلط عقیدہ ہے حامد میاں صاحب کو یہ شکوہ ہے کہ امکان کذب ایک غلط تعبیر ہے جسے علماء دیوبند

Marfat.com

کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ آیئے اب ہم آپ کو بتلائیں کہ یہ تعبیر کس نے کی ہے:۔
سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

" اور اس مسئلہ کو اہل حق خلف وعید اور امکانِ کذب سے تعبیر کرتے ہیں"

(تنقید متین ص ۱۷۱)

کیا یہ بات اب بھی تشریح طلب ہے کہ دیوبند کے تمام چھوٹے بڑے ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور وہ رنگ جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں جھوٹ ان لوگوں کی رگ وپے کا خون اور دل کی دھڑکن بن چکا ہے جھوٹ ان کا دین ایمان اور زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ یہ اپنے خدا کو بغیر جھوٹ کے رہنے دیتے۔ چنانچہ اسے بھی اپنا ہم رنگ ظاہر کرنے کے لئے اور کچھ نہیں تو جھوٹ کا امکان ہی دے دیا۔ اور کون جانتا ہے کہ یہ ان کی معراج کا پہلا درجہ ہو اور بتدریج امکان سے فعلیت تک پہنچنا ہی ان کا منتہائے نظر ہو۔ آیئے اب ہم آپ کو دیوبندی قلابازیوں کا ایک اور کرشمہ دکھائیں۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

" یہ لوگ حقیقت کذب امکانِ کذب اور صورت کذب میں جو دقیق فرق ہے اس کو یا تو سمجھتے ہی نہیں۔ اور چشم پوشی کر کے خلط ملط اور گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایک ادنیٰ سمجھ والا آدمی بلکہ مبتدی طالب علم لفظ کرنے اور کر سکنے میں بخوبی فرق سمجھ سکتا ہے۔ اور کرتا ہے اور کر سکتا ہے میں اہل لسان کے نزدیک فرق بالکل نمایاں ہے"

(تنقید متین ص ۱۷۲)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک خدا جھوٹ بولتا نہیں بول سکتا ہے۔ اس فرق کو انہوں نے کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ سے ادا کیا ہے اور حامد میاں صاحب لکھتے ہیں۔

" کہ اب اسے غلط طور سے انہوں نے یہ جامہ پہنایا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ

Marfat.com

جھوٹ بول سکتا ہے"

(سلسلہ علماء دیوبند ص ۵۹)

دیکھئے حامد میاں کو اعتراف ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے کا عقیدہ رکھنا غلط ہے۔ اور اس غلط عقیدہ سے دیوبندیوں کو بری کر رہے ہیں اور سرفراز صاحب اس غلط عقیدہ پر اصرار کر رہے ہیں۔ اسے اہل حق کا مسلک بتلاتے ہیں اور اسی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کون جھوٹا ہے۔ اسے ہم قارئین کی عدالت پر چھوڑتے ہیں ہمارے نزدیک دونوں ہی جھوٹے ہیں۔ حامد میاں تقیہ کرنے کی وجہ سے اور اپنا باطل عقیدہ چھپانے کی وجہ سے جھوٹے ہیں یا دیوبندیوں کے اس غلط عقیدہ کی تردید کی جرأت نہ رکھنے کی وجہ سے جھوٹے ہیں۔ اور سرفراز صاحب اس عقیدہ کو اہل سنت کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹے ہیں۔

امتناعِ کذب جمہور معتزلہ اور اہلسنت کا متفق مسلک ہے

سرفراز صاحب نے امتناعِ کذب کی بحث میں جگہ جگہ یہ تاثر دیا ہے کہ امتناع کذب معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور امکانِ کذب اہلسنت کا مسلک ہے اور اس طرح سرفراز صاحب نے تاریخ کو جھٹلا کر اپنے جھوٹے مسلک کو سچا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اگر ہم اس پر حوالے پیش کرنا شروع کر دیں تو ایک عظیم دفتر درکار ہوگا۔ سر دست بحر العلوم کی ایک عبارت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے سرفراز صاحب کے جھوٹ کا راز فاش ہو جائے گا۔

والمعتزلة قالوا ثانیا انه لولاه ای کون الحکم عقلیا لما امتنع الکذب منه تعالیٰ ... للعقل بقبحه واذا جاز الکذب علیه	معتزلہ نے کہا ہے کہ اگر حسن و قبح کو عقلی نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کذب عقلاً محال نہیں ہوگا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کا کذب ممکن ہوا تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جھوٹے

Marfat.com

فلا یمتنع اظہار المعجزۃ علی اید الکاذب ولو اکتفی بہ لکفی فینسد باب النبوۃ وھو مفتوح والجواب انہ ای المذکور نقص فیجب تنزیہ تعالیٰ عنہ کیف وقد مر انہ لا نزاع فیہ فانہ عقلی باتفاق العقلاء فالملازمۃ ممنوعۃ۔

(مسلم الثبوت مع فواتح الرحمت ص ۲۴)

نبی کی تصدیق کر دے پس باب نبوت بند ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ کھلا ہوا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کذب صفت نقصان ہے اور قبح بمعنی صفت نقصان میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ قبح عقلی ہے پس اللہ تعالیٰ سے کذب کی تنزیہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب بالاتفاق ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ کذب کا محال ہونا صرف معتزلہ کا مسلک نہیں بلکہ سب کا متفق علیہ مسلک ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے۔ اور مکذبین کے اس جھوٹ پر صریح رد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال عادی اور ممتنع بالغیر ہے۔ اس کی مزید تحقیق آئندہ صفحات میں کر دی گئی ہے۔

امام رازی اور امتناع کذب

سرفراز صاحب نے امام رازی پر بھی یہ افترا باندھا ہے کہ وہ امکان کذب کے معتقد ہیں۔ انہوں نے ان کا جس عبارت سے امکان کذب ثابت کیا ہے اسے ہم ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ دیکھئے سرفراز صاحب نے امکانِ کذب پر یوں دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۹) حضرت امام رازی فرماتے ہیں، کہ نہ تو طاعت پہ ثواب واجب ہے اور نہ معصیت پہ عتاب ضروری ہے، بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے (تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۲۵) (تنقید متین ص ۱۸۲)

قارئین کرام! آپ نے سرفراز کی نقل کردہ عبارت تو ملاحظہ فرمالی جس سے سرفراز صاحب نے بزعم خویش یہ ثابت کر لیا کہ امام رازی امکانِ کذب کے معتقد

Marfat.com

ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے امام رازی کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے تصریح کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔ اور آگے چل کر انشا اللہ ان کی وہ عبارت بھی پیش کریں گے جس میں انہوں نے امکانِ کذب کے قائل کے بارے میں فرمایا کہ "قریب ہے کہ وہ کافر ہو جائے" سخت حیرت ہے۔ کہ امام رازی تو فرمائیں کہ امکانِ کذب کا قائل کافر ہے۔ اور سرفراز صاحب اس کفر کو خود امام کے سر منڈھ رہے ہیں۔ گویا امام رازی خود اپنے آپ کو کافر بنا رہے ہیں۔ غالباً اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

ملاحظہ فرمائیے۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں۔

الکذب والخلف فی قولہ محال۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱)	کذب اور خلف اللہ تعالیٰ کے قول میں محال ہے۔

نیز فرماتے ہیں

فالخلف فی کلام اللہ تعالیٰ محال۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۱۵)	اللہ تعالیٰ کے کلام کا خلاف ہونا محال ہے

ایک اور جگہ فرمایا۔

الکذب نقص والنقص علی اللہ محال۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۳۴)	کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

مزید فرمایا۔

انقلاب خبر اللہ کذبا محال۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۶)	اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہو جانا محال ہے

یہ بھی فرمایا۔

والا لانقلب خبر اللہ الصدق کذبا وذالک محال۔	اللہ تعالیٰ کی سچی خبر کا جھوٹا ہو جانا محال ہے۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹)

الغرض امام رازی نے اس کثرت سے امتناع کذب پر تصریحات کی ہیں اور اس پر دلائل پیش کئے ہیں کہ ان کو شمار کرنا ایک مستقل رسالہ چاہتا ہے۔

امتناع کذب پر دلائل

سرفراز صاحب نے امتناع کذب کی بحث میں بار بار یہ شکایت کی ہے۔ کہ یہ مسئلہ خالص علمی اور منطقی طرز کا ہے۔ اور افہام و تفہیم کے لحاظ سے بے حد دقیق اور مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ دلائل کی تقریر کو آسان اور سادہ انداز میں پیش کیا جائے تاکہ مکذبین کو کسی قسم کا کوئی شکوہ نہ رہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن اصدق من اللہ حدیثا۔	اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون سچی بات کہنے والا ہے۔

مکذبین باری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا صادق ہونا بایں معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا تو نہیں۔ بول سکتا ہے (یعنی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر)

گذارش یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام بھی اسی معنی کے اعتبار سے صادق ہیں کہ جھوٹ بولتے تو نہیں۔ لیکن بول سکتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ وہم لاحق ہوا ہے کہ انبیاء کرام سے گناہوں کا صدور محال ہے اس لئے یہ عبارت عصمت انبیاء کے خلاف ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے گزارش یہ ہے کہ علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے۔

وحقیقۃ العصمۃ ان لا یخلق اللہ تعالیٰ فی العبد الذنب مع بقاء	عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود

Marfat.com

قدرت واختیار و هذا معنی قولهم هی لطف من الله تعالیٰ یحمله علی فعل الخیر ویزجره من الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا لا ابتلاء و لهذا قال الشیخ ابو منصور الماتریدی العصمة لا تزیل المحنة وبهذا یظهر فساد قول من قال انها خاصیة فی نفس الشخص او فی بدنه یمتنع بسببها صدور الذنب عنه کیف ولو کان الذنب ممتنعا لما صح تکلیفه ترك الذنب ولما کان مثابا علیه

شرح عقائد نسفی ص ، ۱۵

مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

گناہ نہ پیدا کرے اور متکلمین نے جو کہا ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو خیر پر برانگیختہ اور شر سے روکتا ہے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا ہے کہ عصمت سے بندہ کا مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جن لوگوں نے (شیعہ حضرات) عصمت کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ "انسان کے دن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے انسان کا صدور محال ہو جاتا ہے" یہ تعریف فاسد ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو تو اس کو نہ گناہوں کے ترک کرنے کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح ہو گا اور نہ ترک گناہ پہ وہ ثواب کا مستحق ہو گا۔

Marfat.com

مسائل عتقادیہ میں احناف اہلسنت کے امام شیخ ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۵ھ ہیں اور انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ انبیاء کرام سے گناہ ممکن ہیں لیکن وہ کرتے نہیں ہیں مفتی احمد یار خاں مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ نبوت کے بعد انبیاء کرام سے خطأً و نسیاناً گناہ کبیرہ صادر ہو سکتے ہیں اور عمداً بعض ایسے صغائر بھی جو خسیس نہ ہوں ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام گناہ کبیرہ سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیاناً خطأً صادر ہو سکتے ہیں الی ان قال اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں (جاء الحق حصہ اول ص ۴۲۷)

مفتی صاحب کی اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن ہے اور مفتی احمد یار خاں مرحوم ومن اصدق من اللہ حدیثا کی تفسیر میں لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا واجب بالذات ہونا چاہیئے ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا (نور العرفان ص ۱۴۴) مفتی صاحب نے جو کچھ آیت کی تفسیر میں لکھا ہے یہ بعینہٖ وہی ہے جو توضیح البیان میں زیادہ آسان طریقہ اور وضاحت سے مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا صدق انبیاء علیہم السلام کے صدق کے برابر ہوگا کیونکہ دونوں جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن پاک کا یہ ارشاد ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا اور یہ استفہام انکاری ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے۔ یعنی نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ پس صدق میں نہ کوئی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہے اور نہ اس کے برابر ہے۔ لیکن مکذبین کی بدعت سے لازم آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام دونوں کا کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہو، یعنی جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کا معنی اسی وقت صحیح ہوگا۔ جبکہ اہلسنت کے طریقہ

Marfat.com

پر یہ اعتقاد رکھا جائے۔ کہ ساری مخلوقات سے زیادہ سچے انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن ان کے کلام میں بھی کذب ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انبیاء سے بھی زیادہ سچا ہے کیونکہ اس کے کلام میں کذب ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے یعنی وہ نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

اما اصحابنا فقد بیلہم انہ لو کان کاذبا لکان کذبہ قدیما ولو کان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا لان وجود احد الضدین یمنع وجود ضد الاخر فلو کان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع لانا نعلم بالضرورة ان کل من علم شیئا فانہ لا یمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ والعلم بھذہ الصفة ضروری فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلا محالة۔

تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱)

بہر نوع ہم اہلسنت امتناع کذب پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کاذب ہوتا تو کا کذب بھی قدیم ہوتا۔ اور جب اس کا کذب قدیم ہوتا تو پھر اس کا زوال ممتنع ہوتا کیونکہ قدیم پہ عدم نہیں آسکتا اور جب کذب کا زوال ممتنع ہوتا تو اللہ تعالےٰ کا صادق ہونا محال ہو جاتا کیونکہ ایک ضد کا وجود دوسری ضد سے مانع ہوتا ہے پس اگر وہ کاذب ہوتا تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوتا لیکن اس کا صادق ہونا تو ممتنع نہیں ہے اس لئے کہ ہم بداہتہً جانتے ہیں کہ جو کسی شئی کو جانتا ہے اس کے لئے بمطابق واقعہ اس شئے کی خبر دینا محال نہیں ہے اور اس کی صحت کا جاننا بدیہی ہے۔ پس جب صدق کا امکان قائم ہے تو لامحالہ کذب کا امتناع حاصل ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی امتناع کذب پر دلائل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اما اولاً فباجماع العلماء واما ثانیا

بہر کیف امتناع کذب پر پہلی دلیل یہ ہے کہ

Marfat.com

فیما تواتر من اخبار الانبیاء علیهم السلام الثابت صدقهم بدلالة معجزات من غیر توقف علی ثبوت کلام الله تعالی فضلا عن صدقه واما ثالثا فان الکذب نقص باتفاق العقلاء وهو علی الله تعالی محال لما فیه من اماوة العجز والجهل والعبث واما رابعا فلانه لو اتصف فی الازل بالکذب فی خبر ما۔ لامتنع صدقه فیه لان ما ثبت قدمه امتنع عدمه لکنا نعلم بالضرورة ان من علم النسبة لا یمتنع علیه ان یخبر عنها علی ما هی علیه۔

اجماع علماء سے کذب محال ہے دوسری یہ کہ اخبار انبیاء علیہم السلام سے تواتر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے اور ان اخبار کا صدق معجزات سے ثابت ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے حتیٰ کہ دور لازم آئے تیسری یہ کہ کذب کے نقص ہونے پہ تمام عقلاء کا اتفاق ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پہ محال ہے چوتھی یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ازل میں کذب سے متصف ہوتا تو اس کا صدق ممتنع ہو جاتا کیونکہ ازلی وصف قدیم ہوتا ہے اور قدیم پہ عدم ممتنع ہے۔ حالانکہ ہم بداہتہً جانتے ہیں کہ جو کسی نسبت کو جانتا ہو اس کے لئے اس کے مطابق خبر دینا ممتنع نہیں ہے۔

(شرح مقاصد ج ۲ ص ۱۰۴)

ومن اصدق من الله حدیثا

لا احد اصدق منه فی اخباره ووعده ووعیده لاستحالة الکذب علیه تعالی (تفسیر مدارک)

یعنی اللہ تعالےٰ سے کوئی شخص نہ وعدہ میں سچا ہے نہ وعید میں کیونکہ اللہ تعالےٰ پر کذب محال ہے۔

علامہ بیضاوی اسی آیت کے فرماتے ہیں۔

انکار ان یکون احد اکثر صدقا منه فانه لا یتطرق الکذب الی خبره بوجه لانه نقص وهو علی الله محال۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر میں کذب کسی طرح راستہ نہیں پا سکتا اس لئے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ

Marfat.com

(انوار التنزیل) پر محال ہے)

علامہ خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولا یجوز علیہ الکذب — اللہ تعالیٰ کے لئے کذب ممکن نہیں ہے۔

علامہ اسماعیل فرماتے ہیں۔

لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ — کذب اللہ تعالیٰ کی خبر کی طرف راستہ نہیں پاسکتا

لانہ نقص وھو علی اللہ محال۔ — کیونکہ وہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالےٰ

(تفسیر روح البیان) پر محال ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں۔

والکذب علیہ محال۔ — کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۱۳)

فاضل سیالکوٹی فرماتے ہیں۔

الکذب فی کلامہ تعالیٰ — اللہ تعالےٰ کے کلام میں کذب بالاجماع

باطل بالاجماع۔ — باطل ہے۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۲۰۱)

امام ابن ہمام فرماتے ہیں۔

یستحیل علیہ صفات النقص — اللہ تعالیٰ پر صفات نقص محال ہیں مثل جہل

کالجھل والکذب (مسایرہ ص ۳۹۳) — اور کذب کے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رح فرماتے ہیں۔

واعلم ان اھل الملل اجمعوا علی — جان لو کہ تمام اہل مذاہب کا اس بات پر اجماع

ان الکذب من اللہ سبحانہ محال — ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا کذب محال

(نبراس ص ۲۱۹) — ہے۔

محال عقلی یا محال عادی

استحالہ کذب پر علماء اسلام کی بیشمار تصریحات موجود ہیں۔ ہم نے ان میں سے چند عبارات

Marfat.com

پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ مکذبین سے جب کچھ نہیں بن پڑتا۔ تو یہ کہتے ہیں کہ ان عبارات میں محال سے مراد محال عقلی نہیں۔ بلکہ محال عادی ہے اور وہ کذب کے جواز اور امکان کے منافی نہیں ہے۔ لہذا امکان کذب کی نفی ثابت نہیں ہوئی

الجواب۔ اولاً تو محال کا معنی متبادر محال بالذات اور محال عقلی ہے اور الفاظ میں اصل یہی ہے کہ ان کو معانی متبادرہ پر محمول کیا جائے۔

ثانیاً محال کا معنی محال بالغیر کرنا بوجہ خلاف اصل ہونے کے محتاج الی القرینہ ہے اور جب عبارت میں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے، نہ حالی نہ مقالی۔ تو اس کو مجاز پر محمول کرنا قطعاً باطل ہے۔ پس جن عبارتوں میں مطلقاً محال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یقینی طور پر محال عقلی ہے۔

ثالثاً۔ یہ کہ یہاں محال سے مراد محال عقلی ہونے پر تصریحات موجود ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے فواتح الرحموت سے نقل کر چکے ہیں۔

رابعاً۔ جو دلائل ہم نے کتب کلامیہ سے نقل کئے ہیں۔ ان کا مطلب محال عقلی ہے۔ نہ کہ محال عادی۔ دیکھئے شرح مقاصد جلد ۲ ص ۱۰۴۔ شرح مواقف ص ۶۰۲ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۱۔

خامساً۔ اس شبہ کی اس وقت کوئی حیثیت ہو سکتی تھی۔ جب کتب کلامیہ اور تفاسیر میں وقوع کی نفی کی جاتی، لیکن جب کہ کتب کلامیہ اور تفاسیر میں امکان اور جواز کی نفی کی ہے تو ثابت ہوا کہ کذب باری محال عقلی اور ممتنع بالذات ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے وہ عبارات لاتے ہیں جن میں جواز اور امکان کی نفی پر روشن تصریح موجود ہے۔

علامہ جلال الدین دوانی فرماتے ہیں۔

ولا یصح علیہ الجہل ولا الکذب	اللہ تعالیٰ کیلئے نہ جہل ممکن ہے نہ کذب

(شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۴۸)

نیز فرماتے ہیں۔

Marfat.com

الکذب نقص والنقص علیه محال فلا یکون من الممکنات ولا یشمله القدرۃ۔ (شرح عقائد جلالی ج۲ ص ۶۲)

کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نہ تو کذب ممکن ہے اور نہ اسکو قدرت الٰہی شامل ہے۔

علامہ خازن فرماتے ہیں۔

ولا یجوز علیہ الکذب

کذب اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن اور جائز نہیں

(تفسیر خازن ج۱ ص ۲۷۸)

امام رازی فرماتے ہیں۔

فاذا جوز علیہ الخلف فقد جوز الکذب علی اللہ وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفراً

جب اللہ تعالیٰ پر خلف جائز رکھا گیا تو اس پر کذب جائز رکھا گیا اور یہ عظیم خطا ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔

(تفسیر کبیر ج۳ ص ۲۹۲)

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

الصحیح ان الدعا بالمغفرۃ للمشرکین کفر لعدم جوازہ عقلاً وشرعاً (ملخصاً) (رد المختار ج۱ ص ۴۸۸)

صحیح یہ ہے کہ مشرک کے لئے مغفرت کی دعا کرنا کفر ہے کیونکہ مشرک کی مغفرت نہ عقلاً ممکن ہے نہ شرعاً۔

واضح رہے کہ مشرک کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب کو مستلزم ہے جب مغفرت مشرک محال عقلی ہوئی تو کذب بھی محال عقلی ہوا۔ کیونکہ مستلزم محال ہوتا ہے۔

بحمد اللہ العزیز ہم نے تصریحات علماء اہلسنت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب عقلاً ممکن نہیں اور محال بالذات ہے، لہذا ثابت ہوا کہ باقی عبارتوں میں بھی محال سے مراد محال بالذات ہے۔

قارئین کرام ہم نے امتناعِ کذب کو نصوص قطعیہ اقوالِ مفسرین اور اجماع اہل ملل سے ثابت کر دیا۔ اس کے برعکس اہل دیوبند کے پاس امکان کذب

Marfat.com

کے عقیدہ پر نہ کوئی نص قطعی ہے اور نہ مستند اکابر اسلام میں سے کسی کا صاف اور صریح قول لے دے کے وہ عموم قدرت اور خلف وعید سے لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ اور ہم سطور ذیل میں انشاء اللہ العزیز ان کی تمام غلط فہمیاں دور کر دیں گے۔

عموم قدرت سے دیابنہ کو دھوکا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ علی کل شئ قدیر

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ مکذبین کہتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اپنے جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے چلئے امکان کذب ثابت ہوگیا۔

الجواب۔ علامہ بیضاوی اس آیت کے تحت شئ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای شئ وجودہ وما شاء اللہ وجودہ فہو موجود فی الجملۃ وعلیہ قولہ تعالیٰ ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ اللہ خالق کل شئ فہما علی عمومہما بلا مثنویۃ و المعتزلۃ۔ لما قالوا الشئ ما یصح ان یوجد وہو یعم الواجب الممکن او ما یصح ان یعلم ویخبر عنہ فیعم الممتنع ایضا لزمہم التخصیص فی الموضعین بدلیل العقل۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۸)

شئ کا معنی ہے جس کا وجود چاہا گیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے پس وہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں موجود ہوجاتی ہے اور اسی معنی پر اللہ تعالیٰ کا قول ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ اللہ خالق کل شئ مبنی ہے! ور اس معنی کے لحاظ سے شئ کا لفظ اپنے عموم پر باقی رہے گا۔ بخلاف معتزلہ کے انہوں نے شئ کا معنی کیا جس کا ہونا صحیح ہو۔ اور یہ واجب کو بھی شامل ہے یا انہوں نے اس کا معنی کیا جس کا جاننا صحیح ہو۔ اور یہ ممتنع کو بھی شامل ہے پس دونوں آیتوں میں معتزلہ کو شئ میں ممکن کیساتھ تخصیص کرنا پڑی۔

علامہ بیضاوی کی اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔ وہ فی الجملہ موجود ہوگی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

اپنے کذب پر قدرت مانی جائے۔ تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کذب کسی نہ کسی مرتبہ میں موجود ہو۔

ثانیاً اگر یہ مان لیا جائے کہ جس چیز کے پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا بھی ممکن ہے۔ تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالےٰ کا سیاہی اور سفیدی کے ساتھ متصف ہونا بھی ممکن ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ ممکن ہے۔ محمود حسن صاحب کی طرح سرفراز صاحب بھی کہہ دیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کا تمام قبائح کے ساتھ اتصاف جائز ہے۔ تو سیاہی اور سفیدی کے ساتھ بھی موصوف ہونا جائز ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ جواباً گذارش ہے کہ آپ کی جان پھر بھی نہیں چھوٹتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو موت کے پیدا کرنے پر بھی قدرت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے حیات اور موت کا خالق ہے اور جب آپ کے نزدیک قدرت علی الکذب کی وجہ سے خدا کا کذب ممکن ہے تو لازم آئے گا کہ قدرت علی الموت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی موت بھی ممکن ہو۔ اور جس کی موت ممکن ہو۔ اس کا وجود واجب نہیں ہوتا۔ پس لازم آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود نہ رہے۔ اور جس کا وجود واجب نہ ہو۔ وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ کو اس سے کیا۔ آپ امکان کذب سے انکار کیجئے۔ چاہے خدا کی خدائی سے انکار ہو جائے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سرفراز صاحب! ضد جانے بھی دیجئے اور اللہ تعالیٰ کے وجوب صدق پر ایمان لا کر امکانِ کذب سے توبہ کیجئے۔

خلف وعید میں اہل دیوبند کا مغالطہ

عموماً اہل دیوبند خلف وعید سے یا تو خود مغالطہ کھاتے ہیں یا جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ حقیقت خواہ کچھ ہو۔ بہر حال ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عصاۃ کو عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے! اور بعض اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان کو عذاب نہ دے باوجود وعید کے عدم عذاب پر قدرت بعینہٖ کذب پر قدرت ہے۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ امکان

Marfat.com

کذب ثابت ہو گیا۔ یہ ہے وہ خلف وعید جس سے دیوبندی امکان کذب ثابت کرتے ہیں۔ دیوبندوں نے اس استدلال ہیں جو مغالطہ کھایا ہے اسے زائل کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ خلف وعید کی تحقیق کریں تاکہ حق اپنے جمیع پہلوؤں کے ساتھ واضح ہو جائے۔

اہل سنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کے سوا سب کچھ بخش دے گا جس کے لئے چاہے کہ صاحب گناہ کبیرہ جو بغیر توبہ کے مر گیا ہو۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ بخش دے گا معتزلہ نے اس کا انکار کیا کیونکہ گنہ گاروں کے بارے میں قرآن کریم میں آیات وعید موجود ہیں۔ اور اگر گنہ گاروں کی بخشش بلا توبہ مان لی جائے تو ان آیات کا خلاف لازم آئے گا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ لا یغفر ان یشرك به الی ان قال و یغفر ما دون ذالك لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبة او بدونها خلافا للمعتزلة (شرح عقائد نسفی ص ۸۰)	اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے سوا سب کچھ بخش دے گا۔ خواہ صغیرہ گناہ ہوں یا کبیرہ۔ توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔

اب اہل سنت پر یہ اعتراض باقی رہا کہ جب صاحب گناہ کبیرہ کی مغفرت مان لی تو ان آیات کا خلاف لازم آ گیا۔ جن میں گنہ گاروں کی وعید بیان کی گئی ہے پس اہل سنت ماتریدیہ نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ خلاف تب لازم آتا۔ اگر آیات وعید اپنے عموم پر ہوتیں یعنی ہر گنہ گار کو عذاب ہو گا۔ حالانکہ وہ آیات اپنے عموم پر نہیں ہیں، بلکہ آیات عفو ان کی مخصص ہیں پس آیات عفو اور آیات وعید دونوں کے محل علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ یعنی بعض گنہ گاروں کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ اور بعض کو بخش دے پس کسی تعارض لازم نہیں آیا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

وقد کثرت النصوص فی العفو فیخصص المذنب المغفور عن عمومات الوعید۔ (شرح عقائد نسفی ص ۸۱)

اور عفو میں کثیر نصوص وارد ہیں پس جو گنہ گار بلا توبہ بخشے جائیں گے۔ ان کی آیات وعید سے تخصیص کرلی جائے گی۔

اور بعض اشاعرہ نے اس کے جواب میں کہا کہ جسے عذاب کی دھمکی دی جائے اور پھر بعد میں اس کو سزا نہ دی جائے تو یہ محض کرم ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ گنہ گاروں کو معاف کردے گا۔ اور اگر آیاتِ وعید کا خلاف واقع ہو جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ خلف وعید بوجہ کرم ہونے کے جائز ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

وزعم بعضھم ان الخلف فی الوعید کرم فیجوز من اللہ تعالیٰ۔ (شرح عقائد نسفی ص ۸۱)

اور بعض لوگوں (اشاعرہ) نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ خلف فی الوعید کرم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر جائز ہے۔

مکذبین باری سے پہلی گذارش

اس تحقیق سے یہ امر واضح ہوگیا کہ جو لوگ خلف وعید کو مانتے ہیں وہ محض خلف وعید کے امکان کو نہیں مانتے بلکہ اس کو بالفعل مانتے ہیں کیونکہ گنہ گاروں کو مغفرت بالفعل حاصل ہوگی۔ جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔ و یغفر مادون ذالك لمن یشاء من الصغائر والکبائر مع التوبہ او بدونہا اللہ تعالیٰ شرک کے ماسوا تمام گنہ بخش دے گا خواہ گنہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اشاعرہ کے نزدیک خلف وعید گنہ گاروں کی مغفرت پر مترتب ہے پس چونکہ یہ مغفرت بالفعل ہے۔ تو خلف وعید جو اس پر مترتب ہے۔ وہ بھی بالفعل ہوگا اور آپ چونکہ کذب کو خلف وعید کا لازم سمجھتے ہیں۔ پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب بالفعل واقع ہو۔ اور خدا بالفعل جھوٹا ہو (العیاذ باللہ) بس اب دیوبندیوں سے گذارش ہے کہ اگر وہ کذب کو واقعی خلف وعید کی فرع

Marfat.com

سمجھتے ہیں تو امکان کا پیوند لگا کر لوگوں کو دھوکا نہ دیں۔ بلکہ صاف طور پر خدا کو بالفعل کاذب کہا کریں۔

مکذبین سے دوسری گذارش

احناف ماتریدی مذہب رکھتے ہیں اور شوافع نے اشعری مذہب کو اختیار کیا ہے۔ اب ہم دیوبندی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ جب وہ اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں تو انہوں نے خلف وعید کے مسئلہ میں حنفیوں کے ماتریدی مذہب چھوڑ کر شافعیوں کے اشعری طریقہ کو کیوں اختیار کیا۔ کیا اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ انہیں اپنی کم فہمی سے بعض اشاعرہ کے مذہب میں کذب کا چور دروازہ نظر آگیا تھا۔

خلف وعید پر محققین کا رد

ماتریدیہ اور محققین اشاعرہ نے خلف وعید کو رد کر دیا ہے۔ کیونکہ آیات وعید کا خلاف ماننا اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنا اور بالفعل قول بالکذب کرنا ہے۔ کیونکہ خلف وعید پر اللہ تعالیٰ کا کلام بالفعل کاذب ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی اشعری فرماتے ہیں۔

المحققون علی خلافہ کیف و ھو تبدیل للقول وقد قال اللہ تعالیٰ وما یبدل القول لدی۔ (شرح عقائد ص ۸۱)	اور محققین نے خلف وعید کا انکار کیا کیونکہ خلف وعید میں اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

اور امام فخر الدین رازی اشعری فرماتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ تعالیٰ عہدہ یدل علی انہ سبحانہ منزہ عن الکذب فی وعدہ ووعیدہ قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ محال وقالت	اللہ تعالیٰ کا قول فلن یخلف اللہ عہدہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ اپنے وعدہ اور وعید دونوں میں کذب سے منزہ ہے۔ اہلسنت کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے۔ اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے

Marfat.com

المعتزلة لانه سبحانه عالم بقبح القبيح وعالم بكونه غنيا عنه والكذب قبيح لانه كذب والعالم بقبح القبيح وبكونه غنيا عنه يستحيل ان يفعله فدل على ان الكذب منه سبحانه محال فلهذا قال فلن يخلف الله عهده فان قيل العهد هو الوعد وتخصيص الشئ بالشئ يدل على نفي ما عداه فلما خص الوعد بانه لا يخلفه علمنا ان الخلف في الوعيد جائز ثم العقل يطابق ذالك لان الخلف في الوعد لؤم وفي الوعيد كرم قلنا الدلالة المذكورة قائمة في جميع انواع الكذب	اور معتزلہ کی دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ قبیح کے قبح سے واقف ہے اور قبیح سے غنی ہونے کا بھی عالم ہے اور کذب قبیح ہے اور اس کو اسکی قباحت کا علم بھی ہے اور جو کسی شئ کی قباحت پر مطلع ہو اس کے لئے اسے صادر کرنا محال ہے پس ثابت ہوا کہ کذب اللہ تعالےٰ پر محال ہے ۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ عہد وعدہ کو کہتے ہیں ۔ اور نفی وعدہ کی تخصیص اس پر دلالت کرتی ہے کہ وعید میں خلف جائز ہے اور عقل بھی اس کی مؤید ہے ۔ کیونکہ وعدہ میں خلف قبیح ہے ۔ وعید میں خلف کرم ہے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ اس قسم کی دلالت سے تمام اقسام کے کذب اللہ تعالیٰ پر جائز قرار پائیں گے ۔
(تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۳۸۳)	

اور تمت کلمت ربک صدقا وعدلا کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔

من صفات كلمة الله كونها صدقا وعدلا والدليل عليه ان الكذب نقص والنقص على الله محال الى ان قال واعلم ان هذا الكلام كما يدل على ان الخلف في وعد الله تعالى محال فهو ايضا يدل على ان الخلف في وعيده محال بخلاف ...	اللہ تعالےٰ کے کلمات کی صفت صدق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے ۔ اور یہ کلام جس طرح خلف وعید کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ اسی طرح خلف وعید کے استحالہ پر بھی دلالت کرتا ہے بخلاف واحدی کے ۔

ما قال الواحدی ۔

Marfat.com

فی تفسیر قولہ تعالیٰ ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا ان الخلف فی وعید اللہ جائز وذالک لان وعد اللہ ووعیدہ کلمۃ اللہ فلما دلت ہذہ الایۃ علی ان کلمۃ اللہ یجب کونہا موصوفۃ بالصدق علم ان الکذب کما انہ ممتنع فی الوعد کذالک ممتنع فی الوعید (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۳۴)

کیونکہ اس نے ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جہنم خالدًا فیہا کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی وعید میں خلف جائز ہے اور واحدی کا قول اسلئے غلط ہے کہ وعد اور وعید دونوں اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں! اور جب اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ کلمات اللہ کا صدق واجب ہے تو جس طرح وعد کا خلف ممتنع ہے اس طرح وعید کا خلف بھی ممتنع قرار پائے گا۔

نیز امام رازی ومن یقتل مؤمنًا متعمدًا کے تحت واحدی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لان الوعید قسم من اقسام الخبر فاذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ وہذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالیٰ منزہ عن الکذب ولانہ اذا جوز الکذب علی اللہ فی الوعید لاجل ما قال ان الخلف فی الوعید کرم فلم لا یجوز الخلف ایضا فی وعید الکفار وایضا اذا جاز الخلف فی الوعید لغرض الکرم فلم لا یجوز الخلف فی القصص والاخبار لغرض المصلحۃ

وعید خبر کی ایک قسم ہے پس جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی خبر میں خلف کو جائز مانا گیا تو اللہ تعالیٰ پر کذب کو جائز مانا گیا اور یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ قریب بہ کفر ہے کیونکہ تمام عقلاء کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کذب سے منزہ ہے اور نیز جب کرم کی بناء پر وعید مؤمنین میں خلف جائز رکھا گیا ہے تو پھر وعید کفار میں خلف کیوں جائز نہیں۔ مزید برآں یہ کہ جب کرم کی بناء پر وعید میں خلف جائز ہے۔ تو مصلحت کی بنا پر قصص اور اخبار میں خلف کیوں جائز نہیں

Marfat.com

ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القرآن وکل الشریعۃ۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی جرأت قرآن بلکہ تمام شریعت میں طعن کا دروازہ کھولتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۹۲)

مکذبین سے تیسری گذارش

بعض اشاعرہ کے قول خلف وعید کو باعتبار ظاہر کے محققین اہلسنت نے رد کر دیا ہے۔ پس اب مکذبین سے گذارش ہے کہ آپ نے اس باطل اور مردود قول پر اپنے مسلک کی عمارت قائم کر کے کیا اہل فہم کو یہ سوچنے کا موقعہ نہیں دیا کہ جس مذہب کی بنیاد ہی فاسد ہے اس کی عمارت کے فساد کا کیا عالم ہوگا۔

کیا اشاعرہ امکان کذب کے قائل ہیں

اس تحقیق سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ بعض اشاعرہ نے جو خلف وعید کا قول کیا ہے۔ اس کو جمہور اہل سنت نے رد کر دیا۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا جن اشاعرہ نے خلف وعید کا قول کیا۔ وہ قول بالکذب بھی کرتے ہیں جس طرح مولوی انبیٹھوی۔ مولوی گنگوہی اور مولوی محمود حسن صاحب اور تمام وہابی دیوبندی مکذبین نے اپنی جہالت سے سمجھا کہ یہ مسئلہ تو قدماء میں مختلف فیہ ہے اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔ پس ہم واشگاف الفاظ میں یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں کذب کے محال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

دیکھئے کمال الدین بن ابی شریف جو اشعری المذہب فرماتے ہیں۔

لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرھم فی ان کل ما کان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص فی حق العباد الیٰ ان قال فھو مستحیل فی حقہ عزوجل۔

اشعریہ اور ان کے غیر کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ شئے جو بندوں کے حق میں وصف نقص ہو وہ اللہ تعالےٰ پر محال ہے اور کذب بندوں کے حق میں وصف نقص ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

Marfat.com

(مسامرہ ص ۲۰۶)

مسامرہ کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں امتناع کذب کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب خلف وعید کے مسئلہ پر انہیں قول بالکذب لازم کیا گیا۔ تو انہوں نے کذب سے اپنی برأت کا اظہار کیا اور کہا کہ آیات وعید انشاء تخویف پر محمول ہیں اور انشاء میں صدق و کذب کا احتمال نہیں ہوتا۔ پس خلف وعید سے کذب لازم نہیں آتا۔

بعض محققین نے اور جواب دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات وعید اصرار عدم توبہ یا عدم عفو یا مشیت کے ساتھ عند اللہ متقید ہیں۔ یعنی جس آیت میں گنہ گار کو عذاب دینے کی وعید کی گئی ہے اس کے بعد شرط محذوف ہے مثلاً میں گنہ گار کو ضرور عذاب دوں گا۔ اگر اس کو معاف کروں یا اگر چاہوں تو یا اگر وہ توبہ نہ کرے اور معصیت پر مصر رہے۔ پس اب اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر کے عذاب نہ دے یا اپنی مشیت یا اس کی توبہ کی وجہ سے عذاب نہ دے۔ تو اس کے کلام کا خلاف لازم نہیں آیا۔ البتہ ظاہری اور صوری طور پر اسے خلف وعید کہا گیا ہے۔ کیونکہ کلام میں شرط کا ذکر نہیں۔ اور علماء محققین نے شرط کے حذف کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر شرط کو کلام میں صراحتہً ذکر کر دیا جاتا تو گنہ گار گناہوں پر دلیر ہو جاتے۔ اب ہم آپ کے سامنے اپنے اس بیان کی تائید میں علماء محققین کی عبارات پیش کرتے ہیں۔

دیکھئے مشہور اصولی علامہ محب اللہ بہاری اپنی شہرہ آفاق تصنیف مسلم الثبوت پر واجب کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

وقیل ما اوعد بالعقاب علی ترکہ ولا یخرج العفو لان الخلف فی الوعید جائز دون الوعد وبان یعاد اللہ تعالیٰ خبر فہو صادق	اور بعض لوگوں نے واجب کی تعریف میں کہا۔ کہ واجب وہ فعل ہے جس کے فعل پر عذاب پایا جائے اور عفو اس تعریف سے خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلف وعید جائز ہے

Marfat.com

قطعا و تجویز کونه انشاء للتخویف کما قیل عدول عن الحقیقة بلا موجب علی انه مثله تجری فی الوعد فینسد باب المعاد اقول لو تم دل علی بطلان العفو مطلقا ذالکلام فی خروجه بعد تسلیم وجوده فلا بد ان یقال ان الایعاد فی کلامه تعالیٰ مقید بعدم العفو۔

(مسلم الثبوت ص ۴۶)

اور یہ جواب مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وعید قطعی طور پر خبر ہے پس وہ یقیناً صادق ہوگی اور بعض لوگوں نے جو وعید کو انشاء تخویف پر محمول کیا ہے وہ بغیر کسی موجب کے حقیقت سے عدول کرنا ہے علاوہ ازیں ان کی یہ تقریر وعد میں بھی جاری ہو سکتی ہے پس معاد کا دروازہ بند ہو جائے گا بلکہ میں کہتا ہوں کہ انشاء کی تقدیر پر تو عفو بالکلیہ باطل ہو جائیگا اور کلام اسمیں ہے کہ عفو باوجود متحقق ہونے کے واجب کی اس تعریف سے خارج ہو جاتا ہے پس ضروری ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں آیات وعید عدم کیساتھ متقید ہیں

خلف وعید سے جو بظاہر کذب لازم آتا ہے اس کے علامہ محب اللہ بہاری نے دو جواب دیئے ہیں، ایک آیات وعید کو عدم عفو سے متقید کر کے۔ دوسرا ان آیات کو انشاء تخویف پر محمول کر کے پھر دوسرے جواب پر یہ اعتراض قائم کیا کہ یہ آیات اخبار ہیں اور اخبار کو بلا موجب انشاء پر محمول کرنا عدول عن الحقیقہ ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح تو کوئی آیات وعد کو بھی انشاء ترغیب پر محمول کر سکتا ہے۔ علامہ بحر العلوم لکھنوی نے فواتح الرحموت میں اس اعتراض کا جواب دے کر انشاء تخویف والے جواب کی تصویب فرمائی ہے۔

فرماتے ہیں۔

فالحق ان الموجب للعدول متحقق وهو ثبوت جواز العفو لاهل الکبائر الغیر المشرک و ثبوتا قطعیا جلیا مثل الشمس علی نصف النهار فلا بد من العدول عن

حق یہ ہے کہ حقیقت سے عدول کرنے کا موجب متحقق ہے اور وہ اہل کبائر کیلئے جواز عفو کا ثبوت ہے اور یہ ثبوت مثل آفتاب نیم روز کے قطعی اور یقینی ہے پس غیر کفار کی وعیدات میں ظاہر سے عدول کرنا

Marfat.com

الظاهر فی الوعیدات التی لغیر الکفرة فامایا لتقیید اوجعله لانشاء التخویف واما الوعد فلاموجب فیه فیبقی علی الحقیقة

(فواتح الرحموت ص ۲۳)

ضروری ہوا۔ پس یا تو آیات کو مقید کیا جائے گا یا ان کو انشاء تخویف پر محمول کیا جائے گا۔ رہا وعد تو اس میں چونکہ حقیقت سے عدول کرنے کا کوئی موجب نہیں تو وہ اپنی حقیقت پر رہے گا۔

علامہ محقق جلال الدین رقم طراز ہیں۔

قلت ان حملت ایات الوعید علی انشاء التهدید فلاخلف لانه حینئذٍ لیس خبرًا بحسب المعنیٰ وان حمل علی الاخبار کما هو الظاهر فیمکن ان یقال بتخصیص المذنب المغفور عن عمومات الوعید بالدلائل المفصلة ولاخلف علی هذا التقدیر ایضا فلا یلزم تبدیل القول واما اذا لم یقل باحد هذین الوجهین فیشکل التفصی عن لزوم التبدیل والکذب اللّٰهم الا ان یحمل آیات الوعید علی استحقاق ماوعد به لاعلی وقوعه بالفعل وفی الآیة المذکورة اشارة الی ذالك حیث قال فجزاؤه جهنم خالدًا فیها۔

(شرح عقائد دوانی ج ۲ ص ۶۳)

میں کہتا ہوں اگر آیات وعید کو انشاء تخویف پر محمول کیا جائے تو خلف لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ اس وقت معنوی طور پر خبر نہیں ہوں گی اور اگر ظاہر کے اعتبار سے انہیں اخبار پر ہی محمول کیا جائے تو پھر یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض کے قبیل سے ہیں اور دوسرے دلائل کی وجہ سے عمومات وعید سے مذنب مغفور کی تخصیص کر لی جائیگی اور اگر یہ دونوں توجیہیں نہ کی جائیں۔ تو لزوم کذب اور خلف سے چھٹکارا مشکل ہے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ آیات وعید میں سزا کے وقوع کی خبر دینا مقصود نہیں بلکہ سزا کا استحقاق بیان کرنا مقصود ہے (یعنی کسی شخص نے گناہ کیا تو وہ اس سزا کا مستحق ہے نہ کہ اسے یہ سزا ملے گی پس عفو کی تقدیر پر کذب لازم نہیں آئیگا) چنانچہ آیہ کریمہ فجزاؤہ جہنم خالدًا فیہا میں اس کا اشارہ موجود ہے۔

Marfat.com

علامہ محقق شرح عقائد دوانی اس بحث میں نیز فرماتے ہیں ۔

والوجه فی دفعه ان آیات الوعید مشروطة بشروط معلومة من الآیات الاخر والاحادیث منها الاصرار وعدم التوبة ومنها عدم عفوه تعالی فیکون فی قوة الشرطیة فلا یلزم الکذب اصلا۔

اور اس اشکال کا رفع اس طرح ہے کہ آیات وعید مشروط کے ساتھ مقید ہیں جو دوسری آیات اور احادیث سے معلوم ہیں مثلاً اصرار۔ عدم توبہ اور عدم عفو وغیرہ اور یہ اخبار قضایا شرطیہ کی قوت میں ہیں پس انتفاء شرط کی تقدیر پہ انتفاء مشروط (عقاب) اصلا کذب کو مستلزم نہیں ہے ۔

(شرح عقائد دوانی ج ۲ ص ۴۹)

شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ۔

وبعضے برایں اند کہ خلاف در وعدہ و وعید او قطعاً نرود والا کذب اخبار او لازم آید تعالی عن ذالک جوابش آنست کہ بقرینہ اقتضاء کرم در اخبار وعید شرط مشیت مقدر بود اگرچہ تصریح بداں نکردہ باشد و خبر وعد حتماً مقتضیا باشد و آیات و احادیث کہ دریںجا تصریح بمشیت وقوع یافتہ است نیز قرینہ آں تواند بود یا خود مراد از اخبار وعید استحقاق عذاب است نہ وقوع بالفعل یا مراد بداں انشاء وعید است نہ حقیقت اخبار پس کذب

اور بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ وعدہ اور وعید کا خلاف قطعاً ممکن نہیں ورنہ اخبار میں کذب لازم آئے گا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اقتضاء کرم کے قرینہ سے وعید مشیت کے ساتھ مشروط ہے اور وعدہ کی خبر یقینی طور پہ پوری ہو اور جن آیات و احادیث میں مشیت کی تصریح ہے وہ نیز اس امر پہ قرینہ ہیں یا پھر آیات وعید میں وعید سے مراد سزا کا استحقاق ہے ۔ نہ کہ سزا کا وقوع اور فعلیت اور یا آیات وعید انشاء تخویف پہ محمول ہیں اور حقیقت میں

Marfat.com

تبدیل لازم نہ آید۔
(تکمیل الایمان ص ۴۳)

اخبار نہیں ہیں حتیٰ کہ کذب یا تبدیل لازم آئے۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں

واقول لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبرہ بوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیۃ وان لم یصرح بذالک بخلاف الوعد فلا کذب ولا تبدیل۔

میں کہتا ہوں کہ شاید بعض اشاعرہ کی مراد یہ ہے کہ کریم جب کسی سزا کی خبر دیتا ہے تو اس کی شان کے لائق یہ ہے کہ اس سزا کو اپنی مشیت پر موقوف کر دیتا ہے اگرچہ اس شرط کی تصریح نہیں کرتا۔ بخلاف وعد کے پس نہ کذب لازم آیا اور نہ تبدیلی۔

(حاشیہ الخیالی ص ۱۴۶)

اور علامہ عبد العزیز پرہاروی اشاعرہ کی طرف سے لزوم امکان کذب کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

معنی قولہم الخلف فی الوعید کرم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فلا یبعد من کرمہ ان یحلقہ بالمشیۃ وان لم یصرح بھا لئلا یغتر بھا العاصی اما اذا اخبر بالوعد فاللائق بحالہ الابقاء والانجاز وقال فی قوۃ القلوب روینا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وعدہ اللہ علی عمل ثوابا فھو منجز لہ ومن اوعدہ علی عملہ فھو فیہ بالخیار

اشاعرہ نے جو کہا ہے کہ خلف وعید کرم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کریم جب کسی سزا کی خبر دیتا ہے تو اس کے کرم سے بعید نہیں کہ وہ اس سزا کو اپنی مشیت پر موقوف کر دے اگرچہ وہ اس تعلیق کی تصریح نہیں کرتا تاکہ عاصی معصیت پر دلیر نہ ہو جائے۔ لیکن جب وہ کسی انعام کی بشارت دیتا ہے تو اس کی شان کے لائق ابقاء اور پورا کرنا ہے۔ قوت قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے تو اسکو پورا فرماتا ہے اور جس کو کسی عمل پہ سزا کی خبر دیتا ہے تو اس

Marfat.com

(نبراس ص ۳۶۶) میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے ۔

علامہ بیضاوی اور شیخ ابوسعود اپنی تفسیروں میں لا یخلف اللہ المیعاد کے تحت فرماتے ہیں ۔

واستدل بہ الوعیدیۃ واجیب بان وعید الفسق مشروطۃ بعدم العفو لدلائل مفصلۃ کما ھو مشروطۃ بعدم التوبۃ وفاقا ۔

اس آیت سے وعیدیہ نے وعید لازم ہونے پر استدلال کیا اور اس کا جواب یہ ہے کہ فساق کی وعید دلائل مفصلہ کی بنا پر عدم عفو کے ساتھ مقید ہے جس طرح وہ عدم توبہ کے ساتھ بالاتفاق مقید ہیں ۔

اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں ۔

فاما قولك لو لم یفعل لصار کاذبا ومکذبا لنفسہ فجوابہ ان ھذا انما یلزم لو کان الوعید ثابتا جزما من غیر شرط و عندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللہ تعالیٰ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۶۰۹)

بہر حال تیرا یہ قول کہ اگر اللہ تعالیٰ فاسق کو عذاب نہ دے تو وہ کاذب ہو جائے گا ۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت لازم آتا ہے جبکہ وعید جزماً ثابت ہوتی ہے اور کسی شرط پر موقوف نہ ہوتی اور میرے نزدیک تمام آیات وعید عدم عفو کے ساتھ مختص ہیں پس ترک عذاب سے اللہ تعالیٰ کے کلام کا کاذب ہونا لازم نہیں آتا ۔

خلف وعد کی بحث میں ہم نے جو عبارات پیش کی ہیں اور ان سے جو جوابات مستنبط ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عفو کی تقدیر پر آیات وعید کا خلاف لازم نہیں آتا اور یہ اس لئے ہے کہ یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض ہیں ۔

ثانیاً :- اس لئے کہ یہ آیات عدم عفو وغیرہ سے مقید ہو کر قضایا شرطیہ کی قوت میں ہیں ۔

ثالثاً ۔ اس لئے کہ یہ انشا تخویف پر محمول ہیں ۔

Marfat.com

رابعاً۔ اس لئے کہ ان آیات میں وقوع عقاب کی خبر نہیں۔ بلکہ استحقاق عقاب کی خبر ہے۔ اور ان چاروں جوابوں کو ہم نے بکثرت علماء کے حوالوں سے پیش کیا ہے اور بیشتر علماء کی عبارات کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔

مکذبین سے چوتھی گذارش

سطور گذشتہ میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ خلف وعید اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے مردود ہے اور خلف وعید سے جو معنی بعض اشاعرہ نے لیا ہے۔ وہ نہ کذب کا عین ہے اور نہ کذب کو مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ خلف وعید کو انشاء تخویف پر محمول کرتے ہیں اور انشاء صدق و کذب کا احتمال نہیں رکھتا اور اہلسنت ماتریدیہ نے آیات وعید کو عدم عفو یا مشیئت کے ساتھ متقید کیا ہے اور اس طور پر صرف ظاہراً اور صورۃً خلف وعید رہ جاتا ہے۔ اور یہ نہ کذب کا عین ہے نہ اس کو مستلزم ہے۔ پس دیوبند کے اہل علم پر عقل انگشت بدنداں ہے۔ جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے کہ مسئلہ امکان کذب قدماء میں مختلف فیہ رہا ہے۔ اور امکانِ کذب خلف وعید کی فرع ہے۔

دیکھئے خلیل احمد صاحب اینٹھوی لکھتے ہیں۔

> امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں۔ الی ان قال اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدماء میں مختلف فیہ ہو چکا ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۶)

اور اسی مضمون کو رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی فتاوی رشیدیہ میں بیان کیا ہے اور امکان کذب کو خلف وعید کی فرع قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہم دلائل کثیرہ سے واضح کر چکے ہیں کہ خلف وعید کسی کے مذہب پر بھی نہ کذب کا عین ہے نہ اس کو مستلزم ہے نہ اس پر متفرع ہے۔

Marfat.com

مکذبین سے پانچویں گذارش

ہم سطور سابقہ میں امام رازی سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ امکان اور جواز کذب کا قول قریب بہ کفر ہے۔

دیکھئے امام رازی فرماتے ہیں۔

اما اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ وھذا اخطأ عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا۔

خلف وعید کو جائز رکھنا کذب کو جائز رکھنا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ پہ کذب جائز رکھا اس نے کفر کے قریب قول کیا۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۹۲)

پس مکذبین سے گذارش ہے کہ وہ آنکھوں دیکھتے مکھی نہ کھائیں اور جس چیز کو علماء اہلسنت نے کفر کہا ہے۔ اس کو اپنا عقیدہ نہ بنائیں۔

عموم قدرت اور خلف وعید سے عام طور پر مکذبین اور ابناء بدعت عوام الناس کو مغالطہ دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ ذرا اس پر کھیل کر گفتگو کی جائے۔ اس کے بعد اب ہم سرفراز صاحب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے مغالطہ عامۃ الورود کے قبیل سے تیرہ مغالطہ دیئے ہیں۔ اور بزعم خویش امکان کذب کو ثابت کر لیا ہے۔

سرفراز صاحب کا پہلا مغالطہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک کبیرا (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل) (تنقید متین ص ۱۶۳)

اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر تو نہ پائے اپنے واسطے اس کے لادینے کو ہم پر کوئی ذمہ دار مگر مہربانی سے تیرے رب کی بخشش تجھ پر بڑی ہے۔

Marfat.com

اور اس آیت سے سرفراز صاحب نے مندرجہ ذیل مطلب کشید کیا ہے۔

"نہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے نبوت اور وحی چھینی ہے اور نہ یہ مقام آپ سے چھیننے کا اور کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں لیکن اس بالا مضمون میں یہ امر واضح کر دیا ہے۔ کہ اگر (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ آپ سے یہ مقام چھیننا چاہے تو اس پر قادر ہے۔

(تنقید متین ص ۱۷۴)

اس آیت کریمہ میں نبوت سلب کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ مگر سرفراز صاحب نے جب دیکھا کہ اگر سلب نبوت کا لفظ قرآن میں نہ بڑھایا گیا تو دیوبندی بدعت پیوند زمین ہو جائے گی۔ پس اپنے عقیدہ فاسد کو ثابت کرنے کے لئے سلب نبوت کا چور دروازہ نکال لیا اور اس تحریف کا مقصد ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ

"جب وہ خبر دے چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا قیامت (بلکہ قیامت میں بھی رہے گی) تو اس خبر کے خلاف قدرت تسلیم کرنے سے اس کے کلام میں کذب کا احتمال اور امکان پیدا ہوتا ہے۔" (تنقید متین ص ۱۷۴)

یہ ہے سرفراز صاحب کی سینہ زوری اور ڈھٹائی کیونکہ وہ اپنے ان خیالات میں منفرد ہیں۔ اس لئے اپنی اس جسارت پر وہ اہل علم کی تائید پیش کرنے سے قاصر رہے.... اب ہم اس آیت کے تحت مفسرین کرام کی تفاسیر تفویض قلم کرتے ہیں۔

علامہ ابی السعود اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ولئن شئنا لنذھبن بالذی (اوحینا الیك) من القرآن الذی ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ومنبع للعلوم التی اوتیتموھا وثبتناك	اور اگر ہم چاہیں تو آپ سے اس قرآن کریم کو لے لیں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے جو شفاء ہے اور مومنین کے لئے رحمت ہے اور تمام علوم کا منبع ہے۔ اور ہم نے

Marfat.com

علیہ حین کادوا لیفتنونک عنہ ولولاہ لکدت ترکن الیھم شیئا قلیلا الی ان قال والمراد من الذھاب بہ المحومن المصاحف والصدور۔ (تفسیر ابوسعود)

آپ کو ثابت قدم رکھا جس وقت وہ آپ کو فتنہ میں ڈال رہے تھے! ور اگر ہماری تائید نہ ہوتی تو قریب تھا کہ آپ انکی طرف کچھ مائل ہو جاتے اور قرآن لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو مصاحف اور سینوں سے محو کر دیتا۔

اور امام رازی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

المراد بھذا الاذھاب ازالۃ العلم بہ عن القلوب وازالۃ النقوش الدالۃ علیہ عن المصحف۔

(تفسیر کبیر)

قرآن کریم میں جو لنذھبن بالذی اوحینا وارد ہے۔ اس سے مراد دلوں اور مصاحف سے علوم کو محو کر دینا ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

والمعنی ان شئنا ذھبنا بالقرآن ومحوناہ من المصاحف والصدور۔

(انوار التنزیل)

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو قرآن کو لے جائیں اور اس کو مصاحف اور سینوں سے محو کر دیں۔

جلالین شریف میں ہے۔

ای القرآن بان نمحوہ من الصدور والمصاحف۔

یعنی وحی سے مراد قرآن ہے پس اگر ہم چاہیں تو اس کو صدور و مصاحف سے محو کر دیں۔

ان تفاسیر کے حوالوں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ یہاں پر علوم اور قرآن کو سینوں اور مصاحف سے محو کرنے کا ذکر ہے۔ نہ کہ سلب نبوت کا بیان ہے جس پر سرفراز صاحب نے عقیدہ امکانِ کذب کی بنیاد رکھی ہے۔

سرفراز صاحب کا دوسرا مغالطہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

ام یقولون افتری علی اللہ کذبا

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

Marfat.com

فان یشاء اللہ یختم علیٰ قلبک ویمحو اللہ الباطل و یحق الحق بکلماتہ انہ علیم بذات الصدور۔

سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر اور مٹا دے اللہ جھوٹ کو اور ثابت کر دے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے جو دلوں میں ہے۔

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تیرے دل پر (معاذ اللہ) مُہر لگا دے۔ وحی نبوت بند بلکہ سلب کر لے"

(تنقید متین ص ۱۷۴، ۱۷۵)

سرفراز صاحب نے اس جگہ بھی دل کھول کر قرآن میں تحریف کی ہے اور ترجمہ و تفسیر میں من مانی کاروائی کر کے بزعم خویش یہ ثابت کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی نبوت سلب کرنے پر قدرت کا اظہار فرمایا۔ اور یہ بھی خبر دی ہے کہ قیامت تک آپ کی نبوت باقی رہے گی۔ لہٰذا سلب نبوت کا امکان بعینہٖ کذب کا امکان ہے۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ امکان کذب ثابت ہو گیا۔

الجواب۔ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ سلب وحی یا سلب نبوت کیا جا سکے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے فان یشاء اللہ یختم علیٰ قلبک اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرما دے۔

علامہ جلال الدین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

(فان یشاء اللہ یختم) یربط (علےٰ قلبک) بالصبر علیٰ اذاھم بھذا القول و غیرہ و قد فعل۔

(تفسیر جلالین)

یعنی اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو آپ کے دل پر مشرکین کی نازیبا باتوں پر صبر کی مہر لگا دے تاکہ آپ مشرکین کی نازیبا اور تکلیف دہ باتوں پر صابر ہو جائیں اور بے شک اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل کو ایسا کر دیا۔

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی فرماتے ہیں۔

قال مجاهد ای یربط علی قلبك بالصبر علی اذاهم وعلی قولهم افتری علی الله کذبا لئلا تدخله مشقة بتکذیبهم	مجاہد نے کہا معنی یہ ہے کہ کفار کی اذیتوں پر آپ کے دل کو صابر بنا دے اور ان کے قول افترا علی اللہ کذبا پر تاکہ ان کی تکذیب پر آپ کو مشقت نہ ہو۔

(مدارک التنزیل)

علامہ خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ای یربط علی قلبك بالصبر حتی لا یشق علیك اذاهم وقولهم انه مفتر (لباب التاویل)	یعنی آپ کے دل کو ایسا صابر بنا دے کہ اس پہ کفار کی اذیتیں اور ان کا آپ کو مفتری کہنا شاق نہ گذرے۔

خازن مدارک اور جلالین کی عبارتوں سے بحمداللہ یہ امر واضح ہو گیا کہ نہ سلب نبوت کا خود قرآن میں ذکر ہے اور نہ مفسرین کرام کے اذہان میں یہ ناپاک معنی موجود تھا جسے بنیاد قرار دے کر سرفراز صاحب نے اللہ تعالیٰ کے لئے کذب جیسے نقص کا امکان ثابت کیا ہے۔ بعض مفسرین نے یختم علی قلبك کی اور بھی کئی تفسیریں کی ہیں۔ ہم انہیں بھی پیش کر کے اس مسئلہ کو بالکل بے غبار کر دینا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

استبعاد للافتراء عن مثله بالاشعار علی انه انما یجترئ علیه من کان مختوما علی قلبه جاهلا بربه فاما من کان ذا بصیرة و معرفة فلا وکانه قال ان یشاء الله خذلانك یختم علی قلبك	مشرکین کے اس قول کے جواب میں کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے اللہ تعالیٰ کا فان یشاء اللہ یختم علی قلبك فرمانا ان کے اس افترار کو آپ جیسی شخصیت سے بہت بعید قرار دینا ہے کیونکہ اللہ پہ افترار کرنے کی جسارت تو وہ شخص کر سکتا ہے جس

Marfat.com

لتجرئ بالافتراء علیه و قیل یختم علیٰ قلبک یمسک القرآن او الوحی عنه او یربط علیه بالصبر فلا یشق علیک اذاهم

(انوارالتنزیل)

کے دل پر مہر لگی ہو اور وہ اپنے رب سے جاہل ہو لیکن صاحب معرفت وبصیرت ہو اس سے یہ افتراء صادر ہونا محال ہے پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا کرنا چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا تاکہ آپ اس پر افتراء کرنے اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو آپ سے نزول قرآن یا وحی روک لیتا اور یہ بھی تفسیر کی گئی کہ اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر صبر کی مہر لگا دے۔

اب آپ پورے غور سے علامہ بیضاوی کی نقل کردہ تینوں تفسیروں کو ملاحظہ فرمائیں کسی تفسیر میں بھی سرفراز صاحب کے ناپاک عقیدہ کی گنجائش نہیں ہے پہلی تفسیر میں واضح ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو نبی علیہ السلام اس پر افتراء کرنے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ انبیاء کے کلام میں کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہونا ہے دوسری تفسیر پر معنی یہ ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وحی یا قرآن کو روک لیتا اور امساک وحی یا قرآن امر ممکن ہی نہیں۔ بلکہ حقیقت ثابتہ ہے۔ کئی مواقع پر بیشمار حکمتوں کے پیش نظر وحی روک لی گئی۔ اور تیسری تفسیر کی تفصیل ہم سطور بالا میں کر چکے ہیں پس بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ قرآن شریف کی اس آیت کریمہ میں اس ناپاک عقیدہ کا نام ونشان تک نہیں۔ جسے ثابت کرنے کے لئے سرفراز صاحب نے قرآن میں بزور زیادتی کی اپنی طرف سے الفاظ داخل کئے اور پھر تفسیر بالرای کر کے اپنے لئے آخرت کی مخصوص وادی میں جگہ بنائی۔

سرفراز صاحب کا تیسرا مغالطہ

سرفراز صاحب نے اللہ تعالےٰ کے جھوٹ کو ممکن ثابت کرنے کے لئے تیسری مرتبہ کہا اور قرآن کریم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

Marfat.com

دعا نقل کی جس کے بنیادی الفاظ یہ ہیں ومن عصانی فانک غفور رحیم جو میری نافرمانی کرے تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور اس کا مقصد ان کے الفاظ میں یہ ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ مشرک اور بت پرست کی جس کا خاتمہ کفر پر ہو چکا ہو مغفرت کا کیا سوال ہے ۔ رب العزت کا قطعی فیصلہ جب یہ ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الایہ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کریگا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ۔ تو پھر مشرک کی بخشش کا کیا سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس مضمون میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بت پرستوں کو بھی بخشنا چاہے تو اس کو قدرت ہے ۔ (تنقید متین ص ۱۷۶)

اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کی مغفرت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کے کذب کو مستلزم ہے اور چونکہ یہ مغفرت ممکن ہے ۔ اسلئے اللہ کے کلام ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کا کذب ممکن ہو گیا ۔

اس کلام میں سرفراز صاحب نے انگنت وجوہ سے اپنی جان اور ایمان پر ظلم کیا ہے اور ایک وجہ تو یہ ہے ۔ کہ اس آیت میں تحریف کی ہے دوسرے یہ کہ خدا کے لئے نقص ثابت کرنے کی مذموم سعی کی ۔ ثالثاً یہ کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقدس اور عصمت پر جاہلانہ حملہ کیا ۔ اور یہ ثابت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حضور مشرکوں اور کافروں کی بخشش کی دعا کی ۔ حالانکہ مشرکوں کے حق میں دعا کرنا معصیت ہے ۔ بلکہ بقول علامہ شامی کفر ہے ۔

ملاحظہ ہو سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم وما کان استغفار	پیغمبر علیہ السلام اور باقی مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کافروں کی سزائے جہنم ظاہر ہونے کے بعد کسی مشرک کے حق میں دعا مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے

Marfat.com

ابراھیم لابیہ الاعن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو اللہ تبرأ منہ	چچا آذر کے حق میں دعا کرنا ان کے وعدہ ایمان کی وجہ سے تھا۔ پھر جب ان پر ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہوگئے۔

قرآن شریف کی یہ آیت صاف اعلان کر رہی ہے کہ مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا معصیت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ برأت کا ذکر فرما رہا ہے، کہ وہ مشرکین سے بیزار تھے! ورآذر کے حق میں جو انہوں نے دعا کی وہ اس امید پر کی تھی کہ یہ وعدہ اسلام کو پورا کرے گا۔ اور جب اس نے وعدہ پورا نہ کیا۔ تو اس سے بیزار ہوگئے۔ اب آپ سرفراز صاحب کو دیکھئے کہ ان کا نہ قرآن پر ایمان ہے۔ نہ خدا کی بات کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور بیک جنبش قلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگنے کا جرم ثابت کر کے ان کے دامن عصمت کو داغدار کر رہے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ خدا کے لئے کذب کا امکان ثابت کرنے کے لئے سرفراز صاحب کہاں تک پہنچ گئے اور کس طرح آیات قرآنی کو ہوائے نفسانی سے بازیچۂ اطفال بنالیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے لئے علی الاعلان معصیت کا ثبوت اپنی کتاب میں چھاپ دیا اور ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے۔

اب ہم آپ کے سامنے اسی آیت کی تفصیل امام رازی کے قلم سے پیش کرتے ہیں۔

واحتج اصحابنا بھذہ الایۃ علی ان ابراھیم علیہ السلام ذکر ھذا الکلام والغرض منہ الشفاعۃ فی حق اصحاب الکبائر من امتہ والدلیل علیہ ان قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم صریح فی طلب المغفرۃ والرحمۃ لاولئک العصاۃ فنقول اولئک العصاۃ اما	ہمارے اصحاب اہل سنت نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا سے اپنی امت کے گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ من عصانی فانک غفور رحیم گنہگاروں کی شفاعت پر صریح نص ہے اب یہ گنہگار یا مومن ہوں گے یا کافر۔

Marfat.com

ان یکونوا من الکفار او لا یکونوا کذالک (والاول) باطل من وجہین (الاول) انہ علیہ السلام بین فی مقدمۃ ھذہ الایۃ انہ مبرا عن الکفار وھو قولہ اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام وایضا قولہ فمن تبعنی فانہ منی یدل بمفھومہ علی ان من لم یتبعہ علی دینہ فانہ لیس منہ ولا یھتم باصلاح مھماتہ (والثانی) ان الامۃ مجمعۃ علی ان الشفاعۃ فی اسقاط عذاب الکفر غیر جائزۃ ولما بطل ھذا ثبت ان قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم شفاعۃ فی العصاۃ الذی لا یکونون من الکفار۔

کافر تو ہو نہیں سکتے۔ اولاً اس لئے کہ اس آیت کے شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کفار سے بیزاری کا اظہار فرما چکے ہیں اور وہ یہ قول ہے واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھ۔ نیز فمن تبعنی فانہ منی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو آپ کا تابع نہ ہو وہ آپ سے نہیں اور آپ کو اس کی طلب مغفرت کی ضرورت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ امت کا اجماع ہے کہ کفر کے عذاب کو ساقط کرنے کے لئے شفاعت کرنا جائز نہیں اور جب یہ شفاعت باطل ہو گئی تو ثابت ہو گیا کہ آپکی دعا ومن عصانی فانک غفور رحیم امت کے ان گنہگاروں کے حق میں شفاعت ہے جو کافر نہیں ہیں۔

مشہور ہے کہ گرگٹ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی میں نارِ نمرود کو بھڑکانے کے لئے پھونکیں مار کر حق عداوت پورا کیا تھا۔ گکھڑ کے سرفراز نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر شفاعت مشرکین کی تہمت لگا کر اس تاریخ کو ایک بار پھر دہرا دیا ہے۔ لیکن نہ اس کی پھونکوں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کوئی گزند پہنچ سکا۔ اور نہ سرفراز صاحب کی دشنام طرازی سے آپ کے دامن تقدس پر کوئی حرف آسکتا ہے۔ بہر حال امکانِ کذب پر قائم کی ہوئی اس تیسری دلیل کا حال بھی قارئین پر واضح ہو گیا کہ اس دلیل کی بنیاد اس

Marfat.com

جھوٹ پر رکھی ہے کہ حضرت ابراہیم کی شفاعت مشرکین اور بت پرستوں کے لئے تھی۔ اور ہم نے دلائل سے واشگاف کر دیا کہ یہ دعا گنہ گار مسلمانوں کے لئے تھی۔ بہرحال جھوٹوں کے دامن میں جھوٹ کے سوا دھرا ہی کیا ہے جسے وہ اپنی صفائی میں پیش کرسکیں۔

سرفراز صاحب کا چوتھا مغالطہ

اللہ تعالیٰ کے لئے کذب قبیح کے امکان کو ثابت کرنے کے لئے

سرفراز صاحب کی چوتھی جسارت یہ ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔

فان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔

اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اگر تو ان کو بخش دے تو تو زبردست حکمت اور غلبہ والا ہے۔

یہ دعا کن لوگوں کے لئے ہے سرفراز لکھتے ہیں۔

"یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم کو اللہ بنا کر شرک کیا"۔ چنانچہ چند سطر بعد لکھتے ہیں (تنقید متین ص ۱۷۷)

سوال یہ ہے کہ جب مشرکوں کی مغفرت ہی نہیں تو پھر مشرکوں کی مغفرت کا کیا سوال ہے۔ (تنقید متین ص ۱۷۷)

اس عبارت سے بھی سرفراز صاحب کا وہی ناپاک مقصد ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کسی مشرک کے حق میں شفاعت ان کی بخشش کے امکان کو چاہتی ہے اور مشرکین کی بخشش کا امکان کذب کے امکان کو مستلزم ہے اور اس ابلیسی منطق سے وہ لوگوں کے دین و ایمان کو لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے اس آیت کی تشریح مفسرین کی زبان سے سپرد قلم کرتے ہیں جس سے ابناء بدعت کا یہ تار عنکبوت اپنے آپ ٹوٹ جائے گا۔

ملاحظہ ہو علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

وان تغفرلھم ای لمن امن منھم — اور اگر تو ان میں سے مسلمانوں کو بخش دے۔

(تفسیر جلالین)

جلالین کے علاوہ خازن۔ مدارک۔ تفسیر کبیر اور ابو سعود نے بھی اس جواب پر اعتماد کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مغفرت کی یہ دعا اپنی امت کے مسلمانوں کے لئے کی تھی نہ کہ کفار و مشرکین کے لئے جیسا کہ سرفراز صاحب نے اپنی جہالت اور رسول دشمنی سے سمجھا ہے۔ اس جواب کے علاوہ بھی مفسرین کرام نے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس امر کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف مفوض کر دیا کہ جو ان میں تائب ہو چکے ہیں۔ ان کی بخشش فرما دے اور جنہوں نے توبہ نہیں کی ان کو عذاب دے۔ (تفسیر کبیر و خازن)

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان قیامت میں نہ تھا بلکہ آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت تھا کہ اے اللہ اگر ان لوگوں کو تو کفر پر باقی رکھے! اور انہیں عذاب دے۔ تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو کفر کی ظلمت سے نکال کر نور ایمان کی طرف سے لے آئے تو تو زبردست حکمت والا (خازن و کبیر)

ان تین جوابوں کے علاوہ مفسرین کرام نے اس سوال کا ایک اور جواب بھی دیا ہے۔ اور اس جواب سے ممکن ہے کہ مکذبین کو کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔ اس لئے ہم اس جواب کو ذکر کے اس کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ خازن فرماتے ہیں۔

یجوز فی حکمۃ وسعۃ و مغفرتہ ان یغفر الکفار لکنہ تعالیٰ اخبر انہ لا یفعل ذالک بقولہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (لباب التاویل ج ۱ ص ۵۰۲)	اللہ تعالیٰ کی حکمت وسعت اور مغفرت سے جائز ہے کہ وہ کفار کی مغفرت فرمائے لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کریگا۔ کیونکہ اسنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو نہیں بخشے گا۔

اس جواب کا علامہ یہ ہے کہ کفار کی مغفرت ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر

Marfat.com

ہے اور جس غیر کی وجہ سے کفار کی مغفرت ممتنع ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرك بہ کا کذب ہے جو کہ محال بالذات ہے۔ اس موقع پر مکذبین کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ممکن محال کو مستلزم نہیں ہوتا بلکہ ممکن جس کو مستلزم ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے۔ پس جبکہ مغفرت کفار کذب واجب کو مستلزم ہے۔ اور مغفرت کفار ممکن ہے۔ تو کذب واجب بھی ممکن ہوگا

الجواب۔ مذکورہ بالا قاعدہ ہمیں تسلیم نہیں ہے ورنہ اس قاعدہ سے عدم واجب لازم آجائے گا۔ کیونکہ جمہور متکلمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات ممکن اور جائز العدم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ سے بالایجاب صادر ہیں! ور اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے لئے علت تامہ ہے۔ پس صفات کا عدم عدم واجب کو مستلزم ہوگا اور صفات کا عدم چونکہ ممکن ہے۔ لہٰذا لازم آئے گا کہ عدم واجب ممکن ہو۔ حالانکہ وہ محال بالذات ہے۔

ثانیاً۔ یہ کہ ہر ممکن جس کو مستلزم ہو وہ ممکن نہیں ہوتا بلکہ وہ ممکن ممکن کو مستلزم ہوتا ہے، جو ممتنع بالغیر نہ ہو۔ بخلاف اس صورت کے۔ کیونکہ یہاں مغفرت کفار بھی ممتنع بالغیر ہے۔ اور عدم صفات بھی۔ پس جس طرح عدم صفات ممتنع بالغیر ہے اور جو غیر اس کو ممتنع کر رہا ہے۔ وہ عدم واجب ہے۔ جو کہ ممتنع بالذات ہے۔ اسی طرح مغفرت کفار بھی ممتنع بالغیر ہے۔ اور جو غیر اس کو ممتنع کر رہا ہے وہ کذب واجب ہے۔ اور ممتنع بالغیر کا تحت قدرت نہ ہونا عجز کو مستلزم نہیں ہوتا۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں۔

ان عدم القدرة بناءً علی لامتناع بالغیر لیس بعجز (حاشیہ الخیالی ص ۶۷)	عدم قدرت بر بناء امتناع غیر عجز نہیں ہے۔

سرفراز صاحب کا پانچواں اور چھٹا مغالطہ

سرفراز صاحب نے امکان کذب ثابت کرنے میں پانچواں اور چھٹی دلیل دی ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

لو ان اللہ عذاب اہل سمواتہ واہل ارضہ عذبھم وھو غیر ظالم ولو رحمھم کانت رحمتہ خیرا لھم من اعمالھم	اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اس کا اس میں کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر وہ ان پر اپنی رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کیلئے ان کے اعمال سے بھی بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو یواخذنی اللہ وابن مریم بما جنت ھاتان یعنی الابھام والتی تلیھا لعذبنا ثم لم یظلمنا شیئا	اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی لغزش کے بدلے پکڑنا چاہے تو ہمیں سزا دے سکتا ہے پھر بھی ہم پر اسکا کوئی ظلم نہیں ہوتا۔

(تنقید متین ص ۱۷۱)

ان دونوں دلیلوں کا مرکزی نقطہ ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے اور ان کو عذاب دینا خلاف وعدہ ہے اور خلاف وعد کذب ہے۔ پس خلاف وعد کے امکان سے کذب کا امکان ثابت ہو گیا۔

الجواب۔ اولاً گذارش یہ ہے کہ اس دلیل کا مبنی تعذیب صالحین ہے اور وہ شوافع اور اشاعرہ کا مسلک ہے۔ احناف اور ماتریدیہ کا مسلک یہ ہے کہ تعذیب صالحین محال ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق ابن ہمام حنفی یہی فرماتے ہیں۔

واعلم ان الحنفیۃ لما استحالوا علیہ تعالیٰ تکلیف مالایطاق فھم لتعذیب المحسن الذی استغرق عمرہ فی الطاعۃ مخالفا لھوی نفسہ فی رضا مولاہ امنع بمعنی انہ تعالیٰ عن ذالک فھو من باب التنزیہات اذ التسویۃ بین المسئی والمحسن غیر لائق بالحکمۃ فی فطرۃ سائر	یاد رکھو کہ جب احناف کے نزدیک تکلیف مالایطاق محال ہے تو ان کے نزدیک ان صالحین کی تعذیب جن کی عمر اطاعت میں بسر ہوئی بطریق اولیٰ محال ہے اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پس یہ تنزیہات کے باب سے ہے۔ کیونکہ صالح اور غیر صالح کو برابر قرار دینا تمام عقلوں کی فطرتوں سے بعید ہے۔

Marfat.com

العقول وقد نص الله تعالیٰ علی قبحہ حیث قال ام حسب الذین اجترحوا السیٰات ان فجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون فجعلہ سیئا (مسامرہ ص ۲۰۳)

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کے قبیح ہونے پر نص صریح قائم کی۔ جس مقام پہ فرمایا کہ کیا فساق نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم انکو صالحین کے برابر کرینگے کہ ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے اور یہ قبیح حکم ہے پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس برابری کو قبیح فرمایا ہے۔

محقق ابن ہمام کے اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ احناف کے نزدیک تعذیب صالحین محال بالذات ہے لہذا سرفراز صاحب کا کلام ہم احناف پر حجت نہیں ہے۔ ثانیاً علی التنزل ہم اشاعرہ اور شوافع کے مذہب پر جواب دیتے ہیں کہ تعذیب صالحین ممکن ماننے سے کذب کا امکان لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک بھی تعذیب صالحین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے تو بندوں کا استحقاق ثواب ثابت نہیں ہوتا اور اگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ نہ فرمایا ہوتا تو اگر وہ سارے جہان کو بھی عذاب دیتا تو مالک تھا۔ اور یہ اس کا ظلم نہ ہوتا۔ لیکن اب جبکہ اس نے اپنے فضل سے وعدہ فرمالیا۔ تو جن سے اس نے وعدہ فرمایا ان سے لازماً وعدہ پورا فرمائیگا۔ اور تخلف محال ہے لیکن یہ وجوب وعدہ کی جہت سے ہے نہ بندوں کے استحقاق کی جہت سے۔ اور یہی اہلسنت اور معتزلہ کے درمیان فرق ہے کہ وہ وجوب ثواب بندے کے عمل کی وجہ سے سمجھتے ہیں اور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے اوپر مطیع کے ثواب کو لازم کرلیا ہے۔ پس جب اس نے ثواب کا وعدہ فرمالیا ہے تو اس کا خلاف ممکن نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کذب قبیح لازم آئے۔

ثالثاً یہ کہ ان حدیثوں اس قسم کے اقوال کا مطلب یہ ہے۔ کہ مغفرت کفار اور عذاب انبیاء ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ اور جو غیر اس کو ممتنع کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کذب ہے جو کہ محال بالذات ہے۔ مطلب جس کی مفصل تقریر پہلے کر چکے ہیں۔

Marfat.com

رابعًا۔ یہ کہ جن احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صالحین کی تعذیب پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور تعذیب صالحین ممکن ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ آیات وعد سے قطع نظر ان کی تعذیب ممکن ہے۔ یعنی لا بشرط شی کے مرتبے تعذیب صالحین ممکن ہے اور آیاتِ وعد کا لحاظ کرنے کے بعد ابشرط الشی کے مرتبہ میں تعذیب صالحین محال ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تعذیب صالحین ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔ اور جو غیر اس کے امتناع کا سبب ہے وہ کذب واجب ہے۔ جو کہ ممتنع بالذات ہے۔

سرفراز صاحب کا ساتواں آٹھواں اور نانواں مغالطہ

سرفراز صاحب نے ساتویں۔ آٹھویں اور نویں دلیلیں جو امکانِ کذب پر قائم کی ہیں ان سب کا مضمون واحد ہے۔ جن میں انہوں نے امام نووی۔ تاج الدین سبکی اور امام رازی کے اقوال پیش کئے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک عبادت پر ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور گناہوں پر عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے نہ اس پر ثواب واجب ہے اور نہ عذاب۔

الجواب! یہ ٹھیک ہے کہ ثواب نہ فی نفسہٖ واجب ہے نہ بندہ کے عمل سے واجب ہوتا ہے اور ثواب محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ملتا ہے۔ لیکن یہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ فرمالیا ثواب واجب ہے یا نہیں۔ اور ہم پہلے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ فرمالیا تو وہ واجب ہوگیا ہے اور اس کا خلاف محال ہے۔

دسواں مغالطہ | سرفراز صاحب امکان کذب کی دسویں دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کتب عقائد میں بھی اس مسئلہ پر خاصی بحث موجود ہے اور

Marfat.com

امکان کے لفظ سے بحث اور اس کا داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہونا اہلسنت کا مسلک اور اس پر قدرت نہ ہونا معتزلہ کا مسلک ذیل کی کتابوں میں بالتصریح ہے
(المسائرہ مع المسامرہ جلد ۲ ص ۶۵ طبع مصر و شرح مواقف ص ۹۰، طبع نولکشور وغیرہ)

(تنقید متین ص ۱۸۲)

الجواب: مسائرہ ج ۲ ص ۶۵ پر ایسی کوئی عبارت نہیں۔ بلکہ مسائرہ سرے سے جلد اول و دوم پر منقسم بھی نہیں سرفراز صاحب کو ابن ہمام کی عبارت پیش کرنی چاہئے تھی۔ صدر الافاضل پر تو برہم تھے کہ انہوں نے مجمل حوالہ پیش کیا ہے، آپ نے تو مجمل حوالہ بھی پیش نہیں کیا بہر حال آپکی طرف سے ہم آپ کا مدعی بیان کر کے اس کا جواب دئے دیتے ہیں۔ اب ہم قارئین کے سامنے پہلے مسائرہ سے محقق ابن ہمام کی عبارت پیش کرتے ہیں جس پر سرفراز صاحب نے اپنے مسلک کی عمارت قائم کی ہے ملاحظہ ہو امام ابن ہمام فرماتے ہیں

ثم قال ای صاحب العمدۃ لا یوصف تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلہ یقدر ولا یفعل اھ ولا شک فی ان سلب القدرۃ عما ذکر ھو مذھب المعتزلۃ واما ثبوتھا ثم الامتناع عن متعلقھا فبمذھب الاشاعرۃ الیق (مسائرہ مع شرح مسامرہ ص ۲۰۹)

علامہ نسفی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کذب جہل اور ظلم پر قادر ہونے سے موصوف نہیں ہوتا کیونکہ محال اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہیں ہے اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محال پر قادر ہے اور کرتا نہیں اس پر ابن ہمام نے کہا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مذکورہ امور پر قدرت ماننا معتزلہ کا مذہب ہے، اور ان امور پر قدرت کے باوجود انہیں نہ کرنا یہ اشاعرہ کے مسلک کے مناسب ہے۔

یہ ہے وہ عبارت جس کے پیش نظر سرفراز صاحب نے یہ مفروضہ قائم کر لیا کہ محقق کمال ابن ہمام نے اس پر تصریح کی ہے کہ امکانِ کذب اہلسنت اور امتناع کذب معتزلہ کا مسلک ہے گمراہی کی سب سے بڑی جڑ یہ ہے کہ سیاق وسباق سے آنکھیں بند کر کے کسی عبارت کا مفہوم متعین کر لیا جائے۔ محقق ابن ہمام نے اس عبارت میں علامہ نسفی پر جرح کی ہے۔ اپنا یا اہلسنت کا مسلک بیان نہیں کیا۔ کتاب کے اخیر میں انہوں نے اہل سنت کا مسلک بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

ولنختم الکتاب بایضاح عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ (مسائرہ ص ۳۹۰)

Marfat.com

(اب ہم کتاب کو اہل سنت کے عقائد بیان کرنے کے بعد ختم کرتے ہیں) پھر مسلک اہلسنت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یستحیل علیہ سمات النقص کالجہل والکذب (مسامرہ ص ۳۹۳)	اللہ تعالٰے پر صفات نقص محال ہیں جیسے جہالت اور کذب۔

اب قارئین کرام نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے اور یہی امام ابن ہمام کا مسلک ہے اور ص ۲۰۹ پر محقق ابن ہمام نے کچھ کہا ہے اس کی حقیقت علامہ نسفی پر جرح کے سوا اور کچھ نہیں جس کی توضیح ہم ابھی ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں۔

محقق ابن ہمام نے علامہ نسفی پر اعتراض کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ علامہ نسفی نے امکانِ کذب کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا حالانکہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کذب ممتنع بالذات ہے حقیقت یہ ہے کہ اکثر معتزلہ کا مذہب امتناع کذب ہی ہے جیسا کہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے۔ لیکن بعض معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ کذب اور ظلم اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے۔ لیکن ان کا ارتکاب نہیں کرتا۔ ملاحظہ فرمائیے صاحب مواقف نے بعض معتزلہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ذاہب المعتزلہ قال تعالیٰ حتی ان یکذب ویظلم قادر	ذاہب معتزلہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے اور ظلم پر قادر ہے۔

اور امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ان اللہ لیس بظلام للعبید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قالت المعتزلۃ ہذہ الایۃ تدل علی مطالب الثالث انہ سبحانہ تمدح بانہ لا یفعل الظلم فوجب ان یکون قادرا علیہ خلاف ما یقولہ النظام وان یصح	معتزلہ نے کہا کہ یہ آیت کئی مطالب پر دلالت کرتی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عدم ظلم سے مدح فرمائی پس واجب ہوا کہ اسے ظلم پر قدرت ہو بخلاف مذہب نظام کے اور واجب ہوا

Marfat.com

ذلك منه خلاف مايقوله اهل	کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم ممکن ہو بخلاف
السنت (تفسیر کبیر ص ۱۳۷ ج ۲۶)	مذہب اہلسنت کے ۔

منقولہ بالا دو حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعض معتزلہ اللہ تعالیٰ کے لئے کذب اور ظلم پر قدرت کے قائل تھے اور نسفی نے جن معتزلہ کا مذہب بیان فرمایا ہے۔ وہ بھی معتزلہ ہیں اور اس بیان کی صحت میں کچھ شک نہیں لیکن اکثر معتزلہ کا مذہب چونکہ اس کے خلاف تھا اس لئے محقق ابن ہمام نے علامہ نسفی پر اعتراض کیا کہ معتزلہ کی طرف مطلقا ظلم اور کذب پر قدرت کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ نسفی کی عبارت پر دوسرا اعتراض محقق ابن ہمام نے یہ کیا ہے کہ ظلم اور کذب پر قدرت اشاعرہ کے مذہب کے زیادہ مناسب ہے اور اسی عبارت سے سرفراز صاحب نے یہ دھوکا کیا ہے کہ اشاعرہ اہلسنت کا مسلک اس باب میں قدرت علی الکذب ہے۔ لیکن اہل فہم حضرات پر مخفی نہیں کہ محقق ابن ہمام نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے وہ اشاعرہ کے بارے میں ان کی رائے اور اجتہاد ہے، نہ یہ کہ انہوں نے اشاعرہ کا مذہب نقل کیا ہے۔

دیکھئے علامہ ابی شریف اشعری تحریر فرماتے ہیں۔

لاخلاف بين الاشعرية وغيرهم	اشعریہ اور ان کے غیر کے درمیان اس
فی ان کل ماکان وصف نقص فی حق	بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر وہ صفت
العباد فالباری تعالیٰ منزه عنه و	جو بندوں کے حق میں نقص ہو، وہ اللہ
هو محال عليه تعالیٰ والكذب	تعالےٰ پر محال ہے۔ اور کذب صفت
وصف نقص فی حق العباد هو	نقص ہے پس وہ اللہ عزوجل کے حق
مستحيل فی حقه عزوجل (ملخصا)	میں محال ہے۔

(مسامرہ ص ۲۰۹)

اس عبارت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اشاعرہ اہلسنت کذب پر قدرت کے قائل نہیں بلکہ کذب کے محال ہونے کے قائل ہیں اور محقق ابن ہمام نے اشاعرہ کی طرف

Marfat.com

کذب پر قدرت کو اس لئے منسوب کیا ہے کہ اشاعرہ تعذیب[1] مطیع کامل کو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر قرار دیتے ہیں۔ پس اس وجہ سے محقق ابن ہمام نے قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ اشاعرہ کے نزدیک کذب بھی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہونا چاہئے۔ حالانکہ قیاس کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ تعذیب مطیع جس غیر کی وجہ سے ممتنع ہے وہ کذب باری ہے پس کذب باری ممتنع بالذات ہوا۔ اور تعذیب ممتنع بالغیر۔

ثانیاً۔ یہ کہ بعض اشاعرہ نے حسن و قبح عقلی میں محل نزاع سے غفلت کی بنا پر کہا کہ استحالہ کذب صرف رائے معتزلہ پر تام ہے۔ ابن ہمام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حتی قال بعضھم و نعوذ باللہ مما قال لا یتم استحالۃ النقص علیہ الا علی رای المعتزلۃ القائلین بالقبح العقلی و قال امام الحرمین لا یمکن التمسک فی تنزیہ الرب جل جلالہ عن الکذب بکونہ نقصا و کل ھذا منھم للغفلۃ عن محل النزاع

یہاں تک کہ بعض اشاعرہ نے کہا (اور ہم ان کے اس قول سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں) کہ نقص کا محال ہونا صرف ای معتزلہ پر تام ہوتا ہے جو قبح عقلی کے قائل ہیں اور امام الحرمین نے کہا اللہ عزوجل کی کذب سے تنزیہ پر نقص عقلی سے استدلال نہیں ہو سکتا اور یہ تمام اقوال محل نزاع سے غفلت پر مبنی ہیں۔

(مسائرہ مع مسامرہ ص ۲۰۵)

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ محقق ابن ہمام کے نزدیک اکثر اور محقق اشاعرہ کا یہی مسلک ہے۔ کہ کذب محال عقلی ہے۔ البتہ بعض اشاعرہ نے محل نزاع سے غفلت کی بناء پر یہ کہا کہ استحالہ کذب نقص عقلی پر مبنی ہے اور وہ معتزلہ مسلک ہے۔ اس قول سے محقق کمال امام ابن ہمام نے یہ استنباط کیا کہ بعض مشاعرہ کذب پر قدرت کے قائل ہیں اور ہمارے نزدیک یہ استنباط صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان بعض اشاعرہ نے استحالہ کذب کی دلیل یعنی نقص عقلی کا انکار کیا اور اہل فہم پہ مخفی نہیں کہ دلیل کے انکار سے مدلول کا انکار نہیں ہوتا۔

---

[1] نیکو کاروں کو عذاب دینا۔

Marfat.com

فائدہ۔ حسن عقلی اور قبح عقلی کے تین معنی ہیں (۱) حسن عقلی بمعنی صفت کمال جیسے صدق اور قبح عقلی بمعنی صفت نقصان جیسے کذب (۲) حسن عقلی بمعنی مناسب غرض فاعل اور قبح عقلی بمعنی منافی غرض فاعل حسن اور قبح کے ان دو معنوں میں ماتریدیہ اشاعرہ اور معتزلہ سب متفق ہیں کہ ان معنوں میں حسن اور قبح کا ادراک کرنے میں عقل مستقل ہے پس ظاہر ہو گیا کہ کذب کا قبیح عقلی ہونا ماتریدیہ اشاعرہ اور معتزلہ سب کے نزدیک متفق علیہ مسئلہ (۳) حسن بمعنی استحقاق المدح فی الدنیا والثواب فی الآخرہ اور قبح بمعنی استحقاق الذم فی الدنیا والعقاب فی الآخرہ۔ یہ تیسرا معنی مختلف فیہ ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک اس معنی میں حسن و قبح شرعی ہے۔ یعنی عقل حسن و قبح کے اس معنی کے ادراک کرنے میں مستقل نہیں ہے۔ اور ماتریدیہ اور معتزلہ کے نزدیک اس معنی میں بھی بعض اقوال کا حسن و قبح عقلی ہے یعنی عقل ان کے حسن و قبح کا ادراک کرنے میں مستقل ہے۔ جیسے حسن ایمان اور قبح کفر۔ دیکھئے مسائرہ مع مسامرہ ص ۱۷۱ شرح مواقف ص ۶۴۴۔ فواتح الرحموت ص ۱۳۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان حسن و قبح کا مابہ النزاع تیسرا معنی ہے نہ کہ پہلا معنی لیکن بعض اشاعرہ نے محل نزاع سے غفلت کی بنا پر یہ سمجھا کہ قبح کا پہلا معنی قبح بمعنی صفت نقصان اس کا عقلی ہونا رائے معتزلہ یہ ہے لہذا کذب کا استحالہ اس پہ مبنی کرنا رای معتزلہ یہ ہے لیکن یہ نہ سمجھا کہ قبح بمعنی صفت نقصان کا عقلی ہونا مذہب اشاعرہ کے مطابق بھی ہے پس قبح عقلی کو استحالہ کذب کا مبنی قرار دینا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ فللہ الحمد۔

ایک اور مغالطہ

مبتدعین دیوبند عموماً یہ کہتے ہیں کہ کسی صفت کی نفی اس وقت کمال ہوتا ہے۔ جب اس کا ثبوت ممکن ہو پس جھوٹ نہ بولنا اس ذات کمال ہو گی جب اس کا ثبوت ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ تو جامع صفات کمالیہ ہے پس اس کا کذب ممکن ہو گیا۔ اس کے جواب میں اولاً گذارش ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت صدق ہے۔ (ومن اصدق من اللہ قیلا) عدم کذب اس کی صفت نہیں حتی کہ یہ رکیک اعتراض لازم آئے البتہ عدم کذب صدق کو لازم ہے اور آپ نے قاعدہ صفت کا بیان کیا ہے۔ لازمہ صفت کا نہیں۔

Marfat.com

ثانیاً اس قاعدہ کی بناپر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ہلاکت، اور اس معدوم ہونا بھی ممکن اور مقدور ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو عدم ہلاکت سے موصوف کیا ہے۔ کل شیء ھالک الا وجھہ اور آپ کے بیان کردہ قاعدہ کی بناپر عدم ہلاکت کمال تب ہوگی جب ہلاکت ممکن اور مقدور ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی ہلاکت ممکن ہوئی تو اس کا عدم ممکن ہوگیا۔ اور جس کا عدم ممکن ہو وہ آپ کا خدا ہوگا مسلمانوں کا نہیں ہے۔

ثالثاً کسی وصف کو باوجود مقدور ہونے کے نہ کرنا کمال اس کے لئے ہوتا ہے، جس کے لئے وہ وصف ممکن ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے چونکہ کذب ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ جاری نہیں ہوگا۔

دیکھئے علامہ قاسم بن قطلوبغا شرح مسائرہ میں اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

قلنا من یجوز منہ وقوع تلک الامور فامتناعہ مع منہ الوقوع فلا یجوز وصفہ بالقدرۃ علیہا۔	میں کہتا ہوں کہ جس سے کذب ظلم اور جہل کا وقوع جائز ہو اس کے لئے ان امور کو باوجود قدرت کے نہ کرنا زیادہ کمال کا موجب ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے تو یہ امور ممکن ہی نہیں پس اللہ تعالیٰ کو ان امور پر قادر ہونے سے موصوف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔
(شرح المسائرہ مع المسامرہ ص ۲۲)	

شرح مواقف کی عبارت

سرفراز صاحب نے شرح مواقف (ص ۷۰۹) کا حوالہ تو دے دیا لیکن اس کتاب کی بھی عبارت پیش نہیں کی۔ بہرحال ہم ان کی طرف سے عبارت پیش کر کے اس کا جواب دیئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ میر سید شریف شرح مواقف اس بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

"معتزلہ کے نزدیک گنہ گاروں کو عذاب دینا واجب ہے

Marfat.com

ورنہ کذب لازم آئے گا۔"

اہل سنت نے جواباً کہا کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ عذاب کا وقوع ہو اور وقوع عذاب بلا وجوب سے کذب اور خلف لازم نہیں آتا۔ اس پر سید شریف نے اعتراض کیا کہ اگر عذاب واجب نہ ہو تو یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ عذاب واقع نہ ہو اور عدم وقوع عذاب کا امکان خلف اور کذب کے امکان کو مستلزم ہے اور کذب اور خلف محال ہے۔ پس اس کا جواب میں سید شریف نے کہا:

استحالتہ ممنوعۃ کیف وھما من الممکنات التی یشملھا قدرتہ تعالٰی۔ (شرح مواقف ص ۷۰۹)	کذب کا محال ہونا ممنوع ہے کیونکہ کذب اور خلف ان ممکنات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی کی قدرت شامل ہے۔

الجواب :- اولاً گذارش یہ ہے کہ میر سید شریف کی یہ عبارت، محل تاویل میں ہے۔ اور اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے مردود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین دوانی نے شرح عقائد جلالی میں اس کو رد کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

واعترض علیہ الشریف العلامۃ بانہ جنیئذ یجوز زھما وھو محال لان امکان المحال محال واجاب عنہ بان استحالتھما ممنوع کیف وھما من الممکنات التی یشملھا قدرت اللہ تعالٰی قلنا الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا یشملھا القدرۃ وھذا کما لا یشملہ القدرۃ سائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز ونفی صفۃ الکلام وغیرھا۔	علامہ شریف نے اعتراض کیا کہ عدم وجوب عذاب اور امکان عفو کی تقدیر پر کذب کا امکان ہے۔ لازم آئے گا اور وہ محال ہے۔ پھر خود جواب دیا کہ کذب کا استحالہ ممنوع ہے کیونکہ کذب اور خلف ان ممکنات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالٰی کی قدرت شامل ہے میں کہتا ہوں کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالٰی پر محال ہے پس نہ تو یہ ممکن ہے نہ اللہ تعالٰی کی قدرت کے تحت داخل ہے جس طرح باقی وجوہ نقص کو اللہ تعالٰی کی قدرت شامل نہیں ہے۔ اسی طرح کذب کو

Marfat.com

بھی قدرتِ الٰہی شامل نہیں ہے۔ (شرح عقائد جلالی ج ۲ ص ۶۲)

بہرکیف اپنے ظاہری محمل کے اعتبار سے سید شریف جرجانی کی یہ عبارت مردود ہے۔ علامہ جلال الدین دوانی کے علاوہ اور علماء و شارحین نے بھی اس کو رد کیا ہے۔ طوالت کی وجہ سے ہم نے اسی عبارت پر اکتفا کیا ہے۔

ثانیاً یہی سید شریف جرجانی شرح مواقف ص ۶۸۸ پر لکھتے ہیں:

"انبیاء کرام کا صدق واجب ہے"

نوٹ:۔ شریف جرجانی کی عبارت کو ہم نے قوسین میں ذکر کیا ہے باقی عبارت صاحب مواقف کی عبارت ہے۔

اجمع (اھل الملل) والشرائع (وکلھا علی وجوب عصمتھم من تعمد الکذب فیما دل المعجزۃ (القاطع علی صدقھم فیہ) کدعوی الرسالۃ ومایبلغونہ من اللہ (الی الخلائق اذ لوجاز علیھم التقول والافترا فی ذالک عقلاً لادی الی ابطال المعجزۃ وھو محال۔	تمام ادیان اور شرائع کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کی امور تبلیغیہ میں تعمد کذب سے عصمت واجب ہے۔ کیونکہ اگر امور تبلیغیہ میں ان پر افتراء اور کذب عقلاً جائز ہو تو دلالت معجزہ باطل ہو جائے گی اور یہ محال ہے۔

(شرح مواقف ص ۶۸۸)

اگر میر سید شریف کی ان دونوں عبارتوں کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے تو ان کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات اور محال عقلی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے اور انبیاء علیہم السلام کا صدق واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صدق ممکن ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

ومن اصدق من اللہ قیلا۔	اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے۔

اور واضح ہے کہ کوئی ہوشمند بھی اس بات کو قبول نہیں کرے گا۔

ثالثاً سید شریف جرجانی نے اپنی اس عبارت میں تصریح کی ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے۔ اور امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کا کلام نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالے کا کلام ہوتا ہے۔ پس امور تبلیغیہ میں کذب۔ کا ممتنع بالذات ہونا بعینہٖ اللہ تعالے کے کذب۔ کا ممتنع بالذات ہوتا ہے۔ پس سید شریف جرجانی کا یہ کلام اس مفہوم میں صریح ہے کہ اللہ تعالے کا کذب، ممتنع بالذات، اور محال عقلی ہے اور ص ۹۰۷ پر جو سید شریف نے کہا ہے۔ اگر اس کا مفہوم ظاہری لیا جائے کہ اللہ تعالے کا کذب ممکن ہے تو ان کی عبارت میں صریح تضاد موجود ہے اور متضاد کلام سے استدلال کرنا باطل ہے۔

رابعًا جب یہ ثابت ہوگیا کہ سید شریف جرجانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممتنع بالذات ہے تو پھر ان کے ص ۹۰۷ کی عبارت میں توجیہہ کی جائے گی اور وہ یہ ہے۔ کہ اس کذب۔ اور خلف سے ظاہری اور صوری طور پر کذب، اور خلف مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابراہیم کی طرف ظاہری اور صوری طور پر کذب کی نسبت کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں وہ کذب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالے گنہ گاروں کو معاف فرمائے تو یہ ظاہری اور صوری کذب ہے۔ حقیقت میں یہ خلف، اور کذب نہیں ہے۔ کیونکہ آیات وعید مشیت یا عدم عفو وغیرہ کے ساتھ مقید ہیں۔

خامسًا اگر یہاں خلف اور کذب سے ظاہری اور صوری کذب مراد نہ لیا جائے بلکہ حقیقت کذب کا ارادہ کیا جائے۔ تو میر سید شریف جرجانی کے نزدیک کذب کا فقط امکان ہی نہیں بلکہ فعلیت اور وقوع کذب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ خلف اور کذب عفو سے لازم آرہا ہے اور عفو یقینًا واقع ہوگا۔ پس لازم آئے گا کہ کذب بھی یقینًا واقع ہو۔ حالانکہ اللہ تعالے کی ذات اس سے پاک ہے۔

سادسًا خلف اور کذب سے مراد یہاں حکایت کا مرتبہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا محکی عنہ ہے۔ یعنی اللہ تعالے کا گنہ گاروں کو واقع میں بخش دینا اور یہ بلاشبہ مقدور ہے بلکہ یقینًا واقع ہوگا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ کلام اور گفتگو گنہ گاروں کی مغفرت اور عدم مغفرت میں ہے اور مغفرت اور عدم مغفرت درجہ محکی عنہ میں

Marfat.com

ہے۔ نہ کہ حکایت میں صدق اور کذب حکایت کی صفت ہے نہ کہ محکی عنہ کی رہا یہ وہم کہ گنہ گاروں کی مغفرت سے کذب لازم آئے گا، تو اس کا جواب کئی مرتبہ واضح ہو چکا ہے۔ کہ چونکہ آیات وعید عدم عفو سے متقید ہیں۔ اس لئے کذب ثابت نہیں ہوگا۔

سابعًا یہ کہ یہ کلام مزعوم معتزلہ پر ہے۔ کیونکہ معتزلہ کا زعم یہ ہے کہ گنہ گاروں کی مغفرت سے کذب لازم آتا ہے اور اہلسنت کے نزدیک یہ کذب ہے ہی نہیں۔ کیونکہ آیات وعید عدم عفو سے متقید ہیں۔ خلاصہ یہ کہ گنہ گاروں کی مغفرت معتزلہ کے زعم پر کذب ہے تو علامہ سید شریف کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ جو معتزلہ کا مذعوم کذب ہے (یعنی گنہ گاروں کا عفو) وہ ممکن ہے نہ کہ فی نفسہٖ کذب باری ممکن ہے۔ کیونکہ اسی شرح مواقف میں علامہ شریف نے متعدد مقامات پر استحالہ کذب باری تصریح کی ہے۔

ثامنًا یہ کہ شرح مواقف میں فرق ضالہ کے مذہب کے بیان میں میر سید شریف نے فرمایا (وراھب المعتزلہ) قال اللہ تعالی قادر علی ان یکذب ویظلم ولو فعل لکان الھا کاذبا ظالما تعالی عنہ علوا کبیرا (شرح مواقف ص ۴۷)

راہب معتزلہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ظلم اور کذب پر قادر ہے۔ میر سید شریف ان کے ردّ میں فرماتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ جھوٹا اور ظالم خدا ہوتا۔

شرح مواقف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعض معتزلہ کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہے۔ پس سید شریف نے معتزلہ پر حجت قائم کرنے کے لئے ان بعض معتزلہ کے مذہب پر کہا کہ کذب ممکن ہے یعنی اگر عفو سے امکان کذب لازم آتا ہے تو معتزلہ کے مذہب پر کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک کذب ممکن ہے۔ نہ یہ کہ فی نفسہٖ کذب باری ممکن ہے۔

تاسعًا یہ کہ مذکورہ عبارت میں میر سید شریف نے کذب پر قدرت پر رد کیا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ میر سید شریف خود بھی کذب پر قدرت کے قائل

Marfat.com

ہیں تو اُن کا یہ رد خود اپنے اوپر وارد ہوگا۔

عاشراً یہ کہ میر سید شریف، صحیح مذہب کے بیان میں فرماتے ہیں:

ولا یصح علیہ الحرکۃ ولا الانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا شیٔ من صفات النقص خلافاً لمن جوزھا علیہ کما تقدم۔	اللہ تعالیٰ کے لئے پر نہ حرکت جائز ہے نہ انتقال نہ جہل نہ کذب اور نہ کوئی اور صفت نقصان بخلاف اس شخص کے جو انہیں اللہ تعالیٰ پر جائز رکھتا ہے۔

شرح مواقف کی اس عبارت میں کذب باری کی صحت اور جواز کی صراحتاً نفی کی ہے۔ اور اس کو فرقہ ناجیہ (صحیح مذہب) کا مسلک قرار دیا ہے اور اس کے خلاف کو غیر ناجیہ کا مسلک ٹھہرایا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ میر سید شریف کے نزدیک کذب باری کے امکان کا عقیدہ گمراہی ہے اور نجات امتناع کذب باری کے عقیدہ میں ہے۔ فلہذا ان کی سابقہ عبارت کا محمل اس کے سوا کچھ نہیں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

حادی عشر سرفراز صاحب نے تنقید متین ص ۱۸۲ پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ شرح مواقف ص ۷۰۹ پر تصریح موجود ہے کہ امکانِ کذب اہلسنت کا امتناعِ کذب معتزلہ کا مسلک ہے۔ ہم نے قارئین کی عدالت میں شرح مواقف ص ۷۰۹ کی عبارت پیش کردی ہے اور آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ اس عبارت میں اس تصریح کا نام ونشان موجود نہیں ہے۔ اس کے برخلاف ہم نے شرح مواقف ص ۷۰۹ کی عبارت پیش کی ہے۔ جس میں تصریح موجود ہے کہ امکانِ کذب بعض معتزلہ کا مسلک ہے اور ص ۷۶۴ سے عبارت پیش کی ہے۔ جس میں تصریح ہے کہ فرقہ ناجیہ کا مسلک امتناع کذب ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذلک۔

کاش معتقدین دیوبند کی آنکھیں کھل جائیں اور انہیں ہوش آجائے۔ ویسے سرفراز صاحب کی بلاغت قابلِ داد ہے کہ انہوں نے کذب باری کا امکان ثابت کرنے کے لئے کاذب حوالہ فراہم کیا۔ اور جھوٹ کو جھوٹ سے ثابت کرنے

Marfat.com

کا فن ایجاد کر دیا۔

ثانی عشر میر سید شریف۔ نے یہاں اصول معتزلہ پر کلام کر کے انہیں جواب دیا ہے۔ جواب سے قبل معتزلہ کے مذہب کا بیان کرنا ضروری ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

"کہ معتزلہ اور اہل سنت دونوں کا اس میں اتفاق ہے کہ کلام اللہ تعالے کی صفت ہے۔ لیکن اہل سنت کے نزدیک کلام الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ کلام نفسی۔ کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور قدیم ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور معتزلہ کلام نفسی کے سرے سے منکر ہیں اور کلام لفظی کو اللہ تعالےٰ کی صفت کو مانتے ہیں لیکن اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں مانتے اور ان کے نزدیک اللہ تعالےٰ کے متکلم ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کلام لفظی کو مثلاً انسان کی زبان پر پیدا فرمانا ہے۔ یعنی معتزلہ کے نزدیک کلام اللہ تعالیٰ کی صفت حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کا ایجاد صفت فعلی ہے۔"

پس اب سید شریف۔ اصول معتزلہ پر کہتے ہیں کہ تم نے گنہ گاروں کا عذاب اس لئے واجب کہا تھا کہ عفو ماننے سے امکان کذب لازم آتا ہے اور کذب محال ہے لیکن تمہارے اصول پر تو کذب محال نہیں رہتا۔ کیونکہ کلام نفسی کے تو تم منکر ہو اب خلف یا کذب تمہارے نزدیک فقط کلام لفظی کا کذب تمہارے اصول کے لحاظ محال نہیں ہے کیونکہ کلام لفظی تمہارے نزدیک صفت بایں معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مثلاً انسان میں پیدا کرتا ہے تو کلام لفظی کا ذب ہونے کا یہ معنی ہوگا کہ اللہ تعالےٰ اس کلام کاذب کو انسان کی زبان پر پیدا فرماتا ہے اور یہ پیدا کرنا محال بالذات نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے کلام کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ اگر کلام کاذب کا پیدا کرنا محال ہوتا تو پھر کسی آدمی سے کذب کا صدور ممکن نہ ہوتا۔

Marfat.com

بحمداللہ العزیز ہم نے سرفراز صاحب کے پیش کردہ مجمل حوالہ پر سیر حاصل بحث پیش کردی ہے اور شرح مواقف کی عبارت سے مکذبین جو دھوکا کھاتے ہیں۔ اس کو بارہ وجوہ سے زائل کردیا ہے۔ اللہ عزوجل قبول فرمائے۔ اور گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

فتوح العقائد اور مجدد الف ثانی کی عبارات

اسی بحث میں سرفراز صاحب نے فتوح العقائد اور مجدد الف ثانی کی عبارات بھی پیش کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں اور فتوح العقائد ص ۱۳۱ میں ہے۔

"واما وعید کافر پس خلاف آں جائز است از جہت آنکہ خلاف محض فضل وکرم وصوفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نیز بر ہمیں اعتقاد ہستند" (تنقید متین، ص ۱۱۲)

الجواب ـ آیات وعید کفار سے قطع نظر کرکے لابشرط شئی کے مرتبہ میں بیشک کفار کے لیے عفو جائز ہے اور اسی لحاظ سے محکی عنہ کے مرتبہ میں ان پر فضل وکرم بھی بلاشبہ جائز ہے، لیکن اس مرتبہ میں خلف کذب کو مستلزم نہیں ہے اور بشرط شئی کے مرتبہ میں خلف کذب کو مستلزم ہے اور اس مرتبہ میں خلف کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

مزید تفصیل ہمارے سابقہ جوابات کی روشنی میں معمولی غور کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے، سرفراز صاحب پھر مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے فاروقی جلال میں آکر نیک لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں؛

"واگر ہمہ را ابد دوزخ فرستاد وعذاب ابدی فرماید جائے اعتراض نیست" (مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول ص ۱۲۰)

الجواب ـ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا کلام (مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول ص ۱۲۰) حق ہے

Marfat.com

لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ اس عبارت سے اللہ تعالےٰ کی شان استغنا اور عظمت بیان کر رہے ہیں۔ اور آپ اسی عبارت سے اللہ تعالےٰ کے لیے کذب قبیح ثابت کر رہے ہیں۔

بہرحال نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ ہمارے نزدیک اس عبارت کا وہی محمل ہے جو ہم پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں کہ

۱۔ وعدے سے صرف نظر کر کے دیکھا جائے تو اللہ تعالےٰ مالک ہے کہ وہ اپنے ملک میں جیسا چاہے تصرف کرے۔ خواہ تمام صالحین کو جہنم میں ڈال دے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ یعنی لابشرط شی کے مرتبہ میں۔ اور یہ مرتبہ کذب کو مستلزم نہیں ہے۔

۲۔ اگر اللہ تعالےٰ نے صالحین سے وعدہ ثواب نہ فرمایا ہوتا تو یہ بھی جائز تھا کہ سب کو عذاب دے دیتا۔ اور یہ مرتبہ بھی کذب کو مستلزم نہیں ہے۔

۳۔ تعذیب صالحین ممکن بالذات ہے اور ممتنع بالغیر ہے۔ اور جس غیر کی وجہ سے یہ ممتنع ہے۔ وہ کذب باری ہے۔ پس کذب باری محال بالذات ہے مزید تفصیل کے لیے سابقہ جوابات کا مطالعہ فرمائیں۔

سرفراز صاحب کا گیارہواں شبہ

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ محقق عبدالحق دہلوی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"نعم اختلاف در آں است کہ آیا جائز است عقلاً یا نہ؟ معتزلہ بر آنند کہ جائز نیست زیرا کہ آن موجب بتعید و تنفر است و نزد اصحاب ما کہ گروہ اہل سنت والجماعت اند ایں ہم جائز است کہ حق تعالےٰ یکے را از چاہ ضلالت آوردہ ہدایت رساند بمرتبہ نبوت رساند ولیکن دلیل بر آنست کہ ایں جائز بوقوع نیاوردہ" (تنقید متین ص ۱۸۲)

Marfat.com

خدا معلوم اس عبارت سے امکانِ کذب کیسے لازم آگیا۔ اس عبارت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالےٰ اگر چاہے تو کسی کو گمراہی کے کنوئیں سے نکال کر مرتبہ نبوت تک پہنچا دے۔ بسر و چشم۔ لیکن اس سے اللہ تعالےٰ کا کذب کیونکر لازم آگیا۔ اور اگر فرض کیجئے قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ اس طرح نہیں کرے گا تو اس کا وہی جواب ہے جو ہم بار ہا دے چکے ہیں کہ یہ قدرت لابشرط شی کے مرتبہ میں ہے اور وہ کذب کو مستلزم نہیں ہے۔

بارہواں اور تیرہواں مغالطہ اس کے بعد بارہویں اور تیرہویں دلیل میں رشید احمد گنگوہی اور محمود حسن کے اقوال پیش کئے ہیں۔ ان اقوال کے بارے میں گذارش ہے کہ جہل مرکب کے یہ نسخے ہمارے ہاں مقبول نہیں۔ جو اپنے ایمان اور آخرت کے بدلے میں انہیں خریدنا چاہتا ہو اس پر پیش کیجئے۔

محمود حسن صاحب کے کلام پر تنقید تاہم مولوی محمود حسن صاحب کی عبارت چونکہ سخت توہین آمیز ہے۔ اور اس میں اللہ عزّ و جل کی ربوبیت پر شدید حملہ کیا گیا۔ اس لیے ہم اس پر تبصرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ملاحظہ ہو سرفراز صاحب کے شیخ الہند کا ارشاد ہے۔

"سب جانتے ہیں ذات تعالےٰ شانہٗ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ کے مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے۔ نفس مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نہیں آتی"

(جہد المقل جلد اص ام بحوالہ تنقید متین ص ۱۸۴)

مولوی محمود حسن نے اس شاطرانہ عبارت میں مغالطہ آفرینی کی انتہائی مذموم سعی کی ہے افعالِ قبیحہ سے کیا مراد ہے۔ وہ افعال قبیحہ جن سے اللہ تعالےٰ

Marfat.com

متصف ہو۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کا کاذب اور ظالم ہونا یا وہ افعال قبیحہ جن سے مخلوق متصف ہو۔ مثلاً مخلوق کا کاذب اور ظالم ہونا۔ دوسری صورت میں افعال قبیحہ کی نہ مقدوریت میں خرابی ہے نہ ان کے صدور میں۔ بلکہ اس معنی میں افعال قبیحہ کا صدور واقع ہے۔ اور یہ ہمارے موضوع سے قطعاً خارج۔ اور پہلی صورت میں یعنی اگر افعال قبیحہ سے اللہ تعالےٰ کا متصف بالقبائح ہونا مراد ہو تو یہ قطعاً باطل اور محال صریح ہے۔ جیساکہ مسامرہ کی عبارت سے گذر چکا ہے۔

(ملاحظہ فرمایئے مسامرہ ص ۲۰۶)

علاوہ ازیں اگر بقول محمود حسن اتصاف بالقبائح کی نفس مقدوریت سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے تو غور فرمایئے خودکشی کرنا اور اپنے آپ کو ختم کر دینا یہ ایک قبیح فعل ہے۔ پس اگر اللہ تعالےٰ کی قدرت میں اپنے آپ پر عدم طاری داخل ہو تو پھر اللہ تعالےٰ جائز العدم قرار پائے گا۔ اور جو جائز العدم ہو وہ واجب الوجود نہیں ہوتا۔ دیوبند کے تمام چھوٹے بڑے مل کر بتلائیں کہ اللہ تعالےٰ کے واجب الوجود نہ ہونے سے بڑھ کر بھی کوئی خرابی ہے۔

اب شمشان بھومی جاکر محمود الحسن صاحب کی آتما کو آواز دیجئے اور ان سے پوچھئے۔ آپ تو کہتے تھے کہ فعل قبیح کو مقدور ماننے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور اپنے آپ کو ہلاک کر دینا بھی ایک فعل قبیح ہے۔ اور اس کے ماننے سے تو اللہ تعالےٰ واجب الوجود نہیں رہتا۔ آسان لفظوں میں خدا خدا نہیں رہتا اور نفی الوہیت سے بڑھ کر کائنات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

چلتے چلتے شیخ الہند صاحب نے اشاعرہ پر بھی ایک تہمت لگادی آخر ہند کے شیخ جو ٹھہرے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

"خلاصہ یہ ہوا کہ قبائح تحت القدرہ داخل ہو کر حکمت و عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہیں۔ یہ ہرگز نہیں کہ امور مذکورہ قدرت ہی سے خارج ہیں۔ ورنہ حضرات اشاعرہ خلاف۔ عدل و حکمت کو کیوں مقدور باری فرماتے ہیں" (جہد المقل ص ۲۴)

ہم گذشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ گنہ گار کو عذاب دینا اللہ تعالے کا عدل ہے۔ اور اشاعرہ جائز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالے گنہ گار کو عذاب نہ دے۔ اور اس کو اللہ تعالے کا کمال سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مجرم کو معاف کر دینا اور اس پر سزا نہ دینا حاکم کا انتہائی کمال و احسان ہوتا ہے۔ پس غور کیجئے کہ جو چیز اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالے کا کمال و احسان ہے۔ اسی چیز کو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ اشاعرہ کے نزدیک قبیح ہے۔ بہرحال یہ دیو بند کے اکابر کی ایمانداری راست گوئی اور توحید پرستی کی ایک جھلک ہے۔ جو ہم نے پیش کی ہے۔ ورنہ دیو بند جس مسلک سے عبارت ہے وہ سرتاپا اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اس وقت ان کا کردار موضوعِ سخن نہیں ہے۔ یہ تو سرفراز صاحب نے اپنے شیخ الهند کی عبارت کو چونکہ طبع آزمائی کے لیے پیش کیا تھا۔ اس لیے ہم نے بھی کچھ داد پیش کر دی ہے۔ سرفراز صاحب کی جھولی میں جو کچھ تھا۔ وہ انہوں نے پیش کر دیا۔ اور اس کا ہم نے پورا پورا محاسبہ کر لیا ہے۔ اس بحث کو ختم کرنے کے بعد سرفراز صاحب نے معتزلہ کے چند گمراہ کن عقائد ذکر کئے ہیں۔ جہاں تک ان عقائد کے باطل ہونے کا تعلق ہے وہ سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ لیکن اس جگہ سرفراز صاحب کا ان کو ذکر کرنا ان کے مجرمانہ عزائم کا غماز ہے۔

بہرحال ہم گذشتہ ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور با حوالہ

Marfat.com

ثابت کردیا ہے کہ اصل میں دیوبندی بدعت معتزلہ سے ماخوذ ہے۔ پس آپ جی کھول کر معتزلہ کی خرافات ذکر کیجئے۔ اس ذکر سے آپ ہی روشنی میں آتے جائیں گے۔

Marfat.com

علم غیب

قرآن کریم میں ہے قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک۔ اس کا ترجمہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اس طرح فرمایا ہے:

"تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"

سرفراز صاحب گکھڑوی کی اس ترجمہ پر تنقید ملاحظہ فرمائیں:

"اس میں خان صاحب نے اپنے فاسد عقیدہ کے اثبات کے لیے لفظ آپ ترجمہ میں بزور داخل کیا ہے۔ اعلم واحد متکلم کا صیغہ ہے اور عربی زبان میں یہ صیغہ جہاں بھی پایا جائے گا مثبت میں اس کا معنی ہوگا "میں جانتا ہوں یا جانوں گا" اور "لا اعلم" کا معنی ہوگا۔ میں نہیں جانتا یا نہیں جانوں گا" اس میں لفظ آپ اس کے معنی میں کسی طرح شامل نہیں ہے۔ کیونکہ خان صاحب کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں بلکہ عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا۔ اس لئے عطائی کے لفظ میں انہوں نے قرآن کی بے شمار نصوص قطعیہ اور صحیح احادیث کے صریح مضامین سے راہ فرار اختیار کرنے کی خاطر چور دروازہ کھلا چھوڑا ہے اور مولانا مولوی نعیم الدین صاحب نے اس چور دروازہ سے یوں فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے۔ (تنقید متین ص ۱۹۲)

Marfat.com

سرفراز صاحب نے اس تنقید میں ایک دعویٰ یہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب میں عطائی کی قید لگانا غلط ہے۔ اور اسی طرح علم غیب کی نفی کے موقع پر ترجمہ میں لفظ آپ اور ذاتی کا ذکر کرنا غلط ہے۔

دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطائی غیب مان لینے سے بے شمار نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اب ہم آیات قرآنی کی روشنی میں ان دونوں دعووں کا تجزیہ کر کے قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔

علم غیب کے دلائل

قرآن کریم میں ہے:

ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ (آل عمران)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن غیب پر ہم آپ کو بذریعہ وحی مطلع کرتے ہیں۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء (آل عمران)

اور اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے جو اس کے رسول ہیں۔

صاحب جمل اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والمعنی ولکن اللہ یجتبی ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب (تفسیر جمل)

اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے اپنے برگزیدہ بندوں میں سے ان کو منتخب فرماتا ہے جو اس کے رسول ہیں پھر ان کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

عالم الغیب فلا یظہر علی احدا الا من ارتضی

غیب کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے ان کے

Marfat.com

من رسول۔ — جن کو اس نے پسند کر لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (تفسیر جمل)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی حنفی بیان فرماتے ہیں:

قال ابن الشیخ انہ تعالیٰ لا یطلع علی الغیب الذی یختص بہ علمہ الا المرتضی الذی یکون رسولا وما لا یختص بہ یطلع غیر الرسول وما ھو علی الغیب بضنین۔ (روح البیان)

یعنی ابن شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور جو غیب اس کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) غیب بتلانے پر بخیل نہیں ہے۔

علامہ خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم (تفسیر خازن)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہوتا ہے پس وہ اس غیب پر بخیل نہیں ہیں بلکہ تم کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

اور امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

والرابعۃ ان لہ صفۃ بہا یدرک بہا ما یکون فی الغیب۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۰)

نبی کی چوتھی صفت یہ ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ آئندہ ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب (شفا ج ۱ ص ۱۶۱)

نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا۔

اور امام رازی الا اعلم الغیب کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ولا یعلم الا ما اعطاہ اللہ العلم بہ۔

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہی امور کا علم ہے جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم کی آیات مفسرین کرام و علماء اہلِ سنت کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا تھا منصف مزاج شخص کے لیے یہ کافی دلائل ہیں۔ مگر ہم مزید تحقیق کے لیے علماء دیوبند کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ عطائی علمِ غیب کا انکار کر کے سرفراز صاحب بالکل بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ اور احاطۂ دیوبند میں بھی ان کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی۔ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

"غیب کے دو معنی ہیں حقیقی اور اضافی۔ حقیقی وہ جس کے علم کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ یہ خاص ہے حق تعالےٰ کے ساتھ اور عبد کے لیے اس کا حصول محال شرعی و عقلی ہے۔ اضافی وہ ہے جو کسی ذریعہ سے بعض کو معلوم کرا دیا جائے اور بعض سے پوشیدہ رکھا جا دے۔ یہ عبد کو باعلامِ الٰہی بھی حاصل ہو سکتا ہے۔" (تتمہ فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص ۲۲۳)

تھانوی صاحب نے اس عبارت میں صاف اور صریح اقرار نہیں کیا فضائلِ نبویہ علیہ التحیہ کا عظیم شعار "ہو سکتا ہے" کا کانٹا بن کر اُن کے گلے میں چبھ گیا۔ لیکن تغیر العنوان میں بالآخر مان ہی لیا جس کو ہم انشاء اللہ عنقریب نقل کریں گے۔

شبیر احمد عثمانی دیوبندی متوفی ۱۳۶۹ھ لکھتے ہیں:

"عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔ مگر جس قدر اللہ چاہے۔"

(تفسیر عثمانی ص ۹۵)

عثمانی صاحب کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالےٰ بلا واسطہ یقینی علمِ غیب عطا فرماتا ہے اور غیر انبیاء کو یا تو بالواسطہ علمِ غیب عطا فرماتا ہے اور یا بلا واسطہ عطا فرماتا ہے لیکن وہ درجۂ ظن میں ہوتا ہے۔

اور حامد میاں لکھتے ہیں:

Marfat.com

دیوبندی حضرات	بریلوی حضرات
علماء دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ (سلسلۂ علماء دیوبند ص ۴۴)	اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی ہے۔

بلکہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا کون انکار کر سکتا ہے" (تغییر العنوان ص ۲۱)

لیجئے اب اخیر میں ہم خود سرفراز صاحب کی اپنی عبارت سے منوائے دیتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطائی علم غیب حاصل تھا۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں" (تنقید متین ص ۱۹۷)

پھر وہ کوئی کافر ہی ہو گا جس نے اپنی کتاب کے ص ۱۹۳ پر عطائی علم غیب کا انکار کیا[1]۔ اور اس کو بے بنیاد عقیدہ قرار دیا ہے۔

الحمد للہ کلمۂ حق سرفراز صاحب کی زبان و قلم پر غالب آیا اور اس شدت سے غالب آیا کہ نہ ماننے والے کو اسلام سے خارج کر دیا۔ اور اب سرفراز صاحب کسی طرح کفر کی زد سے نہیں بچتے۔ اگر عطائی علم غیب کے عقیدہ پر قائم رہتے

---

[1] تنقید متین کے ص ۱۹۳ پر سرفراز صاحب نے عطائی علم غیب کا رد اس عبارت سے کیا ہے:

"خان صاحب کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر نہیں بلکہ عطائی طور پر علم غیب حاصل تھا اس لیے عطائی کے لفظ میں انہوں نے بیشمار نصوص قطعیہ اور صحیح احادیث کے صریح مضامین سے راہ فرار اختیار کرنے کی خاطر چور دروازہ کھلا چھوڑا ہے" (تنقید متین ص ۱۹۳)

Marfat.com

ہیں تو اپنی تحریر کے ص ۱۴۳ سے کافر ہوتے ہیں۔ اور اگر عطائی علم غیب کا انکار کرتے ہیں تو اپنی کتاب کے ص ۱۹۰ کی تحریر سے اسلام سے خارج ہوتے ہیں جس آدمی کی زبان دوسروں پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتی ہو بسا اوقات اپنی گالیوں کا وہ خود شکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا مصداق اتم سرفراز صاحب کی ان دو تحریروں میں موجود ہے

اب جب کہ قرآن کی آیات، تفاسیر، اقوال علماء دیوبند بلکہ خود سرفراز صاحب کی تحریر سے بھی ثابت ہو گیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطائی علم غیب حاصل تھا۔ اور قرآن کریم کی آیت کریمہ لا اعلم الغیب میں بھی اگر غیب کو عطائی علم غیب پر محمول کیا جائے تو معنیٰ ہو گا کہ میں عطائی علم غیب کو نہیں جانتا۔ پس قرآن کریم کی اس آیت کا ان تمام آیات سے تعارض لازم آئے گا جن میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے عطائی علم غیب ثابت کیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس میں تعارض نہیں ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

لو کان من غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں شدید تعارض ہوتا۔

نفی علم غیب کا محمل ہے

آئیے اب مفسرین کی طرف رجوع کریں کہ انہوں نے لا اعلم الغیب کو نفی ذاتی پر محمول کیا ہے یا عطائی پر۔

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

ولا اعلم الغیب الا باعلامہ۔

اور میں خدا کے بتلائے بغیر نہیں جانتا۔

علامہ نیشاپوری فرماتے ہیں:

لا اعلم الغیب تکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب باستقلال لا یعلمہ الا اللہ۔

اس آیت میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو علم غیب ذاتی ہو وہ اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے (تفسیر نیشاپوری)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

(ولا اعلم الغیب) مالم یوحی الی ولم

یعنی میں بغیر دلیل اور وحی کے غیب کو نہیں

Marfat.com

ینصب علیہ۔ (انوار التنزیل) جانتا۔

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

وقولہ ولا اعلم الغیب ای ولا ادعی کونی موصوفا بعلم اللہ تعالیٰ (تفسیر کبیر)

یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ موصوف ہوں۔

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے وضاحت کے لیے ترجمہ میں جو لفظ "آپ" ذکر کر کے معنی کیا ہے۔ اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔" یہ معنی آیاتِ قرآنی عقائد اہلِ سنت اور تمام معتبر تفاسیر کے مطابق ہے۔

علم عطائی کی نفی پر مفاسد

سرفراز صاحب نے اس آیت میں عطائی غیب کی نفی مراد لی ہے اور ذاتی کی نفی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس ذات اور ہستی کا خود اپنا وجود ہی ذاتی نہ ہو اس کے بارے میں یہ سوال کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گیا کہ اس کا علم یا کوئی اور وصف ذاتی ہو سکتا ہے۔ جس کی نفی کی ضرورت پیش آئے۔"

(تنقید متین ص ۱۳۳ طبع دوم)

معتقدین دیوبند عموماً اور مولوی سرفراز صاحب خصوصاً اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نفی اسی چیز کی جاتی ہے جو ممکن ہو اور ہو سکتی ہو اور جو چیز نہ ممکن ہو سکتی ہو۔ اس کی نفی کا کوئی فائدہ نہیں۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم غیب ممکن ہی نہیں تو اس کی نفی کا بھی کوئی فائدہ نہیں، سرفراز صاحب کا یہ قول ان کے خام ذہن کی پیداوار ہے۔

اولاً اس لیے کہ اہل علم اور قرآن پر بصیرت رکھنے والے حضرات پر مخفی نہیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زوجہ اور ولد کی نفی کی ہے۔ انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ (انعام) اسی طرح اپنے کفو اور مثل کی بھی نفی کی ہے۔ ولم

Marfat.com

یکن لہ کفوا احد (اخلاص) لیس کمثلہ شئی (شوری) اپنے شریک کی نفی کی ہے۔ لا شریک لہ (انعام) اپنی پیدائش کی بھی نفی کی ہے۔ لم یولد (اخلاص) اپنی ہلاکت کی نفی کی ہے۔

پس اب اگر سرفراز صاحب کے من گھڑت قاعدہ کو مان لیا جائے کہ قرآن کریم میں اس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ جو ہو سکتی ہو تو العیاذ باللہ لازم آئے گا کہ اللہ کی اولاد بھی ہو سکتی ہو۔ اس کی زوجہ بھی ہو سکتی ہو۔ اس کی مثل بھی ممکن ہو اور اس کا کفو بھی ہو سکتا ہو اس کا شریک بھی ہو سکتا ہو۔

دیکھا آپ نے کہ سرفراز صاحب کے من گھڑت قاعدہ اور عطائی علم غیب کے انکار نے ان کو کیسی خرابیوں کی طرف پہنچایا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ سرفراز صاحب ان تمام خرابیوں کو من و عن مان لیں گے کہ بے شک خدا کی اولاد بھی ممکن ہے۔ اس کی زوجہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس کی مثل اور کفو بھی ممکن ہے۔ اس کا شریک بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کے شیخ الہند "جہد المقل" میں لکھ چکے ہیں:

"الغرض بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب اہلسنت ہے۔" (جہد المقل ج ۲ ص ۴۱)

ٹھیک ہے آپ ان تمام امور کو خدا کے لیے ممکن مان لیجئے کیونکہ آپ کے مذہب غیر مہذب میں اللہ تعالے کا ان قباحتوں سے موصوف ہونا ہی تہذیب ہے۔ مگر لم یولد سے اللہ تعالے کی پیدائش کو اور کل شئی ھالک الا وجھہ سے اللہ تعالے ہلاکت کو بھی ممکن مانیں گے۔ اب اگر آپ نے اللہ تعالٰی کی پیدائش اور ہلاکت کو ممکن نہ مانا تو آپ کی کلی ٹوٹ گئی اور ثابت ہو گیا کہ محال پر بھی نفی آتی ہے اور جو امر نہ ہو سکتا ہو۔ اُس کی نفی بھی کی جاتی ہے۔ پس لا اعلم الغیب کی نفی پر آپ کا لغو اعتراض ساقط ہو گیا۔ اور اگر آپ اپنی کلی کو محفوظ رکھ کر اللہ تعالے کی پیدائش اور ہلاکت کو ممکن مان لیں۔ پھر تو اللہ تعالے واجب الوجود نہ رہا کیونکہ جب اللہ تعالٰی کی پیدائش کو ممکن مانا تو اس کا وجود ممکن ہو گیا۔ اور جب اللہ تعالے کی ہلاکت کو ممکن

Marfat.com

مانا تو اس کا عدم ممکن ہو گیا۔ اور جس کا وجود بھی ممکن ہو۔ اور عدم بھی ممکن ہو اُسے دیوبند کے لوگ تو خدا مان کر پوجتے ہوں گے۔ اسلام میں جس خدا کی پرستش ہوتی ہے۔ اس کا وجود واجب لذاتہ اور عدم ممتنع لذاتہ ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ اس باطل قاعدہ کی بنا پر دیوبندیوں نے عطائی علم غیب کا انکار کیا اور اس قباحت کے ثبوت کے لیے ایسی بنیاد قائم کر دی جس سے اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا بھی انکار ہو گیا۔ انّا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثانیاً اس لیے کہ ہم نے لا اعلم الغیب کی تفسیر میں معتمد تفاسیر کے حوالے پیش کئے ہیں۔ جن سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ صرف اعلیحضرت قدس سرہٗ یا صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ہی اس آیت میں نفی کو ذاتی غیب پر محمول نہیں کیا۔ بلکہ باقی مفسرین نے بھی اس آیت میں نفی کو ذاتی غیب پر محمول کیا ہے۔

ثالثاً اس لیے کہ خود دیوبندیوں کے حکیم الامت کی عبارت سے بھی ثابت ہے کہ اس مقام پر ذاتی غیب کی نفی مراد ہے۔ ملاحظہ فرمائیے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

> "مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اور اسی بناء پر لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ اور ولو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے" (حفظ الایمان ص ۱۴)

تھانوی صاحب کی یہ عبارت اگرچہ کلیۃً صحیح نہیں ہے اور ان کا بیان کردہ قاعدہ قرآن کریم سے مردود ہے۔ تاہم سرفراز صاحب کا ضابطہ توڑنے کے لیے اس میں کافی جان موجود ہے۔ کیونکہ تھانوی صاحب کے قانون کے مطابق جہاں بھی مطلقاً غیب کا ذکر عبارت شرعیہ میں وارد ہو گا۔ اس سے مراد وہ غیب ہو گا جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور اسی کو

Marfat.com

ذاتی غیب کہتے ہیں۔ پس لا اعلم الغیب میں بھی مطلق غیب کا ذکر ہوا۔ لہذا تھانوی صاحب قانون کے موافق یہاں بھی غیب سے مراد ذاتی غیب ہی ہوگا۔ جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اب سرفراز صاحب کی مرضی ہے چاہے تو تھانوی صاحب کی دلیل کو رد کر کے اپنے حکیم الامت کی جہالت کا اقرار کریں۔ یا ان کے قانون کو تسلیم کر کے اپنی کم علمی اور کج فہمی کا اعتراف کر لیں۔

تھانوی صاحب کی جہالت

باقی رہی یہ بات کہ تھانوی صاحب کا یہ قاعدہ صحیح ہے یا غلط تو جواب یہ ہے کہ تھانوی صاحب کا بنایا ہوا یہ قاعدہ عقلاً نقلاً ہر طرح باطل ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔ یومنون بالغیب اور اس آیت کریمہ میں بھی مطلق غیب کا ذکر ہے اور یہاں اس غیب سے مراد ذاتی غیب نہیں ہے کیونکہ متقین اس غیب پر ایمان لائے ہیں۔ جس کا انہیں دلائل سے علم ہوا پس یہاں غیب سے مراد وہ غیب ہے جس پر دلیل ہو۔ نہ کہ غیب ذاتی۔

نقلاً اس لیے باطل ہے کہ مفسرین نے اس آیت کریمہ کو عطائی غیب پر محمول کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے علامہ بیضاوی میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ و الیوم الاخر واحوالہ وھو المراد بہ فی ھذہ الآیۃ۔	اور غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات یوم آخر اور اس کے احوال وغیرہ اور اس آیت میں غیب کی یہی دوسری قسم مراد ہے۔

اب قارئین کرام بد دیو بندیوں کے حکیم الامت کا علم و فضل ظاہر ہو گیا ہوگا جنہوں نے یہ قاعدہ بنایا تھا کہ اطلاقات شرعیہ میں غیب سے مراد وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ دیکھئے:

Marfat.com

لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ۔ | آسمانوں اور زمینوں میں جو غیب ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور

ولو کنت اعلم الغیب۔ | اگر میں غیب کو جانتا ہوتا۔

میں جو الغیب مذکور ہے وہی الغیب یؤمنون بالغیب میں بھی ہے اور اس آیت میں غیب اسی طرح مطلقاً مذکور ہے۔ جس طرح ان دو جگہوں پر ہے اور علامہ بیضاوی فرماتے ہیں، اس سے وہ غیب مراد ہے۔ جس پر دلیل قائم ہو۔ کیا ایسا بے خبر اور کلام الٰہی سے ناواقف شخص۔ جسے عام مروج درسی کتاب بیضاوی کا بھی علم نہ ہو۔ حکیم الامت کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور جن لوگوں کے حکیم الامت کے علم کا یہ حال ہے۔ خود ان کے اپنے علم کا کیا عالم ہو گا۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ سرفراز صاحب کا ضابطہ تھانوی صاحب کے بیان سے ٹوٹ گیا۔ اور تھانوی صاحب کا قاعدہ خود قرآن کریم سے مجروح ہو گیا۔ اب سوال یہ ہو گا کہ پھر غیب کے ذاتی یا عطائی کی تعیین کا کیا ضابطہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیب اپنے معنی کے اعتبار سے مشترک معنوی ہے۔ کیونکہ علامہ بیضاوی نے غیب کی یہ تعریف کی ہے:

الخفی الذی لا یدرکہ الحس و لا یقتضیہ بدیھۃ العقل۔ | غیب اس پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں جس کا علم نہ حواس خمسہ سے ہو سکے نہ بغیر غور و فکر کے۔

اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ ما علیہ دلیل اور ما لا دلیل علیہ[1] (تفسیر بیضاوی) اور لفظ مشترک سے کسی معنی کی تعیین بغیر قرینہ کے نہیں ہوتی پس جہاں کہیں حالی یا مقالی قرینہ

---

[1] ما علیہ دلیل کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے رسول کے واسطے سے بتلا دیا یا غور و فکر سے معلوم کیا جا سکے جیسے اللہ تعالیٰ کا وجود یہ علم عطائی کہا جاتا ہے اور ما لا دلیل علیہ اس چیز کے علم کو کہتے جس کو نہ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہو اور نہ عقل سے مانا جا سکتا ہو یہ علم ذاتی ہے۔

Marfat.com

غیب ذاتی ہو گا تو غیب ذاتی مراد لیں گے اور جہاں قرینہ غیب عطائی کا ہو گا۔ وہاں عطائی مراد لیا جائے گا۔ پس جن آیات میں غیب دینے کا ذکر ہے۔ تو واضح امر ہے کہ وہاں غیب عطائی ہی مراد ہے اور جہاں غیب کی نفی کا ذکر ہے تو وہاں پر غیب ذاتی ہی مراد ہو گا۔ کیونکہ دوسری آیات سے جب غیب عطائی ثابت ہو گیا اب اس کی نفی تضاد کو مستلزم ہو گی۔ پس لامحالہ اس نفی کو ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا۔ تھانوی صاحب کا قاعدہ توڑنے کے بعد اگر ہم ان کی اصلاح کریں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں مطلقاً غیب کا جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختصاص ہو یا غیر سے نفی ہو۔ اس غیب سے مراد غیب ذاتی ہے۔ جیسے:

عندہ مفاتیح الغیب اور لا اعلم الغیب ولو کنت اعلم الغیب اور لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ۔

اور اس اصلاح کے بعد بھی یہ بحث سرفراز صاحب کے رد کے لیے کافی اور اسی امر کی طرف ہم نے سطور بالا میں اشارہ کیا تھا۔

سرفراز صاحب کی ایک اور اُلجھن

سرفراز صاحب نے ایک اور سوال کیا ہے:

"غور کیجئے کہ آپ نے یہ کیوں نہ فرما دیا۔ کہ میں ذاتی طور پر محمد اور رسول نہیں ہوں۔ بلکہ عطائی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عطائی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے وجہ فرق بیّن ہو۔"

لیجئے ہم نے غور کر لیا اور وجہ فرق بھی بیان کئے دیتے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ کی سمجھ میں آ جائے۔ بات یہ ہے کہ علم اور قدرت ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بظاہر مشترک ہیں۔ اس وجہ سے ان میں یہ اشتباہ ہو سکتا تھا کہ کہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی معاذاللہ خدا تو نہیں ہیں۔ پس اس اشتباہ کو دور کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ میں نہ ذاتی طور پر غیب جانتا ہوں نہ ذاتی قدرت رکھتا ہوں۔ بخلاف ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وصفِ

Marfat.com

رسالت، کے کیونکہ وہ اللہ تعالٰے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مشترک نہیں۔ لہذا یہاں پر نہ کوئی اشتباہ تھا نہ اس کو زائل کرنے کے لیے ذاتی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ذاتی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نفی کی ضرورت تھی۔

ثانیاً یہ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو لوگوں نے علم اور قدرت کے عظیم مظاہر ہونے کی وجہ سے الٰہ اعتقاد کر لیا تھا نہ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی باقی صفات کی وجہ سے پس گمراہی کی اس جڑ کو کاٹنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ سے بالخصوص ذاتی علم اور ذاتی قدرت کی نفی کی جاتی۔ دیکھئے امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

ان المراد منہ ان یظھر الرسول من نفسہ التواضع للہ والخضوع لہ لعبودیتہ حتی لا یعتقد فیہ مثل اعتقاد النصاریٰ فی المسیح علیہ السلام۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸)	اس آیت سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں تواضع اور خضوع کو ظاہر فرمائیں اور اللہ تعالٰے کی بندگی کا اعتراف کریں حتیٰ کہ آپ کے حق میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرح الوہیت کا اعتقاد نہ کر لیا جائے۔

ثالثاً اس لیے کہ علم اور قدرت ہی دو ایسے وصف ہیں جن پر مدار الوہیت ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ علم اور قدرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وھذان الوصفان ھما اللذان بھما ثبت الربوبیۃ والالوھیۃ والجلالۃ والعزۃ۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵۱)	علم اور قدرت دو ایسی صفات ہیں جن سے ربوبیت اور الوہیت ثابت ہوتی ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ پر ہی بناءِ الوہیت ہے نہ کہ باقی صفات پر۔ پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بالخصوص علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ کی نفی کی وجہ اہلِ فہم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ دیکھئے علامہ آلوسی حنفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

لافائدة فی الاخبار بانی لااعلم الغیب انما الفائدة فی الاخبار بانی لا اقول ذالک لیکون نفیا لادعاء الامرین الذین هما من خواص الالٰهیة لیکون المعنی انی لاادعی الالٰهیة۔

محض علم غیب کی نفی کی خبر دینے کے لیے کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ تو اس بات میں ہے کہ یوں کہا جائے کہ میں یہ بات پسند نہیں کہتا تھا تاکہ اُن دونوں صفتوں کی نفی ہو جائے جو خواص الوہیت میں سے ہیں تاکہ حاصل یہ ہو کہ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۴)

اور امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان المراد من قوله لا اقول لکم عندی خزائن الله معناه وانی لاادعی کونی موصوفا بالقدرة اللائقة بالاله تعالیٰ وقوله ولا اعلم الغیب ای ولا ادعی کونی موصوفا بعلم الله تعالیٰ وبمجموع هذین الکلامین حصل انه لایدعی الالٰهیة ۔

میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالےٰ کے خزانے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ایسی قدرت کے ساتھ متصف ہوں جو اللہ کی شان کے لائق ہو اور میں غیب نہیں جانتا کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے علم کے ساتھ موصوف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا

(تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۸۹)

رابعًا یہ کہ آپ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی علم کی نفی کیوں کہلوائی۔ اور ذاتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا ذاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی کیوں نہ کہلوائی۔ خالص معتزلہ کا اندازِ فکر ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے افعال میں چون وچرا تلاش کرتے تھے اور ہر بات کی علت اور غرض ڈھونڈتے تھے جس کی علت سمجھ میں آئی۔ مان لیا جس کی غرض سمجھ میں نہ آئی چھوڑ دیا۔ اسی لیے انہوں نے میزان حساب وکتاب اور پلصراط وغیرہ کا انکار کر دیا۔ ہمارے

Marfat.com

نزدیک اللہ تعالیٰ نے جو مناسب جانا کیا اس کے کسی فعل پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ فعال مطلق ہے۔ اس کی شان یہ ہے:

لا یسئل عما یفعل   وہ کسی فعل پر جواب دہ نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قل لا اعلم الغیب کیوں فرمایا قل لست برسول یا قل لست بمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں نہ فرمایا۔ ایک جرأت ہے جس کے تصور سے بھی ہمارا دل لرزتا ہے۔ لیکن سرفراز صاحب کی اس جرأت سے قطع نظر کر کے بھی ہم نے ذاتی علم غیب اور قدرت ذاتیہ کی تخصیص کی حکمت بیان کر دی ہے اللہ تعالیٰ انہیں سمجھنے کی توفیق دے۔

علم شعر کی تحقیق

مبتدعین دیوبند عام طور پر قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم علم کی تنقیص کیا کرتے ہیں:

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔   اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا۔ اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

اس آیت کریمہ سے مبتدعین دیوبند ثابت کرتے ہیں۔ کہ آپ کو شعر کا علم نہ تھا۔ ان لوگوں کے عقائد کو دیکھ کر ہم حیرت اور افسوس میں غرق ہو جاتے ہیں کہ یہ اُمت کے ہزاروں افراد کے لیے شعر کا علم مانتے ہیں۔ اور اگر انہیں کسی ذات کے لیے شعر کا علم ماننے سے انکار ہے تو اس ذات کے لیے جو کائنات کے محسن ہیں۔ جن کے دم قدم سے یہ چمن وجود کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ جن کے علم کی عظمتوں کی قرآن نے گواہی دی۔ جن کا علمی وقار خدا کو اس قدر عزیز تھا۔ کہ کسی کو ان کا دنیاوی استاد بنانا گوارہ نہ کیا۔ جن کے ایک خادم اور فیض یافتہ کے علم کی عظمتوں کے آگے فرشتوں کی گردنیں جھک گئیں اور ابلیس انگشت بدنداں رہ گیا۔ آج یہ منہ پھٹ لوگ علم و عرفان کے اس عظیم آفتاب کی فیض آفرینیوں کا انکار کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو امتی کہلاتے ہیں۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ کو احساس تھا کہ اس آیت سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے

Marfat.com

کی کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے گمراہی کے سیلاب کو روکنے کے لیے اب سے بہت پہلے اس کے آگے بند باندھ دیا تھا۔

فرماتے ہیں:

"معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا" الخ

سرفراز صاحب اس تفسیر پر تنقید کرتے ہیں:

"مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ جتنا بھی لفظوں کا چکر دیا ہے۔ سب بے سود ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ لغت شرع اور عرف میں جس چیز پر بھی لفظ شعر کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ کچھ بھی ہو اس آیت سے اس کی نفی قطعی طور پر ثابت ہے۔ اس سے ملکہ کی نفی کرنا اور کلام موزوں اور شعر صحیح و سقیم کا علم ثابت کرنا قرآن کریم کی خالص تحریف ہے نعوذ باللہ"

(تنقید متین ص ۱۹۶)

شعر کے علم کی مطلقاً نفی پر نو اشکال

سرفراز صاحب کی یہ عبارت کئی وجہ سے مردود ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ سرفراز صاحب اس پر بضد ہیں کہ حضور کو شعر کا مطلقاً علم نہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ شعر کو مطلقاً نہیں جانتے تھے۔ تو آیۃ کریمہ وما علمناہ الشعر میں بھی تو لفظ شعر موجود ہے۔ اب تلایئے کہ حضور کو اس شعر کا علم تھا یا نہیں اگر تھا تو آپ کا قول باطل ہو گیا۔ اور اگر نہیں تھا تو لازم آیا کہ حضور پورے قرآن کو نہیں جانتے تھے کیونکہ پورے قرآن میں شعر اور شاعر دونوں لفظ موجود ہیں اور مکتب دیوبند کی تعلیم کے مطابق حضور کو شعر و شاعر کا علم نہیں اور قرآن کریم صرف لفظوں کا نام نہیں ہے بلکہ:

هو اسم المنظم والمعنی جمیعا — لفظ اور معنی دونوں کا نام قرآن ہے۔

پس جب آپ کو شعر کا لغوی عرفی شرعی کوئی معنی معلوم نہیں تھا۔ تو لازم آیا کہ آپ کو پورے قرآن اور کتاب۔ اور کتاب اللہ کا علم نہ ہو۔ اور جب آپ کو پورے

Marfat.com

قرآن کا علم نہیں تھا۔ تو

الرحمٰن علم القرآن ۔ اللہ نے آپ کو قرآن سکھایا۔

کاذب ہو گیا۔

یعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ حضور قرآن اور سنّت کی تعلیم دیتے تھے۔

باطل ہو گیا۔

علمک مالم تکن تعلم ۔ جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو تبلادیا۔

جھوٹا ہو گیا۔ اللہ اکبر خود تو شیخ القرآن کہلاتے ہیں اور نبی علیہ السّلام سے علم قرآن کی نفی کرتے ہیں۔

نیز ہم پوچھتے ہیں کہ سرفراز صاحب کو شعر کا کسی وجہ سے علم ہے یا نہیں۔
پہلی صورت میں ان کا علم حضور سے بڑھ گیا۔
اور دوسری صورت میں نفی مجہول مطلق لازم آئی۔
ثانیًا اس لیے کہ حدیث میں ہے:

عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشعر لحکمۃ۔ (مشکوٰۃ ص۴۰۹)

ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے:

ان من الشعر حکما۔ ۔ بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

اب سرفراز صاحب تبلائیں کہ جب حضور جانتے ہی نہیں کہ شعر کیا چیز ہے۔ تو پھر آپ نے یہ کیسے فرمادیا کہ بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں روا منح امر ہے کہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں۔ وہ جانتا ہو گا کہ شعر کس چیز کا نام ہے۔ ورنہ حضور کا یہ کلام ہی العیاذ باللہ صحیح نہ ہو گا۔ کہ جب آپ کو شعر کا علم ہی نہیں۔ تو آپ کو اس کے حکیمانہ ہونے کا کیسے علم ہو گیا۔ نیز جب شعر آپ کے لیے مجہول مطلق

Marfat.com

ہے تو کیا مجہول مطلق پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔

ثالثاً حدیث شریف میں ہے:

عن عائشۃ قالت ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح (مشکوٰۃ ص ۴۱۰)	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کے سامنے شعر کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے اگر اس کا مضمون اچھا ہو تو شعر اچھا ہے اور اگر مضمون برا ہو تو شعر برا ہے۔

سبحان اللہ یہ ہے علم رسالت کی عظمتوں کا جیتا جاگتا نشان معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعر کی اچھائی اور برائی اس کے عیوب اور خوبیوں پر مطلع تھے بلکہ آپ نے شعر کی اچھائی اور برائی جانچنے کا قیامت تک کے لیے قانون بنا دیا کہ جس کا مضمون درست ہو وہ درست ہے اور جس کا مضمون غلط ہو وہ غلط ہے۔ لیکن سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے لیے شعر صحیح اور سقیم کا علم ثابت کرنا قرآن کریم کی خالص تحریف ہے:

رابعاً اس لیے کہ اگر حضور شعر کی اچھائی اور برائی پر آگاہ نہ تھے اور آپ نے ہمیں اس کے بارے میں ہدایت نہیں دی۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حضور کی ہدایات نامکمل ہوں۔ اگر آپ کے سامنے برا شعر پڑھا جائے۔ تو آپ اسے روکیں گے یا نہیں۔ اگر نہ روکیں تو یہ منصب نبوت کے خلاف ہے۔ اور اگر روکیں تو یہ دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ اور ثابت ہوا کہ حضور شعر کی اچھائی اور اس کی برائی پر مطلع اور آگاہ ہیں۔

خامساً یہ کہ حدیث میں ہے:

انہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماذا تری فی الشعر فقال ان المومن یجاھد بسیفہ ولسانہ	حضرت کعب بن مالک نے حضور سے عرض کیا کہ آپ شعر کے بارے میں فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجاہد اپنی تلوار اور زبان دونوں سے

Marfat.com

جہاد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۰)

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ پر آیت کریمہ وعلمناہ الشعر وما ینبغی لہ نازل ہو چکی تھی۔ اگر وما علمناہ کے وہ معنی ہوتے جو سرفراز صاحب نے سمجھے ہیں۔ تو کعب بن مالک کا حضور سے شعر کا حکم دریافت کرنا ہی لغو قرار پاتا ہے۔ کیونکہ آپ شعر کو جانتے ہی نہیں تو اس کا حکم کیسے تبلا سکتے ہیں اور اگر کعب بن مالک نے بقول آپ کے سوال کرنے کی غلطی کر ہی لی تھی۔ تو حضور فرما دیتے کہ میں تو شعر کا لغوی عرفی شرعی کسی قسم کا معنی جانتا نہیں۔ اس کا حکم کیسے تبلاؤں گا۔

ساد سًا یہ کہ علم اگر یہاں مطلق ادراک کے معنی میں لیا جائے۔ تو وہ خرابیاں لازم آئیں گی جو ہم نے اُوپر ذکر کی ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہاں پر علم بمعنی ملکہ ہے یعنی طبیعتِ انسانیہ کے اس وصف کو کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسے کسی کام پر مکمل عبور ہوتا ہے اور وہ بغیر کسی دشواری اور رکاوٹ کے وہ کام کر سکتا ہے۔ آسان لفظوں میں ہم اس کو مہارت اور عادت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ پس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کی عادت نہیں ڈالی یا شعر کہنے کی مہارت نہیں عطا کی۔ اور اس آیت کریمہ کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے۔ کہ آپ شعر کا معنی نہیں جانتے تھے۔ اور آپ کلام شعری اور غیر شعری میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ دیکھئے علامہ اسماعیل حنفی لکھتے ہیں:

وفی التهذیب للبغوی من ائمتنا قیل کان علیه السلام یحسن الشعر ولا یقوله والاصح انه کان لا یحسنه ولکن کان یمیز بین جیده وردئه۔	ہمارے آئمہ سے امام بغوی تہذیب میں فرماتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام اچھی طرح شعر کہہ سکتے تھے۔ لیکن کہتے نہ تھے صحیح بات یہ ہے کہ آپ اچھی طرح شعر نہیں کہہ سکتے تھے لیکن آپ شعر کی اچھائی اور برائی کو جانتے تھے۔

(روح البیان ج ۳ ص ۲۸۲)

کچھ سطر بعد علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

Marfat.com

والظاهر ان المراد ما ينبغي له من حيث نبوته و صدق لهجته ان يقول الشعر لان المعلم من عند الله لا يقول الا حقا وهذا لا ينافي كونه في نفسه قادرا على النظم والنثر ويدل عليه تميزه بين جيد الشعر ورديه اى موزونه وغير موزونه على ما سبق ومن كان مميزا كيف لا يكون قادرا على النظم في الالهيات والحكم لكن القدرة لا تستلزم الفعل في هذا الباب صونا عن اطلاق لفظ الشعر والشاعر الذي يوهم التخييل والكذب۔

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے فرمان "وما ینبغی لہ" کا مطلب یہ ہے کہ منصب نبوت کے اعتبار سے شعر کہنا آپ کے مناسب نہیں ہے کیونکہ معلم من اللہ سوا حق کے کچھ نہیں کہتا اور یہ نبی علیہ السلام کے فی نفسہ شعر گوئی پر قادر ہونے کے منافی نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ شعر کی اچھائی اور برائی کو جانتے تھے۔ اور اس کے وزن اور قافیہ وغیرہ سے واقف تھے اور جو نظم کرنے کو جانتا ہو وہ اس پر قادر کیسے نہیں ہو سکتا کہ ان ہی مسائل اور احکام کو نظم کی شکل میں بیان کرے لیکن قدرت اس باب میں فعلیت کو مستلزم نہیں ہے تاکہ احکام شرعیہ لفظ شعر اور شاعری کے اطلاق سے محفوظ رہیں کیونکہ یہ لفظ کذب اور تخیلات کا وہم پیدا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو گیا۔ امام بغوی اور دیگر علماء اہل سنت کے نزدیک صحیح بات ہے کہ آپ کو شعر کا علم و ادراک تھا۔ اور علامہ اسماعیل حقی کے نزدیک حق یہی ہے کہ آپ کو شعر کہنے پر قدرت بھی تھی۔ البتہ شعر کہنے کی مہارت نہ تھی۔ پس ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ اس آیت میں آپ سے ملکہ شعر کی نفی کی گئی ہے۔ وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ البتہ بغض رسالت اور جہالت کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

Marfat.com

سابعًا یہ کہ سرفراز صاحب نے ملکہ کی نفی کو تحریف پر محمول کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں علم کی نفی ہے۔ ملکہ کی نفی نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ دیوبند کے اس محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ملکہ اور علم میں تضاد نہیں۔ بلکہ ملکہ علم ہی کا ایک معنی ہے۔ دیکھئے علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

هو علم ای ملکة — وہ (علم) ملکہ ہی ہے۔

(مختصر معانی ص ۲۸ امطول ص ۵۶)

اب جب کہ ثابت ہو گیا کہ علم کا معنی ملکہ بھی ہے۔ پس علمنا میں علم کو ملکہ کے معنی میں لینا تحریف نہیں بلکہ تصریحات علماء کے مطابق ہے۔

ثامنًا اس لیے کہ شعر کہتے ہیں:

الکلام الذی قصد الی وزنہ۔ — یعنی وہ کلام شعر ہے۔ جس میں وزن کو مقصود بنایا گیا ہو۔

اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے کلام موزوں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

انا النبی لا کذب — انا ابن عبد المطلب

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

لاعیش الا عیش الاخرہ — فاغفر الانصار والمهاجرة

اور اس جگہ یہ سوال پیدا ہو گا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وما علمناہ الشعر پس یہ شعر آپ نے کیسے پڑھے۔ تو مفسرین کرام نے اس کا جواب دیا۔ ملاحظہ فرمایئے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

ذالک لیس بشعر لعدم قصدہ الی الوزن والقافیة وعلی هذا لو صدر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کثیر موزون مقفی — یہ کلام موزوں شعر نہیں ہے کیونکہ آپ نے وزن اور قافیہ کا قصد نہیں کیا تھا۔ پس اس بنا پر اگر نبی علیہ السلام سے کلام موزوں کے کثیر افراد بھی صادر ہوں تو شعر نہ ہوں گے

Marfat.com

لایکون شعر العلام قصدہ اللفظ۔ | کیونکہ آپ قافیہ اور وزن کا قصد نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج۷، ص ۱۱)

اسی طرح اور مفسرین نے بھی جواب دیئے ہیں۔ اب آپ غور فرمائیے کہ مفسرین کرام نے کلام موزوں کے ادراک کو وماعلمناہ الشعر کے خلاف نہیں سمجھا بلکہ اس کے صدور کو وماعلمناہ الشعر کے خلاف سمجھا ہے اور جواب کے درپے ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام مفسرین کی مراد یہاں پر علم سے ملکہ ہے۔ نہ کہ مطلقاً ادراک جیسا کہ دیوبندیوں نے سمجھا ہے۔

تاسعًا یہ کہ خود علماء دیوبند نے تصریح کی ہے۔ کہ حضور اعلم الخلق (مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے) ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"کہ بفضلہ تعالٰی میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(بسط البنان ص ۱۹)

اور مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں۔" (عقائد علماء دیوبند ص ۴۹)

اب سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر حضور کو شعر گوئی کا علم نہ ہو تو بتلایئے کہ امت کے جن افراد کو شعر کا علم ہے ان کا علم اس شعبہ میں حضور سے زائد ہوا یا نہیں۔ پس حضور اعلم المخلوقات کیسے ہوئے۔ اب یا تو عقائد دیوبند کو باطل کیجئے یا اپنی بدعقیدگی سے توبہ کیجئے۔ ممکن ہے سرفراز صاحب یہ عذر پیش کریں۔ کہ بری چیز کا علم حضور سے نفی کرتے ہیں کوئی برائی نہیں۔ تو گذارش

Marfat.com

ہے کہ مطلقاً شعر تو مذموم نہیں ہے۔ حضور نے خود فرمادیا ہے کہ:

ھو کلام حسنہ حسن — جس شعر کا مضمون اچھا ہو وہ اچھا ہے اور جس

وقبیحہ قبیح۔ — کا مضمون برا ہو وہ برا ہے۔

نیز اگر شعر مطلقاً مذموم ہے تو پھر حسان بن ثابت کے اشعار پر کیا فتویٰ لگایئے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت حسان کو منبر پر بٹھا کر شعر سنا کرتے تھے۔ اس بارے میں کیا حکم ہو گا۔ اور سب کو چھوڑیئے۔ اپنے آباؤ اجداد کی شاعری کو کس کھاتہ میں رکھیئے گا۔ قصائد قاسمی اور مرثیہ گنگوہی کس مرتبہ میں شامل ہوں گے۔ پس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ مطلقاً شعر مذموم نہیں ہے۔ جس کا مضمون مذموم ہو وہ مذموم ہے اور جس کا مضمون محمود ہو۔ وہ محمود ہے۔ پس جن اچھے اشعار کا علم افراد امت کو ہے اور حضور کو نہ ہو۔ تو اس علم میں یہ افراد امت حضور سے بڑھے یا نہیں۔ پھر آپ کے اعلم الخلق ہونے کا عقیدہ کس طرح سلامت رہے گا افسوس اور صد افسوس کہ آپ اپنے احبار و رہبان کے لیے اشعار کا علم ثابت کرتے ہیں۔ اور حضور جو اعلم الخلق ہیں ان سے اس کے علم کی نفی کرتے ہیں۔ سچ کہیئے کیا آپ نے اپنے دیوتاؤں کا مرتبہ حضور سے بڑھا نہیں دیا۔ بہر حال ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ علم بمعنی ادراک آپ کے لیے ثابت ہے اور جو منفی ہے وہ علم بمعنے ملکہ ہے۔

سرفراز صاحب کے ایک اعتراض پر بحث کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بات پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ کہ آخر ملکہ شعر کو کیوں منافی نبوت قرار دیا گیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے جو ہم ابھی روح البیان سے نقل کر چکے ہیں۔ دوسری وجہ جو امام رازی نے تفسیر کبیر میں ارقام فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نثر میں الفاظ معنی کے تابع ہوتے ہیں اور نظم میں معنی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔ پس شاعر کی بالذات نظر الفاظ کی طرف اور نبی کا مقصود الفاظ نہیں۔ معنے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا گیا۔

Marfat.com

صدرالافاضل کا دوسرا جواب اور اس کی توضیح

وما علمناہ الشعر سے مبتدعین دیوبند کے تنقیص علم پر استدلال کا دوسرا جواب صدرالافاضل رحمہ اللہ نے اس طرح دیا ہے۔ یا یہ کہ قرآن تعلیم شعر نہیں ہے اور شعر سے کلام کاذب مراد ہے۔ خواہ موزوں ہو یا غیر موزوں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم اوّلین و آخرین تعلیم فرمائے گئے۔ جن سے کشف حقائق ہوتا ہے اور آپ کے معلومات واقعی اور نفس الامری ہیں۔ کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے۔ وہ آپ کی شان کے لائق نہیں اور آپ کا دامنِ تقدس اس سے پاک ہے۔

اب سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمایئے:

"وما علمناہ الشعر میں تو نفی ہے۔ اس سے علم اوّلین و آخرین کی تعلیم کے اشارے کا جوڑ خدا معلوم کیسے تھا۔ قرآن کریم کا یہ قطعی مضمون تو یہ بتلا رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے مطلقاً شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ لیکن مولوی نعیم الدین صاحب کہتے ہیں۔ کہ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کو اوّلین و آخرین کے علوم کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ نہ معلوم یہ اشارہ کیسے ثابت ہوا" (تنقید متین ص ۱۹۷)

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ قرآن شعر کی طرح کلام کاذب نہیں۔ چنانچہ شبیر احمد صاحب عثمانی اپنی تفسیر میں اسی مقام پر لکھتے ہیں:

"اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے۔ جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا"

یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی جس میں علوم اولین و آخرین موجود ہیں نہ کہ کذب کی تعلیم دی ہے جو آپ کی شان کے لائق نہیں اور عقلمند شخص کیلئے

Marfat.com

یہ واضح اشارہ ہے۔

صدر الافاضل کا تیسرا جواب

صدر الافاضل رحمہ اللہ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں شعر یعنے کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح و سقیم۔ جید و ردی کو پہچاننے کی نفی نہیں۔ بلکہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں طعن کرنے والوں کے لیے یہ آیت کسی طرح سند نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم کائنات عطا فرمائے۔ اس کے انکار میں اس آیت کو پیش کرنا محض غلط ہے"

سرفراز صاحب کی تنقید:

"ثالثاً یہ کہ کس آیت اور خبر متواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی طور پر (ایک ذرہ اور ایک فرد بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہو) علوم کائنات عطا فرمائے گئے تھے۔ تاکہ یہ آیت کریمہ اس سے متعارض ہو۔ اور اس کو اس کے مقابلہ میں سند لانا صحیح نہ ہو اور اس کو اس کے مقابلہ میں پیش کرنا محض غلط ہو۔ قرآن و حدیث میں تو کوئی ایک حوالہ بھی صریح اس پر موجود نہیں ہے۔ ہاں فی الجملہ اوّلین و آخرین کا آپ کو عطا ہونا صحیح دلائل سے ثابت ہے۔ مگر وہ بعض ہیں کل نہیں"۔ (تنقید متین ص ۲۳۶ طبع دوم)

علم کلی

عام طور پر مبتدعین دیو بند علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلی کو اپنے طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل عقیدہ کو دلائل سے بیان کر دیا جائے۔ غور فرمایئے ہر چیز قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور جس چیز کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اس کا نبی علیہ السلام کو علم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا نبی علیہ السلام کو علم ہے قیاس کا صغریٰ یہ ہے۔ کہ ہر شئے قرآن میں مذکور ہے اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت دلیل ہے:

Marfat.com

وننزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ ۔ — اور ہم نے آپ کے اُوپر جو کتاب نازل کی ہے ۔ وہ ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے ۔

اس آیت کا مرکز استدلال لفظ "کل" ہے اور تمام اصولیین کا اتفاق ہے ۔ کہ لفظ کل الفاظ عموم میں سے ہے ۔ چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں :

اذا اضیف کل الی النکرہ فھو لعموم افرادھا ۔ — جب لفظ کل کی نکرہ کی طرف اضافت ہو تو وہ اپنے مضاف الیہ کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے ۔

(توضیح تلویح ص ۱۷۳)

اور آیت مذکورہ میں کل کی اضافت شئ کی طرف ہے جو نکرہ ہے پس یہاں لفظ کل شئ کے ہر فرد کو شامل ہے ۔ اور عام اپنے تمام افراد کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے ۔ اور کوئی ظنی دلیل اس کا مخصص نہیں ہو سکتا ۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں :

وعند جمہور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما تیناولہ من الافراد قطعًا و یقینا عند مشائخ العراق وعامۃ المتاخرین ۔ — جمہور کے نزدیک عام کے تمام افراد کے لیے اس کا حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے اور مشائخ عراق اور عامہ متاخرین کا مذہب ہے ۔

(توضیح تلویح ص ۱۱۱)

یہی وجہ ہے کہ احناف خبر واحد کو بھی عام کے لیے مخصص نہیں مانتے ۔ اور انہوں نے "فاقرءوا ما تیسر من القرآن" میں ما کے عموم کے لیے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو مخصص نہیں تسلیم کیا ۔ بلکہ ملا جیون رحمہ اللہ نے واشگاف الفاظ میں تصریح فرمائی ہے کہ :

لا یجوز تخصیص قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ومن دخلہ کان آمنا بالقیاس وخبر الواحد ۔ (نور الانوار ص ۷۰) — اللہ تعالیٰ کے قول ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اور من دخلہ کان آمنا کے عموم کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے جائز نہیں ہے ۔

Marfat.com

ان دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ
میں کل کا عموم قطعی ہے۔ جس کے لیے کوئی خبر واحد یا قیاس بھی مخصص نہیں بن سکتا۔ پس قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم ہر چیز کے علم کو شامل ہے۔ علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

والتحقيق عندی ان جميع ما عند النبی صلی الله عليه وسلم من الاسرار الالهية وغيرها من الاحكام الشريعة فقد اشتمل عليه القرآن المنزل فقد قال سبحانه ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شیٔ وقال تعالیٰ ما فرطنا فی الكتاب من شیٔ وقال صلی الله عليه وسلم فيما اخرجه الترمذی وغيره ستكون فتن قبل وما المخرج منها قال كتاب الله تعالیٰ فيه نبأ ما قبلكم وخبر ما بعدكم وحكم فيكم واخرج ابن جرير عن ابن مسعود قال انزل فی هذا القرآن كل علم وبين لنا فيه كل شیٔ ولكن علمنا يقصر عما بين لنا فی هذا القرآن۔

میری تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسرار الٰہیہ، احکام شریعہ یا جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے۔ ان تمام علوم پر قرآن مشتمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ جو ہر چیز کا بیان کرتی ہے۔ نیز فرمایا۔ ہم نے اس کتاب میں کسی شیٔ کے بیان میں کمی نہیں کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ان سے نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کتاب اللہ! اس میں تم سے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے لیے احکام ہیں اور ابن جریر نے ابن سعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا اس قرآن میں ہر شیٔ کا علم ہے۔ اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہماری عقول قرآن کریم سے ان کو حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

(روح المعانی ج ۶ ص ۱۷۰)

اور علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

وقال الشافعی مرۃ بمکۃ سلونی عما شئتم اخبرکم عنہ فی کتاب اللہ الی ان قال وقال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسیرہ جمع القرآن علوم الاولین واخرین بحیث لم یحط بھا علماً حقیقۃً الا المتکلم بھا ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا ما استاثر بہ سبحانہ تعالیٰ ثم ورث عنہ معظم ذالک سادات الصحابۃ واعلامھم مثل الخلفاء الاربعہ وابن مسعود وابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) حتی قال لوضاع عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ۔

امام شافعی نے فرمایا مجھ سے جو چیز پوچھو تو میں تمہیں وہ قرآن میں دکھا دوں گا۔ اور ابن ابی الفضل مرسی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن کریم تمام علوم اوّلین وآخرین کا جامع ہے جن کے علم کا حقیقت میں سوائے اللہ کے کسی نے احاطہ نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوا ان امور کے جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں پھر کبار صحابہ اس علم سے وافر حصّہ کے وارث ہوئے۔ مثل خلفائے راشدین کے اور حضرت ابن مسعود اور ابن عباس کے اور ابن عباس نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اسے بھی قرآن میں پالوں گا۔

(اتقان ج ۲ ص ۱۲۶)

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اور علامہ سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کی ان عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان اور علم موجود ہے۔ اس مقام پر یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مفسّرین نے تبیاناً لکل شئی کی صرف احکام شریعہ کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ کل کا عموم قطعی ہے۔ اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی تو بعض مفسرین کے اقوال اس کے مخصص کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس بحمداللہ یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے اور اجماعاً ثابت ہے۔ کہ قرآن کریم (جس چیز کا بھی بیان ہے۔ نبی علیہ السلام کو ان تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔

Marfat.com

پس ثابت ہو گیا کہ نبی علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔ اور اسی علم کو علم کلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت اسی شخص کو حاصل ہو گی۔ جسے مخلوق کا علم حاصل ہو۔ دیکھئے امام رازی متوفی ۶۰۶ھ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لیس المقصود من اراءۃ الله ابراهیم ملکوت السموٰت والارض هو مجرد ان یری ابراهیم هذا الملکوت بل المقصود ان یراها فیتوسل بها الی معرفۃ جلال الله تعالی وقدسه وعلوه وعظمته۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۲)	ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی تمام نشانیاں دکھانے سے یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت ابراہیم کو صرف انہیں چیزوں کا علم حاصل ہو۔ بلکہ مقصود یہ تھا کہ انہیں ان نشانیوں کے علم سے اللہ تعالیٰ کی جلالِ ذات اور اس عظمت کی معرفت حاصل ہو۔

اور علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

وانت تعلم ان رویۃ الربوبیۃ انما هی برویۃ دلائلها وآثارها (روح المعانی ج ۷ ص ۱۷۲)	اور تو خوب جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے دلائل اور مظاہرِ قدرت کی معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

پس اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کاملہ حاصل ہے۔ تو آپ کو حضور کے لیے علم کلی بھی ماننا پڑے گا۔

ثانیاً اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کا علم عطا فرمایا۔ اب اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ حضرت ابراہیم سے کم نہیں سمجھتے تو آپ کو حضور کے لیے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

ان الله اراه الملکوت بالعین	اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

Marfat.com

قالوا ان اللہ تعالیٰ شق لہ السموات حتی رای العرش والکرسی والی حیث ینتھی فوقیۃ العالم الجسمانی وشق لہ الارض الی حیث ینتھی الی السطح الاٰخر من العالم الجسمانی ورای ما فی السموات من العجائب والبدائع ورای ما فی باطن الارض من العجائب والغرائب۔

تمام ملکوت ان کی آنکھ سنے دکھلائے یہاں تک کہ تمام آسمانوں کے پار انہیں عرش اور کرسی دکھلایا۔ غرضیکہ اُوپر کی جانب میں جو کچھ بھی تھا۔ وہ دکھلایا پھر نیچے کی جانب زمین کی آخری گہرائی تک میں جو کچھ بھی تھا وہ دکھلایا اور آسمان وزمین کے عجائب و غرائب بھی اس طرح دکھلائے جیسے ان کی ظاہری نشانیاں دکھلائی تھیں۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۳)

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ مخلوق کا کلی علم خالق کی کامل معرفت کا ذریعہ ہے۔ پس جب کہ ابراہیم علیہ السّلام کو اللہ تعالےٰ نے اس علم کلی سے بہرہ مند فرمایا۔ تو نبی علیہ السّلام کے بارے میں یہ کیونکر متصور ہے کہ انہیں یہ علم حاصل نہ ہو۔ بلکہ نبی علیہ السلام کو یقیناً اس سے کہیں زیادہ علم حاصل تھا۔ کیونکہ جب آپ کو خالق کی معرفت تمام انبیاء سے اتم اور اکمل درجہ میں حاصل ہے۔ تو لازماً مخلوق کا علم بھی آپ کو سب سے زیادہ حاصل ہو گا۔

رابعًا یہ کہ امام رازی اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ انسان پر جب تک حجابات بشریہ چھائے رہتے ہیں۔ وہ علم و عرفان سے دُور رہتا ہے۔ اور جب حجابات بشریہ زائل ہو جاتے تو وہ نور جلال ذات کی روشنی میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ امام نے فرمایا:

وکل ماسوی اللہ فھو حجاب عن اللہ تعالیٰ فلما زال ذالك الحجاب لاجرم تجلی لہ ملکوت السمٰوات بالتمام فقولہ و

اور ہر ماسوی اللہ، اللہ تعالےٰ سے حجاب ہے پس جب یہ حجاب زائل ہو جاتا ہے تو آسمانی حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ کے قول وکذالک نری

Marfat.com

كذالك نرى ابراهيم ملكوت السموات معناه و زوال الاشتغال لغير الله حصل له نور تجلى جلال الله تعالى	ابراہیم الخ کا معنی یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم سے اشتغال بغیر اللہ زائل ہو گیا۔ تو انہیں اللہ تعالےٰ کے نور جلال کی تجلی بالتمام حاصل ہو گی۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۷)

پس جو لوگ نبی علیہ السلام کے لیے علم کلی نہیں مانتے۔ کیا ان کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر حجابات پڑے ہوئے ہیں۔ نیز جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلندی شان کا یہ مرتبہ ہے کہ نور جلال سے تمام حقائق ان پر منکشف ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سید المرسلین ہیں۔ ان کے علم کی عظمتوں کا کیا عالم ہو گا۔

خامساً ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ تحریر فرماتے ہیں :

للغيب مبادى ولواحق فمباديه لا يطلع عليه ملك مقرب ولا نبى مرسل واما اللواحق فهو ما اظهره الله على بعض احبائه لوحة عمله وخرج ذالك عن الغيب المطلق وصار غيبا اضافيا وذلك اذا تنور الروح القدسية وازداد نورينها واشراقها بالاعراض عن ظلمة عالم الحس وتخلية القلب عن صداء الطبيعة والمواظبة على العلم والعمل وفيضان الانوار الالهية	غیب کے مبادی بھی ہیں اور لواحق بھی لیکن مبادی پر نہ کوئی ملک مقرب اطلاع پاتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل باقی رہے لواحق تو ان کو اللہ تعالےٰ اپنے بعض احبار پر ان کے عمل کے مطابق مطلع فرماتا ہے۔ اور یہ غیب اضافی ہے۔ کیونکہ جب روح قدسیہ منور ہو جاتی ہے۔ اور عالم محسوسات کی ظلمت سے کنارہ کش ہو کر آئینہ دل کو طبیعت کے زنگ سے صاف کر لیتی ہے اور علم و عمل پر دوام حاصل ہو جاتا ہے اور فیضان انوار الٰہیہ کی وجہ سے یہ نور اور زیادہ قوی ہو کر فضائے قلب پر چھا جاتا

Marfat.com

حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ فتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی اجسام العالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفۃ اللتی ھی اشرف العطایا فکیف بغیرھا۔ (مرقات ج ۱ ص ۶۲)	ہے تب اس کے دل میں لوح محفوظ کے نقوش مرتسم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ غیب پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس عالم کے اجسام میں تصرف کرتا ہے۔ بلکہ اس کے دل پر اللہ تعالےٰ کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور جب اسے اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو سب سے افضل مقام ہے تو بھلا کوئی اور چیز اس سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

ملّا علی قاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ صالحین کاملین اور عارفین باللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب ان سے اللہ تعالےٰ کی ذات ہی مخفی نہ رہی تو کوئی اور چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے اور یہی علم کلی ہے۔ پس جب علم صالحین اور کاملین کو یہ علم حاصل ہے۔ تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام کاملین اور عارفین کے سرتاج ہیں انہیں یہ علم کیونکر حاصل نہ ہوگا۔

نیز حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)	پس میں نے جان لیا اس ہر چیز کو جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

ایں عبارت است از حصول تمام علوم جزوی کلی واحاطہ آں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۳)	آپ کا یہ قول اس سے عبارت ہے کہ آپ کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔

Marfat.com

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر مکی کی عبارت ذکر کی ہے۔

وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھا (مرقات ج ۲ ص ۲۱۰)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام نے تمام کائنات کو جان لیا جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے اوپر بھی جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور زمین کا لفظ حدیث میں جنس کے معنی میں ہے یعنی سات زمینوں بلکہ اس سے بھی نیچے جو حقائق تھے ان تمام کو جان لیا۔

ایک اور روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فتجلی لی کل شئی۔ پس ہر چیز میرے لیے منکشف ہو گئی۔

(مشکوٰۃ ص ۷۲)

اس حدیث میں بھی کل کا مضاف الیہ نکرہ ہے پس معلوم ہوا کہ آپ کو تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔

اور اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا:

پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم وشناختم ہمہ را۔ پس مجھ پر تمام علوم ظاہر ہو گئے اور میں نے ان سب کو پہچان لیا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۴۲)

بحمد اللہ ہم نے قرآن کریم احادیث اور اقوال محققین علماء کی روشنی میں نبی علیہ السلام کے علم کلی کو واضح تر بیان کر دیا ہے۔ البتہ منکرین اور متعصبین کی ضد ہٹ دھرمی اور عناد رسول کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

علم الٰہی اور علم رسول میں فرق

مسئلہ علم کلی میں عام طور پر متبدعین دیو بند یہ کہا کرتے ہیں کہ جب کل اشیاء کا

Marfat.com

علم حضور کے لیے مان لیا۔ تو پھر آپ کا علم اللہ کے علم کے مساوی ہو گیا۔ اس لیے اس مقام پر علم کلی کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔ پس جاننا چاہئیے کہ علم کلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خدا کا علم ہے۔ وہ حضور کو سب حاصل ہے۔ بلکہ مخلوقات اور لوح محفوظ کے کل علوم حضور کو حاصل ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کا علم لوح محفوظ میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ کروڑوں الواح بھی اللہ تعالےٰ کے علوم غیر متناہیہ کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ حضور کا علم نہ اللہ تعالےٰ کے علم کی مثل ہے نہ بعض کی بلکہ ایک ذرہ کے علم میں بھی حضور اور خدا کے علم میں بھی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے۔ اور ان غیر متناہی وجوہ میں سے ہر وجہ کا پھر غیر متناہی وجوہ سے علم ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے غرضیکہ اللہ تعالےٰ کے علم میں غیر متناہی علوم کے تسلسل ہیں۔ اور اس کے علم کی وسعت کسی انسانی دماغ میں آ ہی نہیں سکتی۔ دیکھئے امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

معلومات اللہ تعالیٰ غیر متناهية ومعلوماته في كل واحد من تلك المعلومات ايضا غير متناهية۔	اور اللہ تعالےٰ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور ان معلومات غیر متناہیہ میں سے ہر معلوم پھر غیر متناہی وجہ سے معلوم ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۲)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق تمام مخلوقات کے علم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں وہ نسبت ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کا علم بمنزلہ قطرہ ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں حضور کا علم بمنزلہ سمندر ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالےٰ کے علم کے ساتھ ایسی بھی نہیں۔ جیسے قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ یعنی اگر

Marfat.com

اللہ تعالےٰ کے علم کو سمندر قرار دیا جائے اور حضور کے علم کو اس کے مقابلہ میں قطرہ قرار دیا جائے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ قطرہ بھی متناہی ہے اور سمندر بھی اور یہ متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے۔ اور حضور کے علم اور اللہ تعالےٰ کی نسبت متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔ اللہ تعالےٰ اور حضور کے علم میں جس طرح مقداریں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اسی طرح کیفیت اور صفت کے لحاظ سے بھی کسی مماثلت کا تصور نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حادث اور جائز الزوال ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا علم قدیم اور ممتنع الزوال ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ حضور کے علم کلی کو اللہ تعالےٰ کے علم کے ساتھ نہ مقدار کے اعتبار سے مماثلت ہے نہ کیفیت کے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور کے لیے علم کلی ماننے سے آپ کے علم کلی کی خدا کے علم سے مساوات لازم آجاتی ہے۔ ان کے جواب میں ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ:

ما قدروا اللہ حق — ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی ایسی قدر نہیں کی قدرہٖ۔ — جیسی کرنی چاہیئے تھی۔

حاصل بحث یہ ہے کہ حضور کے علم کلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کا کل علم آپ کو حاصل ہے۔ بلکہ مخلوق کا کل علم آپ کو عطا کیا گیا اور اس کی تکمیل نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً ہوئی۔ اور جن احادیث کا یہ مفاد ہے کہ تمام حقائق آپ پر دفعۃً منکشف ہو گئے تھے۔ وہ تدریج کے منافی نہیں ہے کیونکہ عالم کے احوال اور صفات یوماً فیوماً بدلتے رہتے ہیں۔ پس آسمان و زمین کے تمام حقائق آپ پر پیش کیے گئے اور آپ نے انہیں جان لیا اور ان کی تفصیلات پر آپ کو تدریجاً اطلاع ہوئی۔

سرفراز صاحب کے شبہات

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

Marfat.com

"رہا لیجا کیا ملکہ اور کلام کاذب، غیر نفس الامری میں باتیں ہیں۔ اس جہان میں نہیں ہوتیں۔ اور آخر ان کی نفی بھی تو غیب کے منافی ہے۔ پھر غیب کلی کا دعویٰ کیونکر صحیح ہوا" (تنقید متین ص ۱۰۷)

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے شعر کے ملکہ کی نفی کی ہے یعنی آپ کو شعر کہنے کی مہارت نہیں ہے۔ اس سے علم کلی کی نفی کس طرح لازم آگئی۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ مثلاً کوئی کہے۔ چونکہ حضور کو آسمان و زمین بنانے کی مہارت نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو علم کلی نہیں۔

ثانیاً یہ کہ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ملکہ (مہارت) کی نفی کی ہے۔ ملکہ کے علم کی نفی تو نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ آپ اس کی نفی سے علم کلی کی نفی کریں۔

اسی طرح کلام کاذب کی نفی سے علم کلی کی نفی کرنا بھی سراسر حماقت ہے یہ بات اس وقت تو کہی جاسکتی تھی جب صدر الافاضل رحمہ اللہ نے یوں فرمایا ہوتا کہ:

"آپ کو اللہ تعالےٰ نے کلام کاذب کا علم اور ادراک نہیں عطا کیا"

حالانکہ صدر الافاضل تو فرما رہے ہیں کہ:

"اللہ تعالےٰ نے آپ کو کذب کی تعلیم نہیں دی۔ یعنی جھوٹ بولنا نہیں سکھایا"

اس سے علم کلی تو کجا۔ علم جزدی کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کے ہاں تعلیم کذب کی نفی سے علم کی نفی ہوتی ہے۔ تو ہمیں بھی کہنے دیجئے کہ آپ کو ماں باپ اور اساتذہ نے جھوٹ بولنا نہیں سکھایا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ آپ بے علم اور جاہل ہیں۔

انبیاء سابقین کے متعلق حضور کا علم

سرفراز صاحب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے علمی

Marfat.com

ثابت کرنے کے لیے دوسری دلیل اس طرح قائم کی ہے :

ورسلا قد قصصنا علیک من قبل ورسلا لم نقصصہم علیک۔

اور کتنے رسول ہم نے بھیجے ہیں جن میں بعض کے حالات ہم نے آپ کو اس سے قبل بتا دیئے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے حالات نہیں بتائے۔

اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض انبیاء کرام علیہ السلام کے حالات کا علم عطا نہیں کیا۔" (تنقید متین ص ۱۹۸)

اس آیت کریمہ میں زمانہ ماضی میں نبی علیہ السلام کے علم کی نفی ہے۔ اور زمانہ ماضی میں کسی بات کی نفی سے زمانہ مستقبل میں اس کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور اگر دیوبندیوں کو اسی پر اصرار ہے کہ ماضی میں نفی سے مستقبل میں نفی لازم آجاتی ہے۔ تو پھر ہمیں بھی یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ اشرف علی صاحب تھانوی چونکہ بچپن میں جاہل تھے۔ لہذا آج بھی جاہل ہیں اور ہمیشہ جاہل رہیں گے۔ اسی طرح قاسم نانوتوی اور آپ کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی چونکہ بچپن میں جاہل اور بے علم تھے۔ اس لیے مرتے دم تک جاہل اور بے علم رہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجا وصال تک مکمل ہوا۔ اگر سرفراز صاحب واقعی حضور کی لاعلمی ثابت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ فلاں چیز کا علم آپ کو وصال تک نہیں ہوا۔ مبتدعین کی پوری جماعت کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ اس طور پر آپ کی بے علمی ثابت کرے۔

زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی سے یہ دعویٰ کرنا کہ آپ کو اس کا علم اخیر وقت تک نہیں ہوا۔ جہالت کی بدترین مثال ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں :

Marfat.com

نفی قصصہم من قبل لا یستلزم نفی قصصہم مطلقا فان نفی الخاص لا یستلزم نفی العام فیمکن ان یکون قصہم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فعلمہم (روح المعانی ج ۶ ص ۱۶)	انبیاء علیہم السلام کے قصص کی زمانہ ماضی میں نفی مطلقاً ان کے قصص کے علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ پس ممکن ہے اللہ تعالٰے نے بعد میں ان کے قصص کو بیان فرمایا اور آپ نے ان کو جان لیا ہو۔

تواضع کی تحقیق

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ نے لا اقول لکم عندی خزائن اللہ کی تفسیر میں فرمایا:

"مفسرین کا یہ قول بھی ہے کہ حضور کا لا اقول لکم الآیۃ فرمانا بطریق تواضع کے ہے۔ (خازن۔ مدارک و جمل وغیرہ)"

اس تفسیر پر سرفراز صاحب کی تنقید ملاحظہ فرمایئے:

"رہا تواضع کا مسئلہ تو بے شک بعض مفسرین کرام نے لا اعلم الغیب کو تواضع پر حمل کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے لا اعلم الغیب کو تواضع اور اظہار عبودیت پر حمل کیا ہے تو درست نہیں ہے۔ بل ھو لیس بشئی کما لا یخفی (روح المعانی ص ۱۳۵ ج ۷) بلکہ یہ تو بالکل ہیچ ہے۔ اور بلا ایعابہ کے درجہ میں ہے۔ اور صاحب مواقف (ص ۱۰۷) میں لکھتے ہیں کہ لا نسلم انہ فی معرض التواضع ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ تواضع پر محمول ہے۔" (تنقید متین ص ۲۰۰)

سرفراز صاحب آپ اپنے حلقہ میں اہل علم سمجھے جاتے ہیں اور بدقسمتی سے لوگ آپ کو علماء کی صف میں شمار کرتے ہیں۔ پھر کچھ تو خدا خوفی اور آخرت کا خیال کیا ہوتا۔ اس قسم کی شرمناک خیانت اور بددیانتی سے آپ کب تک معتقدین دیو بند کا بھرم قائم رکھیں گے۔

علامہ آلوسی صاحب روح المعانی اور صاحب مواقف کی طرف، آپ نے

Marfat.com

خلاف واقع یہ نسبت کی ہے۔ کہ انہوں نے لا اعلم الغیب کو تواضع پر محمول کرنے کو غلط قرار دیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہی تھا تو آپ نے روح المعانی اور مواقف کے مجمل حوالے کیوں دیئے۔ اور ان کی مکمل عبارات کیوں پیش نہیں کیں۔ کیا اس لیے کہ اگر وہ عبارات سامنے آجاتیں تو آپ کے جھوٹ کا راز فاش ہو جاتا۔

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ شرح مواقف ص ۷۰۱ پر جس کا سرفراز صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ ایسی کوئی عبارت نہیں جس میں لا اعلم الغیب (میں غیب نہیں جانتا) کو تواضع پر محمول کرنے کو ہیچ یا لا یعبا بہ کہا ہو بلکہ انہوں نے لا اقول لکم انی ملک (میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں) کے بارے میں کہا ہے کہ یہ تواضع پر محمول نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہوتے ہیں۔ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور نے تواضعاً فرمایا ہے کہ لا اقول لکم انی ملک کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ فرشتہ کا مقام نبی سے اونچا ہوتا ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سے فرشتہ ہونے کی نفی کر کے تواضع نہ فرماتے۔ چنانچہ صاحب مواقف اور صاحب روح المعانی دونوں نے اس دلیل کا رد کیا۔ اور فرمایا لا اقول لکم انی ملک کو تواضع پر محمول کرنا ہم تسلیم نہیں کرتے تاکہ ملائکہ کی انبیاء پر فضیلت ثابت ہو۔ اب ہم آپ کے سامنے مواقف اور روح المعانی کی عبارات پیش کرتے ہیں:

احتج الخصم علی تفضیل الملائکۃ بوجوہ عقلیۃ ونقلیۃ الی ان قال انما الوجوہ النقلیۃ فسبعۃ الاول ولا اقول لکم انی ملک فی معرض التواضع والجواب لانم انہ فی معرض التواضع (شرح مواقف ص ۷۰۱)	مخالف نے فرشتوں کی فضیلت پر عقلی اور نقلی دلائل سے استدلال کیا۔ بہرحال وجوہ نقلیہ سات ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ حضور نے بطور تواضع فرمایا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ یہ کلام تواضعاً فرمایا تھا۔

Marfat.com

مواقف کے بعد اب صاحب روح المعانی کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وخص ابن عباس رضی اللہ عنہما الغیب بعاقبة ما یصیرون الیه ای لا ادعی ذالك ولا ادعی ایضا الملكیة حتی تكلفونی من الافاعیل الخارقة للعادات ما لا یطیقه البشر من الرقی فی السماء ونحوه وتعدوا عدم اتصافی بصفاتهم قادحا فی امری كما ینبئ عنه قولهم مالهذا الرسول یاكل الطعام ویمشی فی الاسواق ولیس فی الایة علی هذا دلیل علی تفضیل الملائكة علی الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فیما هو محل النزاع كما زعم الجبائی لانها انما وردت ردا علی الكفار فی قولهم مالهذا الرسول الی ان قال وهذا الجواب اظهر مما نقل عن القاضی ذكریا من ان هذا القول منه صلی اللہ علیه وسلم من باب التواضع واظهار العبودیة نظیر قوله علیه الصلوٰة والسلام لا تفضلونی علی ابن متی بل هو لیس بشئ كما لا یخفی۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں غیب کو کفار کے انجام کے ساتھ خاص کر لیا یعنی میں اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ہی میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ تم مجھ کو افعالِ خارقہ کا مکلف کرو کہ میں آسمان پر چڑھ جاؤں یا تم فرشتوں کی صفات سے میرے نہ موصوف ہونے کو میری نبوّت میں طعن کا موجب قرار دو جس طرح کفار نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ اس رسول کو کیا ہوا ہے کہ یہ بازار میں چلتا ہے اور کھانا کھاتا ہے اور اس آیت میں ملائکہ کی افضلیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جیسا کہ جبائی نے سمجھا کیونکہ یہ آیت کفار کے اس قول مذکور کے رد میں نازل ہوئی ہے اور یہ جواب قاضی ذکریا کے اس جواب سے زیادہ ظاہر ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس قول کا تواضع پر مبنی ہونا ایسا ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ مجھے ابن متی پر فضیلت مت دو کہ بلکہ یہ جواب تو بالکل ہی کمزور ہے۔

Marfat.com

صاحب روح المعانی کی اس عبارت سے بالکل واضح ہوگیا کہ علامہ آلوسی معتزلہ کے استدلال کو رد کر رہے ہیں کہ لا اقول لکم انی ملک سے فضیلت ملائکہ پر استدلال کرنا غلط ہے اور قاضی ذکریا نے جو تواضع کا یہ جواب دیا کہ اس قول کی تواضع ایسی ہے۔ جیسے لا تفضلونی علی ابن متی میں تواضع ہے کہ اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور حضرت یونس سے افضل نہ ہوں پس ایسے ہی لا اقول الخ میں تواضع سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ملائکہ سے افضل نہ ہوں۔ اب دیکھئے کہ اس پوری عبارت میں کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس میں لا اعلم الغیب کو تواضع پر محمول کرنے کا رد کیا گیا ہو۔ پس سرفراز صاحب کے اس جھوٹ پر ہم سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

آیئے ہم اب آپ کے سامنے خود روح المعانی سے اس امر کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ نفی غیب کو تواضع پر محمول کرنا صحیح اور درست ہے۔ روح المعانی میں علامہ آلوسی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کثیر غیوب جاننے کے اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کیوں کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وفی لباب التاویل للخازن فی الجواب عن ذالك انه یحتمل ان یکون هذا القول منه علیه الصلوٰة والسلام علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی الله تعالیٰ علیه ویقدره لی ویحتمل ان یکون قال ذالك قبل ان یطلعه الله تعالیٰ علی الغیب فلما اطلعه اخبر به او یکون خرج هذا	علامہ خازن نے فرمایا یہ بھی احتمال ہے کہ نبی علیہ السلام نے علم غیب کی نفی تواضعاً کی ہو (اور تواضع سے کذب لازم نہیں آتا) کیونکہ تواضع کا معنی یہ ہے کہ میں خدا کے بتلائے بغیر غیب کو نہیں جانتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے نفی کی ہو۔ اور اطلاع پاکر غیوب کی خبر دی ہو یا نبی علیہ السلام کا یہ کلام کفار کے سوال کے جواب

Marfat.com

الكلام مخرج الجواب عن سوالهم ثم بعد ذالك اظهره الله تعالىٰ علىٰ اشياً من المغيبات ليكون ذالك معجزة له ودلالة على صحة نبوته صلى الله عليه وسلم انتهى۔ وفيه تامل وكلام بعض المحققين يشير الى ترجيح الاول۔

میں ہو، اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغیبات کی خبر دی تاکہ وہ آپ کا معجزہ اور نبوّت کی دلیل قرار پائے۔ علامہ خازن کی عبارت ختم ہوئی، اور اس عبارت میں غور کرنا چاہیئے اور بعض محققین کی عبارت پہلے جواب (یعنی تواضع) کی ترجیح کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱)

علامہ خازن کے جس جواب کا صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے وہ جواب اور اس پر علامہ آلوسی کا تبصرہ ہم نے ہدیۂ قارئین کر دیا ہے۔ تاکہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ علامہ آلوسی تواضع والے جواب کو رد کر رہے ہیں۔ یا اس کو ترجیح دے رہے ہیں۔

صدر الافاضل نے خازن، مدارک اور جمل کے حوالہ سے جو بات بیان کی تھی وہ بات حرفاً حرفاً ثابت ہے۔ اور جن تفسیروں کے حوالے صدر الافاضل رحمہ اللہ نے دیئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے مفسّرین نے بھی تواضع کا قول کیا ہے جن میں سے ایک امام فخر الدین رازی بھی ہیں۔ تواضع کے قول کو سرفراز صاحب رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علاوہ ازیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو حاصل تھا لیکن آپ نے تواضع کے طور پر فرمایا کہ لا اعلم الغیب میں غیب نہیں جانتا تو کیا دیدہ دانستہ خلاف واقع بات کہنا جھوٹ ہے (معاذ اللہ تواضع ہے)"

(تنقید متین ص ۲۰۰)

افسوس ہے کہ ڈاڑھی سفید ہو چکی۔ لیکن آپ کو ابھی تک تواضع کے معنی کا بھی پتہ نہیں چلا۔ کاش آپ بریلی کے کسی ادنیٰ طالب علم کی ہی شاگردی کر لیتے۔ تو آپ کو تواضع کا معنی سمجھ میں آجاتا۔ اور بڑھاپے میں یہ ذلت نہ اٹھانی پڑتی۔

Marfat.com

سنیئے جناب من! تواضع کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا کے علم کی عظمتوں کے مقابلہ میں اپنے علم کی نفی فرما رہے ہیں۔ کہ اے بار الٰہ تیرے علم کی وسعتوں کے مقابلہ میں میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ یہ کہ فی نفسہ میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو اسے جھوٹ کہنے کی جرأت ہو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے آپ.... تو کسی غیب کو بھی نہیں جانتا الا یہ کہ اللہ تعالےٰ میری رہنمائی فرمائے۔ اور یہی معنی علامہ خازن نے بیان کیا ہے۔ کہیئے! اب سمجھ میں آیا آپ کو! تواضع کس کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔ ہم تو ہر حال میں آپ کے دعا گو ہیں۔

Marfat.com

منافقین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

قرآن کریم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم۔ الآیۃ

(اعلیٰحضرت اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں) اور کچھ مدینہ والے ان کو خو ہو گئی ہے نفاق کی تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔

چونکہ مبتدعین دیوبند اس آیت سے بھی سادہ لوح لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا۔ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے ان کے شبہات کو زایل کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو۔ وہ ہمارا جاننا ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے، یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ماسبق کے ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ولتعرفنھم فی لحن القول (جمل) کلبی وسدی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز جمعہ خطبہ کے لئے قیام کر کے نام بنام فرمایا۔ نکل اے فلاں تو منافق ہے نکل اے فلاں تو منافق ہے۔ تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضور کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا گیا۔

اس تفسیر پہ سرفراز لکھتے ہیں۔
نہ معلوم ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہوا۔ یہ کس لفظ کا معنی اور تفسیر ہے۔ اور "انہیں معلوم ہو" سے کون مراد ہے۔ الفاظ تو بالکل واضح ہیں کہ مدینہ کے کچھ لوگ نفاق کے ایسے خوگر ہیں جن کو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ نہیں۔ ہم ہی جانتے ہیں

Marfat.com

جو اپنے مفہوم میں قطعی الدلالۃ ہے۔ اس میں کوئی احتمال پیدا نہیں ہوتا۔
البتہ خواہ مخواہ کی باتیں بنانے کا اس دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

(تنقید متین ص ۲۰۲)

صدر الافاضل کے جواب کی توضیح

صدر الافاضل کی اس تفسیر کا مطلب حقیقت پسندوں پر تو بالکل واضح ہے۔ عرف میں مجرموں اور بدکاروں کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہم تمہیں جانتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمہیں تمہاری بدکاریوں پر سزا دیں گے۔ پس منافقوں کا علم اللہ تعالٰے کے رسول کو بھی حاصل تھا لیکن اس علم وہ ثمرہ ان پر مرتب نہیں ہوا۔ جس سے ان کو دوہرا عذاب دیا گیا ہو چنانچہ اس آیت کا معنی ہے۔ ان منافقین کو آپ نہیں جانتے۔ انہیں ہم جانتے ہیں۔ ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ دیں گے اور نحن نعلمھم کے بعد سعذبھم مرتین کا ذکر اس پر قرینہ ہے کہ یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جس کا اثر ان منافقین پہ دوہرے عذاب کی صورت میں نازل ہو۔ پس جس علم کی نفی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے۔ وہ اس خاص قسم کا علم ہے۔ نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً منافقین کے علم کی نفی مراد ہے۔ حتی کہ عظمت رسالت کے منکرین اس آیت کو تنقیص نبوی کا نشان بنالیں اہل فہم کے لئے ان چند سطور میں ایضاح حق کے لئے وافر روشنی موجود ہے۔ اور مبتدعین دیوبند بھی اگر آنکھیں بالکل ہی بند نہ کرلیں۔ تو ان سطور سے انہیں بھی کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تردید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیں علامہ آلوسی نے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول الخ (ہم نے قبلہ کو نہیں بدلا مگر اس لئے تاکہ اپنے اس علم کو ظاہر کریں کہ کون شخص رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون نہیں) کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے۔ ان المراد بہ الجزاء ای الجازی الطائع والعاصی وکثیرا ما یقع التہدید فی القرآن بالعلم (روح المعانی ج ۲ ص ۶) علم سے یہاں سزا دینا مراد ہے اور

Marfat.com

قرآن کریم میں بکثرت علم کو ڈرانے اور سزا دینے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔
ارباب بدعت کو اس آیت سے تنقیص علم نبوی کا جو شبہ لاحق ہوتا ہے۔
اس کا دوسرا جواب صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اس طرح دیا ہے۔ یا حضور سے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ما سبق کے ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ ولتعرفنھم فی لحن القول (جمل)

صدر الافاضل کے دوسرے جواب کی توضیح

جمل کے حوالہ سے صدر الافاضل رحمہ اللہ نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس آیت میں اگرچہ حضور سے منافقین کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن دوسری آیت ولتعرفنھم فی لحن القول میں منافقین کے علم کو ثابت کیا گیا ہے پس منکرین عظمت رسول اور جویان نقص کو اس آیت سے اپنے فاسد عقیدہ پر کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کا علم تدریجا ہے اور اگر منافقین کا علم پہلے حاصل نہ تھا۔ تو کوئی ضرر نہیں۔ جب کہ بعد میں اس علم کا حصول دلیل سے ثابت ہو گیا۔
سرفراز صاحب نے صدر الافاضل کے دوسرے جواب پر اس طرح تنقید کی ہے۔

"مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ۔ یا حضور کے منافقین کے حال جاننے کی نفی باعتبار ما سبق ہے اور اس کا علم بعد کو عطا ہوا۔ تو یہ محض نص قطعی کے رد کرنے کا ایک بے سود اور مردود بہانہ ہے کیونکہ ولتعرفنھم فی لحن القول سورۂ محمد کی ایک آیت کا حصہ ہے۔ اور یہ سورت پہلے نازل ہوئی ہے ومن اھل المدینۃ الآیۃ۔ سورۂ توبہ کی ایک آیت کا حصہ ہے۔ جو قرآن کریم کی سب سے آخری سورت ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ مولوی نعیم الدین صاحب کے علم و دیانت پر انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ وہ بعد

Marfat.com

میں نازل ہونے والی سورت کے ایک حصّہ کو پہلے نازل ہونے والی سورت کے ایک فرمان سے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اس عبارت پر آخری تبرا ملاحظہ فرمائیں۔ مستزاد براں یہ یاد رہے کہ لا تعلمہم خبر ہے اور نسخ کا وقوع اخبار میں ہوتا ہی نہیں۔ تو پھر اس کے نسخ کا کیا مطلب

(تنقید متین ص ۲۰۶)

سرفراز صاحب کے اس عبارت کئی وجوہ سے کلام ہے

اولاً اس لئے کہ صدر الافاضل نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ تفسیر جمل کے حوالہ سے کہا ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی ان کا اپنا نہیں ہے اور یہ تمام تبرا حقیقت میں تفسیر جمل کی طرف راجع ہوتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ فن مناظرہ کا قانون ہے کہ ناقل سے تصحیح نقل کا مطالبہ ہوتا ہے اور نقل پر جرح کا ذمہ دار ناقل نہیں ہوتا۔

سرفراز صاحب کو چاہیئے تھا کہ یا تو صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ کے ذکر کردہ حوالہ کو تسلیم کرتے یا بصورت دیگر اس کا صحیح محمل بیان کرتے۔ دیکھئے سرفراز صاحب مصنف راہ جنت سے اس طرح شکائت کرتے ہیں۔

"مفتی صاحب آپ نے انتہائی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے آپ کا فرض تھا کہ راہ جنت میں میرے درج کردہ حوالے ذکر کرتے یا بصورت دیگر ان عبارات کا صحیح محمل بیان کرتے کہ ان کا مطلب تو یہ ہے مگر سرفراز نے یوں سمجھا ہے۔ مگر آپ کی بلا سے۔ آپ نے ان تمام حوالوں کو گیارہویں کا حلوہ سمجھ کر ہضم کر لیا ہے۔ (باب جنت ص ۳۱)

اب بتلایئے سرفراز صاحب آپ نے صدر الافاضل کے ذکر کردہ حوالے کو کتے کا قورمہ سمجھ کر کیوں ہضم کر لیا۔ اور اس کی کوئی توجیہہ کیوں نہ کی۔

اب ہم قارئین کے سامنے جمل کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بحث

Marfat.com

پوری روشنی میں آسکے ملاحظہ فرمایئے۔ جمل ج ۲ ص ۳۱۳ پر ہے۔

فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین ھھنا و اثبت فی قولہ ولتعرفنھم فی لحن القول فالجواب انہ ایۃ النفی نزلت قبل ایۃ الاثبات فلا تنافی اھ کرخی۔

(جمل ج ۲ ص ۳۱۳)

پس اگر تو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منافقین کے علم کی نفی کس طرح صحیح ہوسکتی ہے حالانکہ ولتعرفنھم فی لحن القول میں اس علم کو ثابت کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت پہلے نازل ہوئی جس وقت آپ کو منافقین کا علم (تفصیلی) نہ تھا۔ بعد میں ولتعرفنھم فی لحن القول نازل ہوئی جس سے انکے علم (تفصیلی) کا اثبات کیا گیا ہے۔ (کرخی)

نسخ کا افترا اور اس کا جواب

حوالہ جمل کے سامنے آجانے سے معلوم ہوا کہ اس تفسیر میں صاحب جمل تنہا نہیں۔ کرخی بھی ان کے ساتھ ہیں۔

ثالثاً یہ کہ جمل کے قول کی حکایت کرتے ہوئے صدر الافاضل صاحب نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ لاتعلمھم کے حکم کو یا اس آیت کو لتعرفنھم نے منسوخ کر دیا۔ سرفراز صاحب نے اپنی تحریف و تلبیس کا بدترین مظاہرہ کر کے خود ہی صدر الافاضل پر نسخ کا افترا باندھا اور پھر اس پر یہ کہہ کر تبرا کیا کہ نسخ اخبار میں نہیں۔ انشاء میں ہوتا ہے

رابعاً۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب دو کلام باہم متعارض ہوں۔ مثلاً ایک میں علم کا اثبات اور دوسرے میں نفی ہو۔ تو اب ہم یہ معلوم کریں گے کہ مؤخر کون ہے اور مقدم کون اور جب کسی ایک کا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے تو اب اگر وہ کلام انشاء ہے۔ تو مؤخر مقدم کے لئے ناسخ ہو جائے گا۔ اور اگر خبر ہو تو ان دو متعارض خبروں کے درمیان تطبیق کی جاتی ہے اور تطبیق کو نسخ نہیں کہا جاتا لیکن علم کے یہ جھوٹے مدعی آیات کے نسخ اور تطبیق کے فرق سے بھی بے خبر ہیں۔ اور صدر الافاضل نے آیات میں جو تطبیق بیان کی ہے۔ اسے نسخ کا معنی پہنا کر اس طرح بے لگام ہو رہے ہیں

Marfat.com

کہ بدزبانی بھی ان کا منہ تک رہی ہے۔ صدرالافاضل رحمۃ اللہ نے بحوالہ جمل بیان کر دیا ہے کہ لا تعلمھم میں نفی علم کی خبر ہے اور یہ متقدم ہے۔ اور لتعرفنھم میں اثبات علم کی خبر ہے اور یہ مؤخر ہے۔ پس نفی اور اثبات کے محل علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور کوئی تعارض اور تناقص نہ رہا۔

خامسا یہ کہ سرفراز صاحب نے بغیر کسی دلیل کے یہ فرض کر لیا کہ لتعرفنھم لا تعلمھم پر مقدم ہے اور ایک فاسد بنا قائم کر کے اس پر فاسد عمارت کی تعمیر کر دی لتعرفنھم سورہ محمد کی ایک آیت ہے۔ اور اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بہرحال محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ مدنی ہے۔ جلالین میں ہے سورہ القتال مدنیۃ اور سرفراز کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی دیوبند اپنی تفسیر کے ص ۶۷۳ پر لکھتے ہیں کہ سورۂ محمد مدنی ہے بعض تفاسیر سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی آیات حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد تک نازل ہوتی رہی ہیں۔ بہرحال جب ثابت ہو گیا کہ سورۂ محمد اور سورۂ توبہ دونوں مدنی ہیں۔ تو اب اس میں کوئی استبعاد نہ رہا کہ سورۂ محمد کی ایک آیت سورۂ توبہ کی ایک آیت کے بعد نازل ہوئی ہو۔ جبکہ اس امر پر جمل اور کرخی کی شہادت بھی موجود ہے۔

سادسا یہ کہ سرفراز صاحب کہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت توبہ ہے۔ (تنقید متین ص ۲۰۲)

بجا ہے لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ باقی تمام سورتوں کا نزول سورۂ توبہ سے پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ گکھڑ کے محقق کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک وقت میں کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں۔ دلائل سے ثابت ہے کہ سورۂ توبہ سے پہلے جن سورتوں کا نزول شروع ہو چکا تھا۔ ان کی آیات سورۂ توبہ کے شروع ہونے کے بعد بھی نازل ہوتی رہیں بلکہ قرآن کریم کی جو آخری آیت نازل ہوئی۔ وہ سورہ توبہ کی نہیں بلکہ سورہ بقرہ کی آیت ہے (تفسیر جمل ص ۹۲۲ ج ۱) پر سورۂ بقرہ کی آیت واتقوا یوما ترجعون کی تفسیر میں علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

قال ابن عباس وهذہ اخر آیۃ نزل بھا جبرائیل وقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ضعھا فی راس الماتین والثمانین من سورۃ البقرہ وعاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدھا احدا وعشرین یوما وقیل احدا و ثمانین وقیل سبعۃ ایام وقیل ثلاث ساعات اھ

(انوار التنزیل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ یہ وہ آخری آیت ہے جس کو جبرائیل لے کر نازل ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کو سورہ بقرہ کے دو سو اسی نمبر کی آیت پہ رکھ دیجئے اور اس آیت کے نزول کے اکیس دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ اور بعض روایات میں اکیاسی دن بعد اور بعض میں ہے سات دن بعد اور بعض میں تین گھنٹے بعد۔

اور سورۂ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم۔ الخ کے بارے میں علامہ سیوطی نے جلالین میں فرمایا کہ یہ حلال وحرام کے بارے میں آخری آیت ہے۔ اس کی شرح صاحب جمل فرماتے ہیں۔

ای آیۃ حلال وحرام وھذا لاینافی انہ نزل بعدھا آیۃ موعظۃ وھو قولہ تعالیٰ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔

(تفسیر جمل ج ۲ ص ۴۶۲)

یعنی حلال وحرام کے آیتوں کے بارے میں آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اس کے بعد نصیحت کے طور پہ واتقوا یوما ترجعون فیہ نازل ہوئی ہے۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ سورۂ توبہ کا بحیثیت مجموعی آخری ہونا اس کے منافی نہیں۔ کہ اس کے بعد پہلے سے شروع کردہ سورتوں کی آیتیں نازل ہوتی رہی ہوں۔ ہم نے با دلائل ثابت کر دیا ہے کہ بقرہ اور مائدہ کی آیتیں بہر حال سورۂ توبہ کے مکمل ہونے کے بعد نازل ہوئیں کیونکہ انہیں قرآن کی آخری آیتوں میں سے شامل کیا گیا ہے۔ جیسی اسی طرح سورۂ محمد کی آیت ولتعرفنھم فی لحن القول

Marfat.com

کا سورہ توبہ کی ایک آیت لا تعلمھم کے بعد نازل ہونا قطعاً بعید نہیں ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں حق و صواب ہے جیسا کہ جمل اور کرخی کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے اور سرفراز صاحب نے جو بلا دلیل یہ کہا ہے کہ لتعرفنھم مقدم ہے۔ اور لا تعلمھم مؤخر ہے۔ یہ حقائق کی روشنی میں باطل و مردود ہے

سابعاً یہ کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام نے ولتعرفنھم فی لحن القول کی تفسیر میں اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو منافقین کی تفصیل و تعیین سے مطلع کر دیا تھا۔ اور لا تعلمھم میں اس علم کی نفی کی گئی ہے (حوالہ آگے آرہا ہے) اب اگر لا تعلمھم کو مؤخر کیا جائے۔ تو قرآن کی دو آیتوں میں تضاد لازم آئے گا کہ علم کو ثابت بھی کیا اور اس کی نفی بھی کی پس لامحالہ ماننا پڑے گا۔ کہ لا تعلمھم پہلے واقعہ کی خبر ہے۔ جب منافقین کا علم نہیں عطا کیا اور لتعرفنھم بعد کی خبر ہے۔ جب یہ علم عطا فرما دیا فللہ الحمد علٰی ذالک۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

> ولعرفتھم فی لحن القول۔ سے علم کا اثبات مراد نہیں۔ بلکہ محض علامت اور نشانی کے طور پر تجربہ کی بنا پر چہرے بشرے سے اندازہ لگانا ہے۔ (تنقید متین ص ۲۰۳)

نوٹ۔ سرفراز صاحب نے اس آیت کو ولعرفتھم فی لحن القول لکھا ہے، حالانکہ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ اصل میں ولتعرفنھم فی لحن القول ہے۔ انہوں نے عمداً یا سہواً حضرت صدر الافاضل صاحبؒ کی جو تفسیر نقل کی ہے۔ اس میں بھی ولعرفتھم فی لحن القول لکھا ہے۔ (حالانکہ ان کی تفسیر میں صحیح آیت ولتعرفنھم فی لحن القول لکھی ہوئی ہے۔ مراد آباد کے قدیم مطبوعہ، نسخہ تاج کمپنی کے بڑے سائز کے نسخہ اور حمائل شریف کے تمام نسخوں میں یہ آیت اسی طرح لکھی ہوئی ہے معلوم نہیں کہ گکھڑ کے محرف کس دجل کے پیش نظر تحریف خالص کا یہ کارنامہ انجام دیا ہے) دیوبند کے شیخ الاسلام

Marfat.com

شبیر احمد صاحب عثمانی پہلے تو دیوبندی فطرت سے مجبور ہو کر ولتعرفنھم فی لحن القول کو اندازہ اور قیافہ پر محمول کرتے رہے۔ لیکن بالآخر حق ان کی زبان پر غالب آگیا۔ چنانچہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ بعض احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضور نے بہت سے منافقین کو نام بنام پکار اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا اور ممکن ہے وہ شناخت "لحن القول" اور "سیما" وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو یا آیت ہذا کے بعد حق تعالے نے آپ کو بعض منافقین کے اسماء پر تفصیل و تعیین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم (ص ۶۷۷)

مرتے مرتے بھی عثمانی صاحب کی زبان پر کلمہ حق یقین کے ساتھ جاری نہ ہوا۔ اور اپنے قول میں احتمال اور امکان کا رنگ پیدا کر کے حق نفاق ادا کر ہی دیا۔ عثمانی صاحب کو اس بات میں تردد ہے کہ حضور کو منافقین کا علم تھا یا نہیں اور ان کے معنوی فرزند سرفراز صاحب نے صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ حضور کے علم منافقین کا انکار کر دیا حالانکہ حضور کے علم کا مرتبہ تو عقل و ادراک سے باہر ہے۔ آپ کے غلاموں کو بھی منافقین کا علم تھا۔ دیکھئے حضرت حذیفہ بن یمان کی سوانح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

حذیفہ بن الیمان صحابی کبیر عظیم الشان است۔ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزد او بود علم منافقین رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن یمان عظیم الشان صحابی تھے۔ ان کے پاس منافقین کا علم تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب راز تھے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۶)

اس عبارت سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان کو منافقین کا علم تھا یہ بھی پتہ چلا کہ علم منافقین از قبیل راز ہے اور راز کی باتیں ہر ایک پر منکشف نہیں کی جاتیں اور نہ اسے بر سر عام آشکارا کیا جاتا ہے پس مبتدعین دیوبند کا یہ کہنا کہ اگر حضور منافقین کو جانتے تھے تو انہیں ظاہر کیوں نہ کیا محض

Marfat.com

حماقت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ نبی علیہ السلام کا راز تھا۔ جب آپ نے مناسب سمجھا تو منافقین کے نفاق کو ظاہر کر دیا اور انہیں نام بنام پکار کر مسجد سے نکال دیا۔ جس طرح صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اس کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ کلبی و سدی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز جمعہ خطبہ کے لئے قیام کر کے نام بنام فرمایا۔ نکل اے فلاں۔ تو منافق ہے۔ نکل اے فلاں تو منافق ہے۔ تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔

اخراج منافقین کی حدیث پر جرح اور اس کا جواب

سرفراز صاحب اس حدیث کے رواۃ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ وہ شیر ہیں جن کی روایات سے (جب کے سند کی اوپر کی کڑیوں کا ذکر تک نہیں کیا) مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کے لائق استاذ اور پوری جماعت قرآن کریم کی قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت آیت کو منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ معاذ اللہ۔ علمی دنیا میں اس سے بدترین جہالت یا خیانت اور کیا ہو سکتی؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کچھ سطر بعد لکھتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی نص قطعی کے مقابلہ میں اگر حدیث صحیح بھی ہو مگر خبر واحد تو اس کا پیش کرنا بھی محض ہرزہ بافی ہے تو بے سر و پا اور جعلی روایتوں کو کون مانتا ہے" (تنقید متین ص ۲۰۶)

بدترین جاہل اور خائن تو وہ شخص ہے۔ جسے تطبیق میں الاخبار اور نسخ میں بھی تمیز نہیں۔ جو تطبیق کو نسخ سمجھتا ہے۔ باقی سند کے مجروح ہونے سے کسی حدیث کو غیر معتبر قرار دے دینا سرفراز صاحب کی جہالت پہ واضح دلیل ہے ارباب فہم سے مخفی نہیں۔ کہ جس حدیث پہ اہل علم حضرات نے اعتماد کیا ہو وہ حدیث معتبر تسلیم کی جاتی ہے۔ اگرچہ سند کے لحاظ سے بالکل مجروح کیوں نہ ہو۔ دیکھئے مسح رکبتہ والی حدیث کا ضعف مشہور ہے۔ لیکن چونکہ اہل علم

Marfat.com

نے اس پر اعتماد کیا۔ اس لئے اس کو آج تک تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہلسنت حنفیہ کا مسلک ہے۔ کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

ویجوز الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوا خلف کل بر وفاجر (شرح عقائد)

اور اس حدیث کی سند پہ ناقدین حدیث نے شدید جرح کی ہے۔

علامہ پرہاروی فرماتے ہیں۔

وذکر السخاوی طرق ھذا الحدیث واھیۃ کلھا کما صرح بہ غیر واحد من العلماء۔ (نبراس ص ۲۴۵)

امام سخاوی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے وہ کل کے کل واہیات ہیں۔ حاشیہ نبراس میں ہے کہ اس حدیث کی ایک سند میں عثمان بن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کو یحیٰ بن معین نے کاذب قرار دیا ہے۔ دوسری سند میں خالد بن اسمٰعیل ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ ایک اور سند میں ابو الولید مخزومی ہے۔ اور وہ مجہول الحال ہے اور بعض لوگوں نے اس کو کذاب قرار دیا۔ ایک اور سند میں محمد بن فضل ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی نے درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں بھی اسکی اسناد پر دل کھول کر جرح کی ہے۔ اسی طرح اہلسنت حنفیہ کا مسلک ہے کہ مہر میں کم از کم دس درہم کی مقدار معتبر ہے۔

۲ قلہ عشرۃ دراھم ھذا عندنا (شرح وقایہ ج۲ ص ۳۲)

اور جن تمام احادیث سے مہر کی اقل مقدار دس دراہم ثابت ہے۔ ان پہ جرح کرتے ہوئے مولوی عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں۔

ان ھذہ الاحادیث کلھا ان تمام احادیث کی اسناد مجروح ہیں

Marfat.com

اسانيدها مجروحة غير قابلة لان يحتج بها واجاب عنه العيني في البناية انه اذا روي الحديث من طرق مفرداتها ضعيفة تصير حسنا ويحتج به اقول لا يخفى ما فيه فان بكثرة الطرق انما يصير الحديث حسنا اذا كان الضعف فيها يسيرا فينجبر بالتعدد لا اذا كانت شديدة الضعف بان لا يخلوا واحد منها عن كذاب او متهم والامر فيها نحن فيها كذالك ۔

(عمدۃ الرعایہ علی شرح وقایہ ج۲ ص ۳۲)

اور احتجاج و استدلال کے لائق نہیں اور علامہ بدرالدین عینی شارح ہدایہ نے بنایہ اس کے جواب میں کہا کہ جب کوئی حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو۔ تو وہ حسن ہو جاتی ہے اگرچہ ہر طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو میں عینی کے رد میں یہ کہتا ہوں کہ کثرت طرق سے حدیث حسن تب ہوتی ہے جب ضعف کم ہو پس کیفیت کے ضعف کی تلافی افراد کی قوت سے جاتی ہے لیکن جب ضعف بہت شدید ہو بایں طور کہ کوئی سند بھی کاذب یا متہم بالکذب راوی سے خالی نہ ہو۔ پھر حدیث حسن کے درجہ کو نہیں پہنچتی اور ہماری بحث جس حدیث میں ہے وہ ایسی ہی ہے ۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے اگر سرفراز صاحب کے قاعدہ کو مان لیا جائے کہ مجروح السند حدیث کا بالکل اعتبار نہیں ہوتا تو کسی مذہب کا کوئی ضابطہ باقی نہیں رہے گا حقیقت میں جس خطرناک راستہ کی سرفراز صاحب نشاندہی کر رہے ہیں ۔ وہ غیر مقلدوں کے اس اندھے کنوئیں کی طرف لے جاتا ہے ۔جس میں گرنے کے بعد انسان ہوائے نفسانی کا تابع ہو جاتا ہے اور ہر قسم کے ضابطوں اور قیود سے آزاد ہو کر شتر بے مہار ہو جاتا ہے آپ کو ائمہ اربعہ کے مذاہب میں بے شمار ایسے مسالک مل جائیں گے جو ان احادیث پر مبنی ہیں ۔جو سند کے لحاظ سے مجروح ہیں۔ بلکہ خود غیر مقلدوں کے ان گنت مسالک ایسی احادیث پر مبنی ہیں ۔جو سند کے لحاظ سے شدید ضعیف بلکہ موضوع ہیں ۔ اس لئے ائمہ حدیث نے حجیت حدیث کے ضوابط میں سے ایک یہ ضابطہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس حدیث پر اہل علم اعتماد

Marfat.com

کریں اسے تسلیم کیا جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے۔
امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

اشار بذالك الى ان الحديث اعتضد بقول اهل العلم و قد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به و ان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله (التعقبات على الموضوعات)

یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ اس حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد آئمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ اہل علم کی موافقت بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اب ہم آپ کی خدمت میں ان اہل علم کے اسماء اور ان کی کتابوں کے نام پیش کرتے ہیں۔ جن میں انہوں نے اس حدیث کی موافقت کی ہے۔ امام فخر الدین رازی اسی آیت کریمہ میں سنعذبھم مرتین کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

روى السدى عن انس بن مالك ان النبى صلى الله عليه وسلم قام خطيبا يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان انك منافق الحديث۔	سدی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ دیا فرمایا نکل اے منافق۔ الحدیث

ابوسعود نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

عن ابن عباس رضى الله عنهما ان النبى صلى الله عليه وسلم قام خطيبا يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق الحديث	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا نکل اے منافق (الحدیث)

اسی طرح درمنثور میں علامہ سیوطی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس کی اس روایت کو ذکر کیا۔ سراج المنیر۔ معالم التنزیل۔ خازن۔ ابن جریر۔ جمل اور

Marfat.com

صاوی ان سب تفسیروں میں اسی آیت کے تحت سدی کی یہ روایت ذکر کی گئی ہے ۔ ان کے علاوہ اور بہت سی جلیل القدر علمار فن نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور سب کو چھوڑیے دیوبند کے مستند اور سرفراز صاحب کے مسلم شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو دو جگہ ذکر کیا ہے ایک ص ۶۷۷ پر ولتعرفنھم فی لحن القول کی تفسیر میں جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں ۔ اور دوسری جگہ سنعذبھم مرتین کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔ مثلاً ابن عباس کی ایک روایت کے موافق حضور نے جمعہ کے روز ممبر[1] پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا ۔ اخرج فانک منافق ۔ یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا ۔ (ص ۲۶۶)

ملاحظہ فرمایا ۔ آپ نے یہ وہی سرفراز صاحب کی اقرار کردہ جعلی اور بے سروپا روایت ہے ۔ جس کو باقی مفسرین نے تو اپنی کتابوں میں ایک جگہ ذکر کیا ہے ۔ اور عثمانی صاحب نے اپنی تفسیر میں اس کو دو جگہ کا ذکر کیا ہے ۔ اور اگر آپ میں واقعی دیانت اور انصاف ہے ۔ تو اب اپنے شیخ الاسلام پر دو مرتبہ وہی تبرا دہرائیں جو آپ نے صدر الافاضل رحمۃ اللہ پر اپنی رسول دشمنی کی وجہ تنقید متین میں محض اس حدیث سے استدلال کی بنا پر کیا ۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ کو وصال پائے ہوئے برسوں گذر چکے ہیں لیکن وہ عظمت رسالت کے ایسے عظیم نشان ظاہر کر گئے ہیں جن کی تب و تاب آج تک اہل تنقیص کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہیں اور یہ نشان ان کی جان پر ایسا عذاب بن گئے ہیں کہ وہ اس سے کسی طرح چھٹکارا نہیں پا سکتے جب کچھ بس نہیں چلتا تو صدر الافاضل کی شان میں نازیبا کلمات کہتے ہیں اور انہیں سب وشتم کر کے اپنے نفس کو تسکین دے لیتے ہیں ۔ تنقید متین کے تقریباً ہر صفحہ کو سرفراز صاحب نے حضرت صدر الافاضل پر تبرا کر کے سیاہ کیا ہے مبتدعین دیوبند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً اعلحضرت

---

[1] اصل تفسیر میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے اور صحیح منبر ہے ۔

Marfat.com

قدس سرہٗ اور صدر الافاضل کو اپنی تضحیک کا نشانہ بناتا ہے۔ آخر ان لوگوں کا جرم کیا ہے کیا یہی کہ انہوں کو اس شخص نے علم اقدس کو بہائم سے تشبیہہ دینے والے کو مسلمان ماننے سے انکار کر دیا۔ کیا ان کا قصور یہی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم اس شخص کو رسول کا امتی تسلیم نہیں کر سکتے جو آپ کے علم کو ابلیس کے علم سے کم سمجھتا ہو۔ بلاریب یہ حضرات اس دین سے باغی تھے جس میں کمالات رسالت کے انکار کو توحید اور عظمت نبوت میں تنقیص کو عبادت سمجھا جاتا تھا۔ جس دین نے ایسی بدعات پیدا کیں جن کی وجہ سے اللہ کا نہ وجود واجب رہا۔ نہ علم ممتنع رہا۔ جنہوں نے خدا کے لئے جھوٹ جہالت اور تمام امور قبیحہ کو جائز قرار دے دیا۔ وہی دین آج اپنے آپ کو سنت کا علمبردار کہلاتا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں واشگاف الفاظ سے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ بدعت کس کا دین ہے اور سنت کس کا مذہب ہے اور اب کھوج لگانے والی نگاہوں کے لئے یہ امر مخفی نہیں رہے گا کہ اس دنیا میں اگر کوئی بدترین بدعت ہو سکتی ہے تو وہ دیوبند کا اختراع کردہ مذہب ہے۔

Marfat.com

اباحتِ[1] اصلیہ

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ اس سے ثابت ہوا کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور ثبوت حرمت کے لئے حکم حرمت درکار ہے اور جس چیز پر شریعت میں حرمت کا حکم نہ ہو وہ مباح ہے۔ اور ص ۲۲۳ وص ۴۴ میں فرمایا ہے فرمایا ہے کہ (آیتہ) قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق (الآیۃ) میں دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں۔ سوائے ان کے جن پر شریعت میں دلیل حرمت قائم ہو۔ کیونکہ یہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ اصل تمام اشیا میں اباحت ہے۔ مگر جس پر شارح نے ممانعت فرمائی ہو۔ اور اس کی حرمت دلیل مستقل سے ثابت ہو۔

نیز لکھا ہے کہ کھانے پینے کی لذیذ چیزیں۔ مسئلہ آیت اپنے عموم پر ہے۔ ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہو۔ (خازن) تو جو لوگ توشہ۔ گیارہویں۔ میلاد شریف۔ بزرگوں کی فاتحہ۔ عرس۔ مجالس شہادت وغیرہ کی شرینی سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں۔ وہ اس آیت کا خلاف کر کے گنہگار ہوتے ہیں۔ اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعتِ ضلالت ہے۔ (ص ۲۶)

صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اپنی اس تحقیق سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ حلال اشیاء کو حرام کہنے کی بدعت دیوبند نے اختراع کی ہے اور مبتدعین دیوبند

---

[1] اباحت کے معنی ہیں کسی کام کا جائز ہونا۔

Marfat.com

کے فریب کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے اپنی بدعتوں کو سنت کا نام دے دیا اور اس طرح بزعم خویش محاسبہ سے بری ہو گئے۔ اور اپنی بدعات کی پردہ پوشی کے لئے اہل سنت کو بدعتی کہنا شروع کر دیا۔ اس قسم کی ذہنیت کا مظاہرہ سرفراز نے کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اہل بدعت اپنے حلوے، مانڈے کے لئے آئے دن جو نئی نئی بدعات ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ ان پر ان کے پاس کوئی شرعی دلیل تو موجود نہیں۔ بلکہ دلائل شرعیہ، ان تمام اختراعات کا قلع قمع کرنے کیلئے کافی اور وافی ہیں۔ جب اہل بدعت ان اختراعات پر براہین سے قاصر رہے۔ تو انہوں نے پہلوانوں کی طرح پینترا بدل کر اس مسلک کی تائید و اشاعت شروع کر دی کہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں اصل تو ہے ہی اباحت۔ لہذا گیارہویں ہو یا توشہ، شربت کی سبیل ہو یا مجالس شہادت وغیرہ کے لذیذ کھانے یہ سب حلال ہیں اور عوام کو یہ باور کرانے کے لئے اس تحریر سے بھی کوئی گریز نہ کیا۔ کہ یہ قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے کہ اصل تمام اشیاء میں اباحت ہے۔ اور اس لئے ہم بھی ذرا وضاحت سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے یہ تمام دعوے بے حقیقت اور صرف نمائشی ہیں (تنقید متین ص ۲۰۸)

اباحت اصلیہ اور مفسرین

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ سب حق و صواب ہے۔ تفاسیر معتبرہ کے مطابق ہے۔ اور جن آیتوں سے حضرت نے اباحت اصلیہ کا استنباط کیا ہے۔ ان سے باقی مفسرین بھی اباحت کا استنباط کرتے ہیں۔ پھر سرفراز صاحب نے اگر اس پر تبرا کرنا تھا۔ تو تمام اکابر مفسرین پر کرتے۔ حضرت صدر الافاضل کو سب و شتم کے ساتھ کیوں خاص کیا ہے۔ ہمیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کوئی سمجھ نہیں آتی کہ چونکہ صدر الافاضل نے دیوبندی بدعات اور توہین رسول پر مشتمل عبارتوں کا محاسبہ کیا ہے۔ اس لئے ان کا قلم رگ وہابیت میں نشتر کی طرح چبھتا ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ تو دوسرے مفسرین نے بھی بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں ۔

واعلم ان قولہ کلوا و شربوا مطلق یتناول الاوقات والاحوال و یتناول جمیع المطعومات والمشروبات فوجب ان یکون الاصل فیھا ھو الحل فی کل الاوقات و فی کل المطعومات والمشروبات الا ماخصہ الدلیل المنفصل و العقل ایضا مرید لہ لان الاصل فی المنافع الحل والاباحۃ ۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا قول کلوا و شربوا ۔ (کھاؤ پیو) مطلق ہے ۔جو تمام اوقات اور احوال کو شامل ہے اور اسی طرح تمام کھانے پینے کی چیزوں کو محیط ہے پس چاہئے کہ تمام چیزوں کو ہر وقت اور ہر حال میں کھانا جائز ہو ۔ مگر جس کو کسی دلیل شرعی نے حرام کر دیا ہو اور عقل بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ اصل تمام منافع میں حلت اور اباحت ہے ۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۱)

غور فرمایئے ۔صدر الافاضل رحمہ اللہ کو سرفراز صاحب اس لئے کوس رہے تھے کہ انہوں نے اباحت اصلیہ سے گیارہویں وغیرہ کی اباحت پر استدلال کیا تھا ۔لیکن اب امام رازی کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا ۔ جنہوں نے اس اباحت اصلیہ کے قانون سے کھانے پینے کی ہر چیز کو جائز قرار دیا ہے اور یہ صرف امام رازی کی انفرادیت نہیں بلکہ تمام آئمہ اور مفسرین کا یہی حال ہے کیا آپ کے خیال میں یہ تمام کے تمام پیٹو اور کھانے پینے کے رسیا ہیں کاش آپ نے اپنے گریبان میں بھی جھانکا ہوتا ۔ آپ کے پیٹ میں تو دنیا کی ہر حرام چیز پہنچ چکی ہے ، خواہ دیوالی کی پوریاں ہوں یا زاغ معروف حیرت ہے کہ جو لوگ کوّوں تک کو نہیں چھوڑتے ۔ ہندوجن کے برتنوں کو کتے چاٹتے ہیں ۔ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا بھی معاف نہیں کرتے وہ دوسروں کو کھانے پینے کا طعنہ دیتے ہیں ۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ گیارہویں وغیرہ پر کوئی دلیل شرعی نہیں ۔ تو کاش اصول الشاشی اور نور الانوار ہی آپ نے پڑھا ہوتا تو آپ کو پتہ چلتا کہ اباحت اصلیہ خود

Marfat.com

دلیل شرعی ہے۔ اس کے علاوہ بھی علماء اہلسنت نے اس مسئلہ پر اپنی تصنیفات میں وافر دلائل پیش کئے ہیں اور ہم نے بھی اس کتاب کے تیسرے باب میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

علامہ بیضاوی قل من حرم زینۃ اللہ التی الأیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی ان الاصل فی المطاعم والملابس وانواع التجملات الاباحۃ۔

اور اس آیت میں اس پر دلیل ہے کہ کھانے پینے کی اچھی چیزوں میں اباحت اصل ہے۔

اب آپ کس کس کو کوسئے گا؟ یاد رکھئے کہ میدان استدلال میں صرف دلائل کام آتے ہیں۔ عورتوں کی طرح کوسنے سے کام نہیں چلتا۔

درمختار اور تفسیر احمدی کے حوالے

سرفراز صاحب نے تفسیر احمدی اور درمختار کے حوالے دے کر بزعم خویش یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اباحت اشیاء ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور جمہور فقہا اصل میں اشیاء کی حرمت کے قائل ہیں۔ اور معتزلہ اباحت کے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

الغرض یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور جمہور حرمت اور توقف کے قائل ہیں اور اباحت معتزلہ کا قول ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۱)

اور اس عبارت سے سرفراز صاحب عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اباحت صرف معتزلہ کا قول ہے اور اہل سنت خصوصاً احناف کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"اور کوفیوں کا جن میں حضرت امام ابوحنیفہ بھی ہیں یہ مسلک ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے۔ (تنقید متین ص ۲۰۹)

سرفراز صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ محض جھوٹ اور افتراء ہے چونکہ دیوبندی مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے۔ اس لئے وہ بغیر خوف آخرت کے جھوٹ

Marfat.com

بولتے ہیں اور بے تحاشا بولتے ہیں۔ ان کے اس کلام میں جھوٹ کے علاوہ خیانت کا بھی بڑا حصہ موجود ہے۔ دیکھئے تفسیر احمدی کے جس حوالہ سے انہوں نے اباحت کو ایک فرقہ کا مسلک ظاہر کیا ہے۔ اسی صفحہ پر اسی عبارت سے متصل یہ عبارت ہے۔ جو ان کی خائن نگاہ کو نظر نہ آئی۔

ملا جیون فرماتے ہیں۔

ولا یظہر ثمرتہ الا فی قولہ علیہ السلام لا تبیعوا الطعام الاسوا بسواء فان عندنا الاصل ہو اباحۃ الربوا حتی یعفوا عنہ عدم القدر والجنس و انما تثبت الحرمہ اذا وجد جمیع الشرائط وعند الشافعی الاصل ہو الحرمۃ فی کل حال فی باب الربوا۔ (تفسیر احمدی ص ۱۳)	اور اصل میں اباحت یا حرمت کا ثمرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر مرتب ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ طعام کو نہ بیچو۔ مگر برابر برابر بس ہم (احناف اہلسنت) کے نزدیک سود میں اصل اباحت ہے حتی کہ جب قدر اور جنس نہ ہوں تو زیادتی جائز ہو گی اور حرمت تب ثابت ہو گی جب تمام شرائط پائی جائیں اور امام شافعی کے نزدیک ہر حال میں اصل حرمت ہے۔

اس حوالہ کے سامنے آجانے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احناف اہلسنت کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے اور ساتھ ہی سرفراز صاحب کی خیانت کا راز بھی فاش ہو گیا۔

اس کے بعد ہم سرفراز صاحب کے تحریر کردہ حوالہ درمختار کو بھی قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔

الصحیح من مذہب اہل السنت ان الاصل فی الاشیأ التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ۔	اہل سنت والجماعت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں توقف ہے اور اباحۃ معتزلہ کا قول اور رائی ہے۔

Marfat.com

(تنقید متین ص ۲۱۰)

درمختار کی یہ عبارت قطعاً باطل اور مردود ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کو چار وجوہ سے رد کر دیا ہے۔ اور پٹے ہوئے مہروں کو میدان استدلال میں پیش کرنا گکھڑ کے غازیوں سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔ ہم ذیل میں اس عبارت کے بطلان کی چوتھی وجہ پیش کر رہے ہیں۔

الرابع ان نسبة الاباحة الی المعتزلة یخالف لما فی کتب الاصول ففی تحریر ابن الهمام المختار الاباحة عند جمهور الحنفیه و الشافعیة اذ فی شرح اصول البزدوی للعلامة الاکمل اکثر اصحابنا واکثر اصحاب الشافعی ان الاشیاء التی یجوز ان یراد الشرع باباحتها وحرمتها قبل وروده علی علی الاباحة وهی الاصل فیها حتی ابیح لمن لم یبلغه الشرع ان یاکل ماشاء والیه اشار محمد فی الاکراه حیث قال اکل المیتة وشرب الخمر لم یحرما الا بالنهی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اباحت کی نسبت معتزلہ کی طرف کرنا کتب اصول کے مخالف ہے۔ کیونکہ امام ابن ہمام تحریر میں فرماتے ہیں۔ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک اباحت ہے اور علامہ اکمل نے اصول بزدوی کی شرح میں فرمایا۔ ہمارے اکثر اصحاب (احناف) اور اکثر اصحاب شافعی کا مذہب ہے کہ اشیاء میں ورود شرع سے پہلے اباحت تھی اور یہی ان میں اصل ہے۔ یہاں تک کہ جس شخص تک شریعت نہیں پہنچتی تو اس کے لئے جو وہ چاہے کھانا مباح ہے اور اسی بات کی طرف امام محمد نے اکراہ میں اشارہ جہاں وہ

Marfat.com

فجعل الاباحة اصلا و المحرمة بعارض النهی وهو قول الجبائی وابی هاشم واصحاب الظاهر وقال بعض اصحابنا وبعض اصحاب الشافعی و معتزلة بغداد انها علی الحظر وقال الاشعریة وعامة اهل الحدیث انها علی الوقف۔

فرماتے ہیں مردار اور شراب کو نہی نے حرام کر دیا۔ پس انہوں نے اباحت کو اصل قرار دیا۔ اور حرمت کو نہی سے معارض ٹھہرایا۔ اور جبائی۔ ابو ہاشم اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ بعض حنفیہ، بعض شوافع اور معتزلہ بغداد کا مسلک یہ ہے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے۔ اور اشعریہ اور عام محدثین کا مسلک توقف ہے۔

دیوبندی مسلک کا فریب اب کسی شخص سے بھی مخفی نہیں رہا۔ مردود اور باطل قول پر اپنے مسلک کی عمارت قائم کر کے سرفراز صاحب نے ارباب فہم کے لئے یہ روشنائی بہم پہنچائی ہے۔ کہ ان کا مذہب بھی ایسا ہی باطل ہے جس طرح وہ قول مردود ہے۔ جس کی بنیاد پہ انہوں نے جھوٹ کا یہ مینار کھڑا کیا ہے۔

بہر نوع علامہ شامی کی اس تحقیق سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اکثر اہل سنت اور اکثر شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ البتہ بعض حنفیہ اور بعض شافعیہ اس طرف گئے ہیں۔ کہ اصل حرمت ہے اور سرفراز صاحب نے ان بعض کے قول کو جمہور اہل سنت احناف کے سر منڈھنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ محب اللہ بہاری فرماتے ہیں۔

ان اصل الافعال الاباحة کما ھو مختار اکثر

اصل افعال میں اباحت ہے جس طرح اکثر احناف اور

Marfat.com

الحنفیۃ والشافعیۃ او الحظر کما ذھب الیہ غیرھم۔

شوافع کا مسلک ہے یا حرمت جو بعض دوسرے لوگوں کا مذہب ہے۔

(مسلم الثبوت ص ۲۱)

لیجئے اب ہم خود سرفراز صاحب کے کلام سے منوائے دیتے ہیں کہ اکثر احناف وشوافع کا مسلک اباحت اصلیہ ہے۔

دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔

"اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ اباحت کا قول صرف اکثر احناف وشوافع کا قول ہی نہیں بلکہ بصرہ کے معتزلہ کا قول بھی ہے اور حرمت کا مذہب بعض احناف اور شوافع اور بغداد کے معتزلہ کا قول ہے" (باب جنت ص ۹۰)

شکر ہے کہ آپ نے قبول تو کیا کہ اباحت اصلیہ اکثر احناف وشوافع کا مذہب ہے ورنہ اب تک تو آپ تنقید متین میں یہی ڈفلی بجا رہے تھے کہ جمہور حرمت اور توقف کے قائل ہیں۔ اور اباحت صرف معتزلہ کا قول ہے۔

رہا یہ امر کہ بعض معتزلہ نے بھی اباحت کا قول کیا ہے! تو کیا کریں اب کیا ہم خدا کو ایک ماننا اس لئے چھوڑ دیں کہ معتزلہ بھی خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں؟

ورود شرع سے قبل کی تحقیق

سرفراز صاحب کی دوسری تحریف ملاحظہ فرمائیے۔

لکھتے ہیں۔

"وثانیا اشیاء کی اباحت وحرمت وغیرہ کا یہ اختلاف ورود شرع کے بعد سے متعلق نہیں بلکہ قبل سے ہے۔ یعنی زمانہ فترت اور

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب کہ اصل شریعت حقہ مٹ چکی تھی اور صحیح دلائل لوگوں کے پیش نظر نہ تھے۔ تو اس دور کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت تھی یا حرمت یا توقف الیٰ ان قال لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اباحت وغیرہ کے اس مختلف فیہا قاعدہ سے استدلال کرنا خالص جہالت اور نری خیانت ہے۔

(تنقید متین ص ۲۱۰)

راہِ سنت سرفراز صاحب نے فواتح الرحموت کی جو عبارت اس موضوع پر نقل کی ہے۔ اسے بھی ہم پیش کئے دیتے ہیں۔

وانما هذا ای القول بالاباحة الاصلية على زمان الفترة قبل شريعتها يعنى اذ لا اباحة حقيقة بل بمعنى نفى الحرج ولعل المراد من الافعال ما عدا الكفر ونحوه فان حرمتها فى كل شرع بين ظهور اتاما۔

اور یہ بات یعنی اباحت اصلیہ کا قول ہماری شریعت سے قبل زمانہ فترت پر محمول ہے۔ اور اباحت بھی بایں معنی کہ حرج کوئی نہ ہوگا۔ اور شاید کہ مراد افعال سے کفر وغیرہ کے علاوہ ہے کیونکہ کفر وغیرہ کی حرمت ہر ایک شریعت میں واضح اور غیر مبہم طور پر بیان کی گئی ہے۔

(راہ سنت ص ۱۰۶)

نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے زمانہ فترت میں اشیاء کے بارے میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے کہ وہ اشیاء اصل میں مباح تھیں یا ممنوع ان میں اصل توقف ہے اور اس کی توضیح علامہ عبد العلی کے کلام سے ہو گئی ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود علماء اہلسنت نے زمانہ فترت میں ورود شرع سے قبل کسی قسم کے حکم کو نہیں مانا۔ پس علماء اہلسنت کا اس میں اختلاف

Marfat.com

ہے کہ اشیاء اصل میں مباح تھیں یا ممنوع۔ لیکن وہ اس زمانہ کے لوگوں کو اباحت یا حرمت کے حکم سے مکلف نہیں کرتے بخلاف معتزلہ کے کیونکہ وہ زمانہ فترت میں بھی اباحت وغیرہ کا حکم مانتے ہیں اور اس دور کے لوگوں کو اس حکم کا مکلف سمجھتے ہیں۔ سرفراز صاحب نے اپنی کم فہمی یا کج فہمی سے جو کچھ سمجھا ہے وہ خالص معتزلہ کا مذہب ہے۔ علماء اہل سنت میں سے اکثر احناف اور شوافع کا مسلک یہ ہے۔ کہ ورود شرع سے قبل اشیاء میں اصل اباحت تھی۔ لیکن اباحت کا حکم ورود شرع کے بعد ہوگا۔ یعنی ورود شرع کے بعد جب کسی شئی پہ وجوب یا حرمت کی دلیل نہ پائی جائے۔ تو اس کا نہ پایا جانا ہی اس شئی کے مباح ہونے کی شرعی دلیل قرار پائے گا۔ اور اب شرعاً اباحت کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ فواتح الرحموت کا جو حوالہ پیش کر کے سرفراز صاحب نے اپنی فطری کم فہمی کی وجہ سے یہ سمجھا تھا۔ کہ اباحت اصلیہ کا حکم ورود شرع سے پہلے ثابت ہوتا ہے۔ اسی فواتح الرحموت میں اس امر کی تصریح ہے کہ اباحت اصلیہ کا حکم ورود شرع کے بعد ثابت ہوتا ہے ورود شرع سے قبل اباحت کا حکم ثابت کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔

دیکھئے مولانا عبدالعلی بحرالعلوم فرماتے ہیں۔

(الاباحة حكم شرعي لانه خطاب الشرع تخييرا) والخطاب هو الحكم الشرعي (والاباحة الاصلية نوع منه) اي من الخطاب بالتخيير (ولانه كل ما عدم فيه المدرك الشرعي للحرج في فعله	اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ وہ شرع کا ایسا خطاب ہے جس میں کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے اور اباحت اصلیہ اسی خطاب اختیاری کی ایک قسم ہے کیونکہ وہ ہر شے جس میں فعل یا ترک پہ ضرر کی کوئی شرعی دلیل نہ پائی تو نہ لایا جانا ہی

Marfat.com

وترکه فذالك) ای عدم المدرك الشرعی (مدرك شرعی بحکم الشرع بالتخییر) والاباحة الاصلیة لایکون الا فی موضع عدم المدرك الشرعی للحرج فی الفعل او الترك بل لحکم بخصوصه اصلا فهناك مدرك شرعی للحکم بالتخییر فالاباحة الاصلیة فیها حکم بالتخییر فهی لا تکون الا بعد الشرع خلافا للمعتزلة) فانهم یقولون بالاباحة وغیرها من الاحکام قبل الشرع۔

اس بات کی شرعی دلیل ہے کہ شارع نے یہاں اختیار کا حکم دیا ہے اور اباحت اصلیہ کا حکم اسی جگہ ہوگا جہاں فعل یا ترک پر ضرر کی کوئی خصوصی دلیل نہ پائی جائے۔ پس یہ عدم وجدان اس اباحت کے حکم پر شرعی دلیل قرار پائے گا۔ اور اس اباحت اصلیہ کا حکم ورود شریعت کے بعد ثابت ہوگا۔ بخلاف معتزلہ کے کیونکہ وہ اباحت دوسرے احکام کو ورود شرع سے قبل مانتے ہیں۔

(فواتح الرحموت ص ۵۶)

مسلم الثبوت اور اس کے شارح بحرالعلوم کے کلام سے یہ حقیقت روشن ہوگئی۔ کہ اباحتہ اصلیتہ کا حکم ورود شرع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ اور سرفراز صاحب جس مذہب کو پیش کر رہے ہیں۔ کہ یہ حکم ورود شرع سے پہلے ثابت تھا۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہم شروع کتاب سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں۔ کہ دیوبندی مذہب معتزلہ سے ماخوذ ہے۔ اور سرفراز صاحب نے اپنے اس قول سے اس حقیقت پر ایک اور تائید پیش کردی ہے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

,, حافظ عبدالرحمٰن بن رجب الحنبلی (المتوفی ۷۹۵ھ) وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ ورود شرع سے پہلے اشیاء کی اباحت

Marfat.com

وحرمت وغیرہ کا اختلاف اور ہے اور بعد کا اختلاف جدا ہے اور دونوں کو ایک قرار دینا بالکل غلط ہے۔ (جامع العلوم و الحکم ص ۲۴۹ (باب جنت ص ۹۳)

اور یہی بات ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ورود شرع سے پہلے کا اختلاف اور چیز ہے اور اس میں نہ ہماری گفتگو ہے اور نہ ہماری بحث۔ ہماری گفتگو تو ورود شرع کے بعد ہے کہ جب بالخصوص کسی چیز پر حلت و حرمت کی دلیل نہ پائی جائے تو اس کا نہ پایا جانا ہی اس کے مباح ہونے کی دلیل شرعی ہے۔ جیساکہ ہم ابھی مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت کی عبارات اس کے ثبوت میں پیش کر چکے ہیں اور یہی صدر الافاضل رحمۃ اللہ کا بھی مطلب ہے جسے آپ نے اپنی خواہش نفسانی کی بھینٹ چڑھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس سے پہلے ہم نے جن مفسرین کے حوالے پیش کئے تھے ان کا بھی مطلب یہی ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے اور افسوس ہے کہ یہی چیز آپ کے پاس نہیں ہے۔

ورود شرع کے بعد اباحت پر دلائل

اب ہم اس حقیقت کو مزید دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ جس چیز کی حرمت وغیرہ پر حکم نہ لگایا ہو اس میں اصل اباحت ہے۔ اور دلیل کا نہ پایا جانا ہی حکم اباحت کی دلیل شرعی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی ثعلبۃ الخشنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا	ابو ثعلبہ خشنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے چند چیزوں کو فرض کیا۔ پس ان فرائض کو مت ضائع کرو۔ اور کچھ چیزیں حرام کر

Marfat.com

وجد حدودها فلا تعتدوها وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا۔
(مشکوٰۃ ص ۳۲)

دیں پس ان محرمات کی پردہ دری مت کرو۔ اور بعض چیزوں کی حدود مقرر فرمائیں پس ان حدود سے تجاوز مت کرو اور باقی اشیاء سے اللہ تعالیٰ نے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا پس ان میں بحث مت کرو۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ای لاتفتشوا عن تلک الاشیاء دل علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ کقولہ تعالیٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد" باقی چیزوں سے بحث مت کرو" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۳)

نیز فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال کان اھل الجاھلیۃ یاکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ وانزل کتابہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو
مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کچھ چیزیں کھاتے اور کچھ کراہت سے چھوڑ دیتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی جس نے حلال کو حلال کر دیا اور حرام کو حرام۔ پس جسے اللہ نے حلال کیا وہ حلال ہے۔ جسے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

Marfat.com

از ینجا معلوم مے شود کہ اصل در اشیاء اباحت است۔

اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۷۹)

ایک اور حدیث اس طرح ہے!

عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن السمن والجبن والفرو فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ

(رواہ ابن ماجہ والترمذی)

(مشکوٰۃ ص ۳۶۷)

سلمان سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سے روغن پنیر اور پوستین بازبیرست کے بارے میں پوچھا گیا۔ آیا حلال ہیں پس آپ نے فرمایا کہ حلال وہ ہے جس کے حلال ہونے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اور حرام وہ ہے جس کے حرام ہونے کا اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا اور جس چیز سے اللہ نے سکوت فرمایا پس وہ معاف ہے۔

اس کی شرح میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وایں دلیل است برآنکہ اصل در اشیاء اباحت است۔

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۰۶)

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اباحت کا حکم بعثت کے بعد ہوگا اور حرمت وغیرہ کی دلیل کا نہ ہونا ہی اباحت کی شرعی دلیل ہے۔ اور اسی اباحت شرعیہ سے اصولیین اور فقہاء نے استدلال کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے علماء اصولیین کے سربراہ امام فخر الاسلام کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ جسے ملا جیون رحمہ اللہ نے تفسیرات احمدیہ میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

وانما جعلنا المبیح اصلا والمحرم ناسخا بناء علی زمان الفترة بین عیسیٰ ومحمد علیہ السلام قبل شریعتنا فانہ کان الاباحۃ اصلا حینئذٍ ثم بعث نبینا علیہ السلام یبین الاشیاء المحرمۃ و بقی ما سواھا حلالا مباحا۔

(تفسیر احمدی ص ۱۴)

ہم نے مبیح کو اصل اور محرم کو ناسخ اس وجہ سے قرار دیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ اور حضور علیہ السلام کے درمیانی زمانہ فترت میں اشیاء کی اصل اباحت تھی۔ پھر نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپ نے بعض اشیاء کی حرمت بیان فرمائی اور باقی اشیاء اپنی اصل پر مباح رہیں یعنی اب ان کے لئے اباحت کا حکم ثابت ہوگیا۔

نبی علیہ السلام کی بعثت کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال کرنے کو سرفراز صاحب نے نری خیانت اور خالص جہالت قرار دیا ہے۔

آیئے اب ہم آپ کے سامنے ان حضرات کی عبارات پیش کریں۔ جنہوں نے بعثت کے بعد اباحت اصلیہ سے استدلال کیا ہے اور یہ وہ ستون ہیں جن کے کندھوں پر حنفی عمارت قائم ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سرفراز صاحب انہیں نرا خائن اور خالص جاہل سمجھتے ہوں۔ امام فخر الاسلام کی عبارت ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اب خود ملا جیون کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

ولا یظھر ثمرتہ الا فی قولہ علیہ السلام لا تبیعوا الطعام الا سواء بسواء فان عندنا الاصل ھو اباحۃ الربوا حتی یعفو عنہ عدم القدر و الجنس وانما ثبت الحرمۃ اذا وجد جمیع الشرائط۔

اور اصل میں اباحت یا حرمت کے اختلافات کا ثمرہ نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر مرتب ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ طعام کو نہ بیچو مگر برابر برابر پس ہمارے نزدیک اصل میں زیادتی مباح ہے یہانتک کہ قدر اور جنس متحد نہ ہونے پر زیادتی معاف ہوگی اور حرمت اسوقت ثابت ہوگی جب

Marfat.com

اس کی جمیع شرائط پائی جائیں۔ (تفسیر احمدی ص ۱۳۱)

اس استدلال کی وضاحت یہ ہے کہ سود میں حرمت کا سبب احناف کے نزدیک اتحاد قدر اور جنس ہے۔ مثلاً ایک صاع چاول کی بیع ایک صاع چاول کے بدلے میں جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص صاع سے قدر زائد لے گا۔ تو یہ سود ہوگا۔ لیکن اگر ایک صاع چاول کے بدلے میں وہ گندم بیچتا ہے تو اب گندم صاع سے زیادہ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔

پس فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی جائز ہے۔ کیونکہ اصل میں بیع کے اندر زیادتی جائز تھی۔ شارع نے صرف اتحاد جنس کی صورت میں زیادتی حرام کی ہے۔ پس جنس نہ ہونے کی صورت میں زیادتی اپنی اصل پہ مباح رہے گی۔ اسی طرح اتحاد قدر بھی حرمت میں شرط ہے اور قدر سے مراد معروف اور مقرر قدر ہے۔ لہذا صاع کے بدلے صاع میں تو زیادتی حرام ہے لیکن اگر قدر معروف نہ ہو۔ اور ایک مٹھی کے بدلے دو مٹھیاں لی جائیں۔ تو یہ زیادتی جائز ہے۔ کیونکہ زیادتی اصل میں مباح تھی شارع علیہ السلام نے قدر مخصوص میں زیادتی حرام کی۔ پس یہ زیادتی اپنی اصل پہ مباح رہے گی۔ اب آپ غور فرمائیے کہ اباحت اصلیہ سے یہ استدلال بعثت سے قبل ہے یا بعد۔

ملا جیون رحمۃ اللہ اس حدیث کے بیان میں فرماتے ہیں۔

ونقد رھکذا الا تبیعو الطعام بالطعام فی حال من الاحوال الا فی حال المساواۃ والاحوال ثلثہ وھی المساواۃ والمفاضلۃ والمجازفۃ وکلھا احوال

اور ہم احناف اہل سنت اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ طعام کی طعام کے ساتھ کسی حال میں بیع نہ کرو مگر حال مساواۃ میں اور کل تین حال ہیں۔ ایک بغیر پیمائش کے اندازے سے بیچنا دوسرا

Marfat.com

الکثیر فتحل منه المساواة وتحرم المفاضلة والمجازفة والقلیل غیر متعرض به اصلا لا فی المستثنی ولا فی المستثنی منه فبقی علی الاصل الذی ھو الاباحة فیجوز بیع الحفنة وکذا بالحفنتین۔

زیادتی سے بیچنا تیسرا مساواۃ سے پس پہلے دو حرام ہیں اور آخری حلال ہے اور طعام قلیل کا ذکر نہ مستثنیٰ میں ہے، نہ مستثنیٰ منہ میں۔ پس قلیل اپنی اصل پر رہا۔ اور وہ اباحت اصلیہ ہے پس ایک مٹھی کی بیع ایک مٹھی اور دو مٹھی دونوں کے ساتھ ہو سکتی ہے

(نور الانوار ص ۲۳۲)

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

اذا جمع بین خصال الکفارة فان الاتیان بالمامور بہ انما یکون فی واحدة منھما وجواز غیرھا انما ھو بحکم الاباحة الاصلیة حتی لولم یکن لم یجز۔

جب خصال کفارہ کو جمع کر لیا جائے تو مامور بہ کا حصول تو صرف ایک صورت میں ہوگا اور باقی خصال کا جائز ہونا اباحت اصلیہ کی بنا پر ہے۔ حتی کہ اگر اباحت اصلیہ نہ ہوتی تو جائز نہ ہوتا۔

(تلویح ص ۳۰۲)

اس استدلال کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ میں فرمایا کہ دس مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا انہیں کپڑے پہنائے جائیں یا غلام آزاد کیا جائے اب ان تین میں سے کسی ایک پہ عمل کر لیا جائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی باقی دو پہ بھی عمل کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔

چونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اس لئے باقی پہ عمل کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر اباحۃ اصلیہ نہ ہوتی تو جائز نہ ہوتا۔

Marfat.com

دیوبندی شہادت | اور سب کو چھوڑیئے۔ سرفراز صاحب کے حکیم الامت صاحب لکھتے ہیں۔

"اصول شرعیہ میں سے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ یعنی نصوص شرعیہ میں نہ ان کے کرنے کی ترغیب اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ہو ایسا امر مباح ہوتا ہے"۔ (بحوالہ باب جنت ص ۱۲۴) (طریقہ مولود ص ۱۲)

اب بتلایئے سرفراز صاحب کہ یہ اباحت اصلیہ ورود شرع سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ ورود شرع کے بعد جن مخصوص اشیاء کا نہ امر کیا گیا ہو نہ ان سے روکا گیا ہو۔ ان میں اصل اباحت اور تھانوی صاحب کے نزدیک یہ اباحت مسلم ہے اور عقلی ونقلی دلیل سے ثابت ہے اب یا تو تھانوی صاحب کو جاہل بنایئے۔ اور اس امر مسلم کا انکار کیجئے یا اپنی جہالت کا اعتراف کر کے حق کی طرف رجوع کیجئے اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے معمولات کی نصوص شرعیہ سے ممانعت ثابت ہے۔ تو گذارش ہے کہ گیارہویں کے ایصال ثواب۔ سوئم۔ اور عرس اور میلاد وغیرہ کسی ایک کی ممانعت پر ہی آپ نصوص شرعیہ تو الگ ہے۔ ایک ہی نص شرعی پیش کر دیجئے۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔ اس کے برخلاف ہم ان میں سے ہر ایک کے نفس ثبوت پر نصوص شرعیہ پیش کر چکے اور شرعی کلیہ کے افراد کو بدعات میں داخل کرنا انتہائی جہالت اور گمراہی ہے۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

"عمل مولود شریف بہ ہیئت وقیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعی سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے

Marfat.com

ممنوع تو فی حد ذاتہ مباح ٹھہرا۔ (طریقہ مولود ص ۱۳)

اس پر سرفراز صاحب کہتے ہیں۔

حضرت تھانوی نے کیا صرف عمل مولود شریف کو بقیود مخصوصہ مباح کہا ہے یا سب چیزوں کو مفتی صاحب ایک آدھ چیز کے مباح ہونے سے اشیاء کی اباحت جو۔آپ کا مدعی ہے کیسے ثابت ہوا۔ (باب جنت ص ۲۵)

شکر ہے سرفراز صاحب۔

کہ آپ نے ورود شرع کے بعد ایک آدھ چیز میں تو اباحت مان لی۔ ورنہ پہلے تو آپ مطلقاً انکار کئے جا رہے تھے۔ اگرچہ آپ کو تھانوی صاحب کی عبارت میں اباحت اصلیہ کا کلیہ سمجھ میں نہیں آیا بہرحال ہم سمجھائے دیتے ہیں۔ ہمارا مدعا یہ ہے کہ ورود شرع کے بعد جن اشیاء مخصوصہ کا نہ حکم ہو۔ نہ ان سے ممانعت ہو۔ تو ان میں اصل اباحت ہے اور اسی کلیہ کو تھانوی صاحب نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ جو فعل نہ مامور ہو نہ منہی عنہ ہو۔ نصوص شرعیہ میں نہ اس کے کرنے کی ترغیب اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے۔ (طریقہ مولود ص ۱۴)

بتلائیے سرفراز صاحب۔ یہ ایک آدھ امر کی اباحت ہے یا اباحت کا قاعدہ کلیہ ہے۔ اور اسی کلیہ سے تھانوی صاحب نے عمل مولد کی اباحت پر استدلال کیا ہے۔ کہیئے سرفراز صاحب اب بھی آپ کی سمجھ میں اباحت اصلیہ آئی یا کیا کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔ اور یہ ہیں سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی۔ یاایھا الذین امنو لا تسئلوا عن اشیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں!

جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں۔ ان کے متعلق فضول

Marfat.com

اور دور از کار سوالات مت کیا کرو۔ جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت و سہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال و حرام کر دیا۔ وہ حلال یا حرام ہو گئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقعہ ملا۔ عمل کرنے ولے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (حاشیہ قرآن ص ۱۶۱)

بتلائیے سرفراز صاحب کہ یہ اباحت اصلیہ ورود شرع سے پہلے ہے یا بعد؟ آنکھیں کھول کر غور و فکر سے اس عبارت کو پڑھیں۔ کہ عثمانی صاحب اس چیز کو اباحت اصلیہ میں شامل کر رہے ہیں۔ جس کا شارع نے خصوصاً بیان نہیں کیا اور اس میں عمل کرنے والوں کو فعل و ترک میں آزاد قرار دے رہے ہیں۔

اب آپ کی مرضی ہے کہ خود جاہل بنیں یا اپنے اکابر کو جاہل بنائیں ہم نے بہر حال مسئلہ کی تمام پہلوؤں سے تحقیق کر کے اسے واضح کر دیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (آمین)

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"تاہم مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ کہنا کہ وہی چیزیں حرام ہیں جن پر دلیل حرمت قائم ہو۔ بجا ہے۔ مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ جن امور کی اباحت کا دعویٰ کیا جائے گا۔ ان کی اباحت پر بھی دلیل شرعی درکار ہے۔ نرے لفظوں کی شعبدہ بازی سے اباحت بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے ورود شرع کے بعد مباح کے بارے میں یہ نظریہ اور خیال رکھنا

Marfat.com

کہ وہ بلا کسی شرعی دلیل کے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اور اباحت اصلیہ اس کے لئے سہارا اور ٹیک ہے۔ نری خام خیالی اور شیخ چلی کا پلاؤ ہے علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ مباح کے اثبات کے لئے بھی دلیل شرعی درکار ہے۔

چنانچہ مشہور اصولی ملا محب اللہ بہاری الحنفی لکھتے ہیں۔

الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع تخییرا۔	اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ اباحت شرع کا خطاب ہے جس کے کرنے نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔
(مسلم الثبوت ص ۴۵) (تنقید متین ص ۲۱)	

سرفراز صاحب کی خیانت

مسلم الثبوت ص ۴۵ کی جو عبارت سرفراز صاحب نے پیش کی ہے اس کے بعد متصلاً جو عبارت تھی۔ اس کو سرفراز صاحب صاف ہضم کر گئے کیونکہ اگر اس عبارت کو پیش کر دیتے تو ساری دیوبندیت پیوند زمین ہو جاتی اور اہل سنت کو سب وشتم کرنے کا کوئی جواز باقی نہ رہتا اب ہم مسلم الثبوت کی پوری عبارت کو قارئین کی عدالت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

الاباحۃ حکم شرعی لانہ خطاب الشرع تخییرا والاباحۃ الاصلیۃ نوع منہ لان کل ما عدم فیہ المدرک الشرعی للحرج فی فعلہ وترکہ فذالک مدرک شرعی لحکم الشارع بالتخییر فہی لا تکون الا بعد الشرع خلافا لبعض المعتزلۃ۔	اباحت حکم شرعی ہے کیونکہ یہ شرع کا تخییری خطاب ہے اور اباحت اصلیہ اس خطاب کی ایک قسم ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز جس میں فعل یا ترک پر ضرر کی دلیل شرعی نہ پائی جائے پس اس کا نہ پایا جانا ہی شارع کے حکم اباحت پر دلیل شرعی ہے پس اباحت اصلیہ کا یہ حکم ثابت نہیں ہوگا مگر ورود شرع کے بعد بخلاف بعض معتزلہ کے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ محب اللہ بہاری کی عبارت میں خیانت کر کے

Marfat.com

سرفراز صاحب نے اپنی جان پر کس قدر ظلم کیا ہے۔ محب اللہ بہاری کی عبارت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مباح کے لئے علیحدہ دلیل کی ضرورت نہیں۔ محرم وغیرہ کا نہ پایا جانا ہی اس اباحت کی دلیل شرعی ہے۔ اور سرفراز صاحب اس عبارت میں خیانت کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ مباح کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر اسے بنیاد قرار دے کر اہل حق پر سب وشتم کرتے ہیں ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس کے بعد سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

رابعاً گیارہویں میلاد۔ تیجہ اور ساتواں کے بارے میں باحوالہ بحث پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۳)

الجواب۔ آپ کی عرض پر ہمارا قلم بہت کچھ کر چکا ہے۔ اب یہ ضد جانے بھی دیجئے۔ پھر لکھتے ہیں۔

اگر خیر القرون میں یہ امور ہوئے ہیں۔ تو صحیح اور صریح حوالہ درکار ہے چشم ما روشن دل ما شاد۔

صحیح اور صریح حوالے کے بارے میں ہم اس کتاب میں ومما رزقنٰھم ینفقون کے تحت کافی گفتگو کر چکے ہیں۔ اب آپ نہیں مانتے تو مزید سنئے کہ ہم ان امور کو مباح قرار دیتے ہیں۔ اور گذشتہ سطور میں ثابت کر چکے ہیں کہ مباح کے لئے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں۔ محرم وغیرہ کا نہ پایا جانا ہی اس کی اباحت کی شرعی دلیل ہے۔ اور آپ جو ان امور کو حرام کہتے ہیں تو حرمت تو بغیر دلیل شرعی کے ثابت نہیں ہوتی۔ صحیح اور صریح حوالہ درکار ہے کہ خیر القرون میں ان امور کو حرام قرار دیا گیا ہو اور آپ کی تو خیر حیثیت ہی کیا ہے۔ آپ کے جفادری قسم کے احبار بھی ان امور مخصوصہ کی حرمت پر دلیل شرعی نہ لا سکے۔ اور نہ انشاء اللہ تا قیامت

Marfat.com

لاسکیں گے۔ تو پھر یہ فرمائیے کہ آپ نے ان امور کو بغیر دلیل شرعی کے حرام کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب پر کیسے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر گویا خدا اور رسول سے بھی بڑھ گئے۔

پھر لکھتے ہیں۔ ان بدعات کو مباح قرار دینا اور قرآن کریم کی آیات سے ان کو کشید کرنا نہ صرف یہ کہ گمراہی اور گناہ ہے۔ بلکہ تحریف ہے۔ اللہ تعالےٰ بچائے۔

بیشک اللہ تعالیٰ جھوٹوں سے بچائے۔ تحریف کون کرتا ہے۔ یہ بات ان گنت مرتبہ قارئین پر واضح ہو چکی ہے۔ غیر مقلد دینی لحاظ سے آپ کے چچا ہوتے ہیں اور انہوں نے بھی آپ کو رئیس المحرفین کا لقب دیا ہے۔ اب جب کہ آپ کا کنبہ ہی آپ کو محرف کے بجائے رئیس المحرفین کا لقب دے چکا ہے۔ تو آپ اپنی اس جائداد کو اس طرح بے قدری سے نہ لٹائیں۔ بزرگوں کے عطیات کی قدر کیا کرتے ہیں۔ انہیں اس طرح پامال نہیں کرتے۔ بھلا ہم تحریف کیا کریں گے۔ ہم تو آئمہ اور سلف کے تابع اور مقلد ہیں۔ ہم نے تو اپنے آپ کو شریعت کے ایک ایک لفظ کا پابند بنا لیا ہے۔ یہ تو آپ کا اور آپ کے آباء کا حصہ ہے۔ مطمئن رہیں۔ ہماری طرف سے آپ کی حق تلفی کبھی نہیں ہو گی انشاء اللہ!

اباحت اصلیہ کی تردید پر عقلی ڈھکوسلے اور انکے جوابات

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"فرض کیجئے کہ کوئی بدعت پسند پانچ نمازوں کے علاوہ ایک چھٹی نماز ایجاد کرے اور اس کی ہر رکعت میں دو دو رکوع اور

Marfat.com

چار چار سجدے ایجاد کرے۔ تو کیا اس اباحت اصلیہ کے قانون سے اس نو ایجاد نماز کو بھی جائز کہا جائے گا؟

(راہ سنت ص ۱۰۴)

سرفراز صاحب کی جہالت اور بے خبری حیرت انگیز ہے۔ کئی بار بیان کر دیا گیا۔ کہ اباحت اصلیہ سے اس چیز کی اباحت پر استدلال ہوگا جس کی حلت یا حرمت دوسرے دلائل سے ثابت نہ ہو۔ چھٹی نماز کو اباحت اصلیہ کی مد میں لانا نری شعبدہ بازی اور مغالطہ آفرینی ہے۔

اولاً اس لئے کہ اسم عدد لفظ خاص ہے۔ اور لفظ خاص اپنے مفہوم میں قطعی ہوتا ہے۔ نہ اس سے کم جائز نہ زیادہ۔ لہذا جب پانچ نمازیں فرض ہوگئیں۔ تو صرف چار نمازوں کو فرض سمجھنا جس طرح باطل ہے اسی طرح چھٹی نماز کو فرض سمجھنا بھی باطل ہوگا۔ ورنہ عدد خاص کی خصوصیت باطل ہو جائے گی۔

ثانیاً اباحت اصلیہ سے اگر کچھ ثابت ہوگا تو مباح ثابت ہوگا فرض کیسے ثابت ہو جائے گا۔ کیا یہ حماقت خیزی کی انتہا نہیں ہے کہ آپ اباحت اصلیہ سے چھٹی نماز کی فرضیت ثابت کر کے معارضہ کر رہے ہیں۔

ثالثاً اگر چھٹی نماز سے مراد مباح ہے یعنی کوئی اباحت کے درجہ میں چھٹی نماز پڑھے تو گذارش ہے کہ چھٹی تو اپنی جگہ پر ہے۔ کوئی نفلی طور پر چھ سو نمازیں بھی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی آپ نے نمازیں دو دو رکوع اور چار چار سجدہ کو جو اباحت کی مد میں شامل کیا ہے تو یہ بھی محض جہالت ہے۔ سرفراز صاحب اباحت اصلیہ سے استدلال اس چیز پر کیا جائے گا جہاں شارع کا کوئی مخصوص حکم نہ ہو نماز کی مخصوص ہیئت پر تو شارح کے منصوص احکام موجود ہیں۔ جن میں کسی ترمیم اور تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ نماز خواہ نفلی ہو یا واجب اس کے اجزاء ترکیبی اور ہیئت کو شارع نے معین فرما دیا ہے

Marfat.com

لہذا جو نماز بھی ہو گی وہ اپنے طریقہ پر ہو گی۔ آپ آخر اس قدر بوکھلا کیوں گئے ہیں۔

سرفراز صاحب کو یہ بھی شکوہ ہے کہ اباحت اصلیہ جب مدرک شرعی نہ ہونے سے ثابت ہوتی ہے تو اباحت اصلیہ پر آیات و احادیث سے استدلال کیوں کیا جاتا ہے کیا یہ آیات و احادیث مدرک شرعی نہیں ہیں؟ یہاں پر بھی آپ نے حسب عادت جھک ماری ہے۔ سرفراز صاحب اباحت اصلیہ کے قاعدہ کلیہ کا حجت ہونا ایک اور چیز ہے اور اس اباحت سے کسی مخصوص چیز پر استدلال کرنا اور بات ہے۔ آیات و احادیث سے اباحت اصلیہ کے قاعدہ کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور اس قاعدہ سے اباحت وہیں ثابت ہو گی۔ جہاں مدرک شرعی نہ ہو۔

مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت کا جواب

سرفراز صاحب اباحت اصلیہ پر ایک اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔ یہی ارشاد فرمایئے کہ حضرت امام ابو حنیفہ دریا کے کس جانور کو حلال اور کس جانور کو حرام فرماتے ہیں؟ مفتی صاحب احناف تو خیر احناف ہیں دیگر مسالک کے علماء کو بھی یہ امر مسلم ہے چنانچہ حضرت امام نووی ابو ذکریا یحیٰی بن شرف الشافی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

وقال ابو حنیفۃ لا یحل غیر السمک — امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے بغیر کوئی دریائی جانور حلال نہیں ہے۔

(نووی ج ۲ ص ۱۴۸ شرح مسلم)

مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا دریائی جانور تمام اشیاء اور چیزوں کی فہرست میں داخل نہیں ہیں؟ یا یہ قاعدہ ہی امام موصوف کو معلوم نہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (باب جنت ص ۱۰۵)

سرفراز صاحب کا یہ لغو اعتراض کئی وجہ سے مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ امام موصوف نے ان دریائی جانوروں کو کس دلیل سے حرام کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان اشیاء کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی ہے یا نہیں۔ اگر ان کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی موجود ہے تو ان کا اباحت اصلیہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ جن چیزوں پر حلت یا حرمت وغیرہ کا شرعی حکم نہ ہو وہ اباحت اصلیہ کے تحت آتی ہیں۔ نہ کہ وہ جن کی حرمت پر دلیل شرعی موجود ہو اور اگر ان کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ تو امام موصوف نے بغیر کسی دلیل شرعی کے ان دریائی جانوروں کو کیسے حرام کر دیا؟ کیا حرمت اصلیہ سے؟؟ لیکن وہ تو آپ کے نزدیک وارد

Marfat.com

شرع سے پہلے ہے۔ ثانیاً دریائی جانوروں میں امام صاحب کا مذہب معلوم کرنے کے لئے آپ کو کوئی حنفی کتاب نہیں ملی تھی۔ جو آپ نے اس مسئلہ کو کتب شافعیہ میں دیکھا ہے۔ ثالثاً آیئے اب ہم آپ کو احناف کی کتب سے اس مسئلہ پر مطلع کرتے ہیں۔

علامہ برہان الدین فرغانی متوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں۔

ولنا قولہ تعالیٰ ویحرم علیھم الخبائث وما سوا السمک خبیث ونھی رسول اللہ علیہ السلام عن دواء یتخذ فیہ الضفدع۔

مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت پر احناف کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نبی علیہ السلام اشیاء خبیثہ کو حرام کرتے ہیں اور مچھلی کے سوا باقی جانور خبیث ہیں پس وہ بھی حرام قرار پائے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور نے اس دوا کھانے سے منع فرمایا جو مینڈک سے بنائی جاتی ہے۔

ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۰

کاش سرفراز صاحب آپ مکتبہ فکر بریلی کے کسی طالب سے ہی ہدایہ پڑھ لیتے۔ تو یہ رسوائی آپ کا مقدر نہ بنتی۔ مذکورہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ مچھلی کے سوا دریائی جانوروں کی حرمت پر دلیل شرعی موجود اور جس کی حرمت پہ دلیل شرعی موجود ہو۔ اس کو اباحت اصلیہ کا فرد بنا کر اس کی حرمت سے اباحت پر اعتراض کرنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اباحت اصلیہ کے مسئلہ پہ تنقید متین۔ راہ سنت اور باب جنت سے چن چن کر سرفراز صاحب کے شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ کاش انہیں بھی ہدایت نصیب ہو!

Marfat.com

کائنات میں تصرّف

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ۔ اس آیت کے ترجمہ میں اعلحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے بُرے کا خود مختار نہیں۔ مگر جو اللہ چاہے۔ اور اس تفسیر میں حضرت صدر الافاضل سید مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ حضرت مترجم قدس سرہ العزیز نے فرمایا بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو۔ جو ذاتی قدرت رکھے۔ اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا۔ جس کا علم بھی ذاتی ہو۔ کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے۔ اس کے تمام صفات ذاتی تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی۔ اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے۔ اور برائیوں سے تنگی تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہو۔ اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا۔ تو اے منافقین و کافرین سب کو مومن کر ڈالتا۔ اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ کی اس تفسیر میں منصف مزاج حضرات کی ہدایت کا وافر سامان موجود ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ تمام معتبر تفاسیر کے مطابق ہے لا علم الغیب کے تحت ہم اس کی تائید میں مفسرین کی شہادت پیش کر چکے ہیں۔ البتہ مبتدعین دیوبند جن کے مذہب کی بنیاد ہی عداوت پر ہے۔ انہیں یہ تفسیر وارا نہیں کھاتی۔ صدر الافاضل نے یہاں

Marfat.com

قدرت ذاتیہ کی نفی کی ہے۔ اس پر سرفراز صاحب کو اعتراض ہے کہ ذاتی قدرت تو ویسے بھی منتفی ہے۔ پس اس آیت میں عطائی قدرت کی نفی کی گئی ہے۔ یعنی سرفراز صاحب کے نزدیک رسول ایسا بے بس اور مجبور ہے۔ جو کسی امر پر نہ ذاتی قدرت رکھتا ہے نہ عطائی۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ کی بے بسی ثابت کرنے کے لئے اپنی پوری قدرت صرف کی ہے۔ اور اللہ کے نبی کے اختیار کو رد کرنے کے لئے تمام زور قلم خرچ کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دوسروں کے بارے میں نفع و ضرر کا اختیار حاصل تھا اور نہ خود اپنی ذات بابرکات کیلئے جن میں ایک دلیل قل لا املک لنفسی الآیۃ ہے۔ تو اس سے گلو خلاصی کے لئے خان صاحب بریلوی اور ان کے شاگرد رشید مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ طریقہ اختراع اور اختیار کیا ہے کہ آیت کا معنی یوں کر ڈالے کہ میں از خود اختیار نہیں رکھتا اور میں ذاتی قدرت نہیں رکھتا۔ لہذا لفظ از خود اور ذاتی کی قید اپنی طرف سے لگا کر آیت کے قطعی معنی کے جواب سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں۔ (تنقید متین ص ۲۱۵)

سرفراز صاحب نے قرآن کریم کے معنی متعین کرنے کا ایک ضابطہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

" اگر انصاف خدا خوفی اور دیانت کے ساتھ اس بات پر غور کر لیا جائے کہ آخر یہی قرآن و حدیث حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ دین و بزرگان صالحین کے سامنے بھی تھے۔ ان کا جو مطلب و معنی اور جو تفسیر و مراد انہوں نے سمجھی وہی حق اور صواب ہے۔ باقی سب غلط و باطل ہے پس عوام کا یہ کام ہے کہ ہر باطل پرست اور خواہش زدہ سے سوال کریں کہ فلاں آیت اور فلاں حدیث کی جو مراد تم بیان کر رہے ہو۔ آیا یہ سلف صالحین سے ثابت ہے، اگر ہے

Marfat.com

توضیح اور صریح حوالہ بتاؤ۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ ورنہ یہ مراد جو تم بیان کر رہے ہو۔ اس قابل ہے کہ اسے تم اٹھا کر پھینک دو باہر گلی ہیں۔ (تنقید متین ص ۲۲۲)

تنقید متین کے صفحات ہیں جو سرفراز صاحب نے قرآن کریم کی من مانی تفسیر کی ہے۔ اور جس طرح انہوں آیات کو اپنی خواہش نفسانی کا تابع بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ وہ ہم قارئین پر واضح کر چکے ہیں مثلاً سرفراز صاحب نے اس کتاب ہیں ایاك نستعین کی تفسیر میں یہ سمجھانا چاہا ہے۔ کہ ذاتی اور عطائی ہر قسم کی استعانت اللہ تعالےٰ کے ساتھ مختص ہے غیر المغضوب کے تحت لکھا ہے کہ ض کو ظاء کے مخرج سے پڑھنا اہل حق کا طریقہ ہے ومما رزقناھم ینفقون کے تحت لکھا ہے کہ گیارہویں وغیرہ کرنا جائز نہیں۔ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیك کی امکان کذب کے ساتھ تفسیر کی ہے لا اعلم الغیب کو غیب عطائی کی نفی پر محمول کیا ہے اور قل لا املك لنفسی نفعا کی تفسیر عطائی قدرت کی نفی کے ساتھ کی ہے۔ کیا ان تمام تفسیروں ہیں سلف نے آپ کا ساتھ دیا ہے پس اب ہم سرفراز صاحب کے بیان کردہ قاعدہ اور ان کی اجازت سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ آیات قرانیہ کی جو تفسیر اور مراد آپ نے تنقید متین میں بیان کی ہے۔ اور اس پر آپ سلف صالحین کی تفاسیر سے کوئی ایک شہادت بھی نہیں پیش کر سکے۔ تو پھر کیا آپ کی یہ تفسیر بلکہ پوری کتاب اس قابل نہیں ہے۔ کہ اٹھا کر پھینک دو باہر گلی ہیں۔

بخلاف آپ کے ہم نے اپنی کتاب ہیں آیات قرآنیہ کے تحت جو کچھ بیان کیا۔ اسے احادیث، اقوال سلف اور تفاسیر سے مزین کر دیا ہے بلکہ دیوبند کے اکابر علماء کے اقوال پیش کر کے اس کی مزید تائید کر دی ہے اور اب متلاشیان حق کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں رہا کہ حق کس

Marfat.com

جماعت کے ساتھ ہے۔

قدرت ذاتیہ کی نفی پر دلائل

بہرحال سرفراز صاحب قل لا املک لنفسی نفعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں قدرت ذاتیہ کی نفی نہیں ہے۔ اور یہ ان کا خود ساختہ اور مذموم دعوی ہے۔ جس پر وہ کسی تفسیر کو پیش نہیں کر سکتے۔ اور بحمد اللہ ہم اس بات پر مفسرین کی شہادت پیش کریں گے۔ کہ اس آیت میں ذاتی اور مستقل قدرت ہی کی نفی مراد ہے۔

پس اولاً ملاحظہ فرمائیے۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

والقدرة الکاملة والعلم المحیط	قدرت کاملہ اور علم محیط نہیں ہے مگر
لیس الا للہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ کے لئے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۳۱)

اور اہل فہم پر روشن ہے کہ قدرت کاملہ وہی ہے جس میں کسی وجہ سے کمی نہ آسکے۔ یعنی جو قدرت قدیم ہو۔ ممتنع الزوال ہو مستقل ہو۔ اور اسی کو قدرت ذاتیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور علم محیط وہ علم ہے۔ جو معلومات غیر متناہیہ کو شامل ہو۔ قدیم ہو مستقل ہو۔ اور اس کو علم ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس ظاہر ہو گیا جس طرح صدر الافاضل نے اس آیت کو علم ذاتی اور قدرت ذاتیہ کی نفی پر محمول کیا ہے۔ امام رازی کی بھی یہی تحقیق ہے اور اس کی مزید وضاحت انہوں نے لا اعلم الغیب کے تحت کی ہے جس کو ہم اس بحث میں پیش کر چکے ہیں

ثانیاً یہ کہ احادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نفع کی نسبت کرنا ثابت ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں ہے۔

عن العباس بن عبد المطلب	عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے کہ
انہ قال یا رسول اللہ صلی	انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
اللہ علیہ وسلم ھل نفعت	کی یا رسول کیا آپ نے ابو طالب کو

Marfat.com

ابا طالب بشئ فانہ کان یحوطك ویغضب لك قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار۔

کچھ نفع پہنچایا۔ وہ آپ کی رعایت کرتے تھے آپ کیلئے غضبناک ہوتے تھے۔ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (میں نے اسے نفع پہنچایا ہے) اب اس کی صرف ایڑیاں آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوتا۔

اب ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ حضور نے ابو طالب کو جو نفع پہنچایا۔ یہ ذاتی ہے یا عطائی۔ یہی صورت خود شرک ہے۔ اور دوسری صورت میں آپ کا قاعدہ صحیح نہ رہا۔

ثالثا یہ کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن عابس بن ربیعہ قال رایت عمر یقبل الحجر ویقول انی لاعلم انک حجر ما تنفع ولا تضر الحدیث۔

(مشکوٰۃ ص ۲۲۸)

عابس بن ربیعہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور نہ نفع دیتا ہے اور نہ نقصان۔ یعنی وہ پتھر کسی کو ذاتی طور پر نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

ملا علی قاری لاتضر کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ای فی الذات (مرقاۃ ج ۵ ص ۳۲۵) اعلحضرت یا صدر الافاضل اگر حضور کے نفع و ضرر کے حکم پہ ذاتی کی نفی کر کے اس کے لئے عطائی نفع ثابت کریں تو آپ بگڑ جاتے ہیں اور ملا علی قاری اس عبارت میں پتھر کے لئے عطائی نفع ثابت کر رہے ہیں اور اس پہ آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا افسوس آپ بے جان پتھر کے لئے نفع مان سکتے ہیں اور کائنات کے محسن اعظم کے لئے یہ فضیلت بھی آپ کی نگاہوں میں کھٹکتی ہے۔

رابعا۔ سرفراز صاحب کے شبیر احمد عثمانی اور دیوبند کے شیخ الاسلام اس آیت

Marfat.com

کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ کوئی بندہ خواہ کتنا ہی بڑا کیوں ہو نہ اپنے اندر اختیار مستقل رکھتا ہے۔ نہ علم محیط۔ (حاشیہ عثمانی بر قرآن ص ۲۳۱)

لیجئے۔ اب تو دیوبند کی شہادت سے بھی ثابت ہو گیا کہ یہاں اختیار مستقل یعنی قدرت ذاتیہ اور علم ذاتی کی نفی ہے۔ صدر الافاضل اگر قدرت ذاتیہ کی نفی کریں۔ تو آپ اسے اختراع، تحریف، چور دروازہ نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اب اپنے عثمانی صاحب پر کیا فتویٰ لگائیے گا۔ مدینہ کے دیہودیوں کی طرح کہ جو بات ان کے احبار و رہبان کہتے وہ سب حق و صواب ہوتی۔ اور اگر وہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ تو سر دھڑ کی بازی لگا کر اس کی تکذیب کرتے۔ آپ نے بھی یہی شعار بنا رکھا ہے۔ کہ جو بات آپ کے احبار و رہبان کہیں وہ سب دین و ایمان اور جب وہی بات علماء اہل سنت کہیں۔ تو آپ کو اس میں شرک و بدعت کا چور دروازہ نظر آجاتا ہے۔ آپ ہی سوچیں کہ آپ کی اس روش سے لوگوں پر کیا اثر پڑے گا۔

خامسا۔ لیجئے۔ اب ہم خود سرفراز صاحب کی عبارت سے منوائے دیتے ہیں کہ حضور کو عطائی قدرت و اختیار حاصل تھا۔ لکھتے ہیں۔

"الغرض جو افعال بندے کے اختیار اور کسب سے تعلق رکھتے ہیں ان میں اس کو جو قدرت اور طاقت حاصل ہو۔ وہی بس ہوتی ہے (تنقید متین ص ۲۱۷)

اب یہ تو بہر حال آپ نے مان لیا کہ نبی کو قدرت اور اختیار حاصل ہے اور اس قدرت کا ذاتی ہونا تو بداہتہً باطل ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ یہ قدرت عطائی ہے اور جب حضور کے لئے قدرت عطائی ثابت ہو گئی۔ تو اس آیت میں جس قدرت کی نفی کی گئی ہے۔ اس کو لامحالہ ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا۔

سرفراز صاحب کے شبہات اور ان کے جوابات

سرفراز لکھتے ہیں کیا حضرات صحابہ کرام

Marfat.com

اور سلف صالحین کی قدرت ذاتی تھی یا عطائی۔ اگر ذاتی تھی تو کس دلیل سے اور اگر عطائی تھی تو انہوں نے بھلائی کیسے جمع کر لی اور برائی سے کیوں کر بچ گئے۔ (تنقید متین ص ۲۱۶)

الجواب۔ صحابہ کرام کی قدرت عطا کردہ تھی اور انہوں نے جو کچھ نفع حاصل کیا، ضرر سے بچے وہ سب اسی عطائی قدرت کا ثمرہ تھا۔ یہ کس نے کہا ہے کہ عطائی قدرت سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں عطائی قدرت سے ذاتی طور پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے اور یہی صدر الافاضل رحمہ اللہ کا مطلب ہے۔ اسی طرح لکھتے ہیں۔

آپ نے متعدد ازواج مطہرات سے اور خصوصاً حضرت عائشہ سے ۶ جو نکاح کیا ہے۔ اس میں بھی آپ کے لئے کوئی راحت تھی یا نہیں۔ اگر راحت تھی تو جب آپ کو قدرت ذاتی نہ تھی یہ راحت کہاں سے آگئی۔

(تنقید متین ص ۲۱۷)

اس کا جواب بھی پہلے کی طرح واضح ہے کہ چونکہ قدرت ذاتی نہ تھی اس لئے اس راحت کا حصول بھی بذاتہ نہ تھا۔ قدرت عطائی تھی۔ اس لئے اس پر یہ ثمرات بھی عطائی طور پر مرتب ہوئے۔

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

”اہل بدعت حضرات کا یہ فاسد خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوینی اور تشریعی احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کر دیئے گئے ہیں اس لئے آپ تمام جہان میں تصرف کرتے ہیں رزق تقسیم کرتے ہیں اور نفع و ضرر دینے کے مجاز ہیں، معاذ اللہ اور یہ بے بنیاد عقیدہ روح اسلام کے سراسر خلاف اور عیسائیت کی ہو بہو نقل و تقلید ہے اور توحید پر کاری ضرب ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۵)

اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں۔

”عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف

Marfat.com

سے اختیارات مرحمت ہوئے ہیں۔کیا بریلوی حضرات کے نزدیک یہ نظریہ ٹھیک ہے۔ (تنقید متین ص ۲۱۸)

الجواب۔ سرفراز صاحب نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ خلاف واقع کہا ہے اہلسنت علماء بریلی کا یہ ہرگز عقیدہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمام اختیارات حضور کو دے کر معاذاللہ معطل ہو بیٹھا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ اس عالم آب وگل میں کوئی ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور ارادہ کے بغیر ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ وہ فعال مطلق ہے اور اس پر کسی کا اجارہ نہیں اور نہ وہ کسی کی بات ماننے پہ مجبور ہے البتہ اس نے اپنے کمال فضل سے اپنے مقربین کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ اگر وہ اس سے دعا مانگیں تو وہ بے پناہ عنایت سے اس کو ضرور قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

ولئن سئلنی لاعطینه (مشکوٰۃ ص ۱۹۷) — اگر میرا مقرب بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور بضرور عطا کروں گا۔

نیز حدیث شریف میں ہے۔

لو اقسم علے اللہ لابرہ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶) — اگر بندہ مقرب کسی کام کو کرنے کے لئے اللہ کی قسم تو اللہ تعالیٰ قسم کو ضرور سچا کرے گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

معناہ لو سال اللہ شیئا واقسم علیه ان یفعله لفعله ولم یخیب (لمعات) — کہ اگر وہ اللہ سے سوال کرے اور قسم کھائے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کریگا تو البتہ اللہ تعالیٰ ویسا ہی کریگا اور اپنے بندے کو مایوس نہیں کرے گا۔

نیز حدیث شریف میں ہے۔

کل نبی یجاب (مشکوٰۃ ص ۲۲) (ہر نبی مستجب الدعوات ہوتا ہے)

اور جب عام اولیاء وانبیاء کا خدا کی بارگاہ میں یہ مقام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔ ان کے مرتبہ کا کیا عالم ہوگا اور آپ

Marfat.com

جس کے حق میں دعا، فرمادیں وہ کیوں مقبول نہ ہو گی۔ پس اگر رزق یا اولاد کے حصول کے لئے نبی علیہ السلام سے عرض کی جائے کہ حضور آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق یا اولاد عطا فرمائے۔ تو یہ قطعاً جائز اور دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔

دیکھئے حدیث شریف میں ہے۔

عن ام سلیم انھا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انس خادمك ادع اللہ لہ قال اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارك لہ فیما اعطیتہ قال انس فواللہ ان مالی لکثیر وان ولدی وولد ولدی یتعادون علیٰ نحو المائۃ الیوم متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)	ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انس آپکا خادم ہے آپ اللہ سے اس کے لئے دعا فرمائیے پس آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ انس کے مال اور اولاد میں برکت اور کثرت عطا فرمائے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم آج میرا مال بہت کثیر ہے اور میری اولاد کا عدد سو ہو چکا ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ ابن حجر کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔

روی انہ قال رزقت من صلبی سوی ولد ولدی مائۃ وخمسۃ وعشرین ذکور االابنتین علیٰ ماقیل وان ارضی یثمر فی السنۃ مرتین۔	روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ میری صلبی اولاد سے ایک سو تیس بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اور میری زمین سال میں دو بار پھل لاتی ہے۔

اسناد مجازی

منکرین دیوبند کو اس مقام پر یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ جب دینا حقیقت میں اللہ ہی کا ہے اور انبیاء و اولیاء کا کام دعا کرنا ہے اور وہ محض واسطہ ہوتے ہیں۔ تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ غوث پاک نے بیٹا دیا۔ اور حضرت علی مشکل کشا کیسے ہو گئے اور پھر حضور حاجت روا یا مددگار کیوں کہا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کا جواب انہیں

Marfat.com

بار ہا دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ سب اسناد مجازی کے قبیل سے ہیں کاش انہوں نے تلخیص المفتاح پڑھ لی ہوتی۔ تو ان کی سمجھ میں آجاتا۔ کہ اسناد الی السبب اسناد مجازی کی ایک قسم ہے۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں!

وبنی الامیر مدینۃ فی السبب (مختصر معانی ص ۸۹) یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ امیر نے بنایا حالانکہ یہ کام تو امیر کے ملازم کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہے چونکہ امیر کے حکم سے شہر بنایا گیا۔ پس وہ شہر بنانے کا سبب ہے اور اس کی طرف اسناد کر کے مجازاً (بنی الامیر المدینۃ) امیر نے شہر بنایا۔ اسی طرح سے چونکہ انبیاء اولیاء کی دعاء سے اللہ تعالیٰ رزق یا اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس عطا میں سبب قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انبیاء یا اولیاء نے رزق یا اولاد دی۔ اور اسناد مجازی خود قرآن کریم سے ثابت ہے سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ (اور ان منافقین کو نہ برا لگا۔ مگر یہ کہ مومنین کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا) اس آیت کریمہ میں غنی کرنے کا اسناد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کیا گیا ہے حالانکہ اغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پس ثابت ہوا کہ یہ اسناد مجازی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

ماینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ تعالیٰ ورسولہ مشکوٰۃ ص	ابن جمیل کو برا نہ لگا مگر یہ کہ وہ فقیر تھا پس اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔

اس کی شرح میں شیخ محقق فرماتے ہیں۔

وغنا بحقیقت از خدا است و ذکر رسول بجہت آنست کہ وے	غناء حقیقت میں اللہ تعالےٰ کی صفت ہے۔ اور رسول اللہ صلی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ است در افاضت خیرات و وصول نعمات از جناب حق۔ (اشعۃ اللمعات ج۲ ص ۸)	اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس وجہ سے ہے آپ اللہ کی طرف سے تمام نعمتوں اور خیرات کے پہنچنے میں واسطہ ہیں۔

اسی طرح سورۂ مریم میں ہے۔ لاھب لک غلاما زکیا۔ فرشتہ نے حضرت مریم سے کہا: تاکہ میں تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ اور لڑکا دینا اللہ تعالےٰ کی صفت اور اس کا خاصہ ہے۔ مگر اس آیت کریمہ میں اس کا اسناد فرشتہ کی طرف کیا گیا ہے۔ پس اسناد مجازی پر یہ قرآن کریم کی دوسری شہادت ہے۔ مزید تفصیل اور توضیح کے لئے مختصر معانی مطول اور دیگر کتب بلاغت کی طرف رجوع فرمائیں۔

مبتدعین دیوبند کا ایک حیلہ یہ بھی ہے کہ اسناد مجازی ایک علمی اصطلاح ہے۔ عوام اس پر مطلع نہیں ہیں۔ اس لئے عوام کا یہ کہنا کہ غوث پاک نے بیٹا دیا۔ بہر صورت شرک ہے یہ ایک پر فریب مغالطہ ہے۔ عوام اسناد مجازی کے مفہوم سے واقف ہیں۔ اگرچہ اس کی تعبیر اور اصطلاح پر مطلع نہیں ہیں۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ عوام اپنے عرف میں کہتے ہیں۔ کہ تاج محل شاہجہاں نے بنایا ہے حالانکہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ شاہجہان تو اس کے بنانے کا سبب تھا۔ حقیقت میں تاج محل مزدوروں نے بنایا تھا۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے بیٹا دیا حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اولاد غوث پاک کی دعا سے یا ان کے توسل سے ملی اور دینے والا حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس اس مفہوم کو وہ اسناد مجازی کی اصطلاح سے تعبیر کرنے پر اگرچہ قادر نہیں ہیں مگر اس کی حقیقت سے وہ واقف ہیں۔

بحمد اللہ ہم نے قرآن و حدیث، شہادت سلف اور عوام کے عرف سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے سب کچھ مل سکتا ہے۔ اور مجازاً یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ حضور نوازتے ہیں۔ عطاء فرماتے ہیں۔

Marfat.com

سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

"احکام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفوض نہ ہونے کی باحوالہ بحث ہم نے پہلے عرض کر دی ہے پس احکام جن کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے آپ کو مفوض نہیں تو نفع اور ضرر اور امور تکوینی کی تفویض اور عطاء کہاں سے (تنقید متین ص ۲۱۹)

احکام کی تفویض کا کیا مطلب ہے۔ اس کو ہم سابقہ اوراق میں مدلل بیان کر چکے ہیں اور رہا امور تکونیہ میں تصرف تو وہ اللہ کی عطا سے آپ کی امت کے اولیاء کو بھی حاصل ہے۔ آپ کا مقام تو بہت اعلیٰ وارفع ہے چنانچہ ابن عابد بن شامی پر سیدی محمد شاذلی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنھم ختم دائرۃ الولایۃ قطب الوجود سیدی محمد الشاذلی البکری الشھیر بالحنفی الفقیہ الواعظ۔ احد من صرفہ اللہ تعالیٰ فی الکون ومکنہ من الاحوال ونطق بالمغیبات وخرق لہ العوائد وقلب لہ الاعیان۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۴۲)

اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں۔ اور یہ ان اولیاء میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف عطا کیا تھا۔ اور انہیں حالات پر قابو دے دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں۔ اور بے شمار امور خارقہ للعادات ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"واولیاء را کرامات وتصرف در اکوان حاصل است۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۶

اولیاء اللہ کو کرامات اور کائنات میں تصرف حاصل ہوتا ہے"

اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض امور میں انبیاء اولیاء عطاء ایزدی سے خود تصرف کرتے ہیں۔ جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن میں سے بعض کو ہم نے ایاک نستعین کی بحث میں ذکر کیا ہے اور بعض امور

Marfat.com

ہیں فقط اللہ تعالٰے سے دعا کرتے ہیں۔ بہرحال ہر دو باتوں کو ہم دلائل سے بیان کر چکے ہیں۔

سرفراز صاحب نے مزید لکھا ہے کہ۔

" اگر بھلائی سے بقول مولوی نعیم الدین صاحب سرکشوں کا مطیع اور اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مؤمن کر نا مراد ہو تو اس میں بھی ذاتی کی قید بالکل سینہ زوری ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عطائی نبوت اور عطائی رسالت کی بدولت بھی باذن اللہ تعالٰی بہت سے نافرمانوں کو فرمانبردار اور کافروں کو مؤمن اور سرکشوں کو مطیع بنایا۔ اگر مولوی نعیم الدین صاحب کی خانہ ساز منطق کا خیال ملحوظ رکھا جائے تو کسی کافر و مشرک کو کبھی ہدایت نہیں ہوتی۔ (تنقید متین ص ۲۱۹)

الجواب۔ ذاتی کی قید بالکل بجا اور برمحل ہے۔ البتہ سرفراز صاحب کی کم فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ غور فرمایئے کہ اگر عطائی قدرت کافروں کو مومن بنانے میں کافی ہوتی تو کیا وجہ تھی کہ آپ کی بسیار کوشش کے باوجود ابولہب اور ابوجہل نے اسلام قبول نہیں کیا اور بے شمار کفار زمانہ نبوت میں آپکی سعی بسیار کے باوجود کفر کی حالت پر مر گئے۔ پس اگر بقول سرفراز صاحب عطائی قدرت کافی تھی تو آخر یہ لوگ کیوں نہ ایمان لائے۔ پس اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں جس طرح حضرت صدر الافاضل نے فرمایا ہے، کہ جس کو چاہیں مسلمان بنادیں۔ یہ اللہ تعالٰے کی قدرت ذاتیہ سے ہی ممکن ہے۔ جس کی قدرت اور اختیار ذاتی ہو وہ جسے چاہے مشرف بہ اسلام کر سکتا ہے اور چونکہ یہ قدرت ذاتیہ اللہ تعالٰی ہی کا خاصہ ہے اس لئے جن کو اللہ تعالٰے نے چاہا۔ وہ اسلام لے آئے اور جن کا اسلام اللہ تعالٰی کی مشیت میں نہ تھا۔ وہ کفر پہ مر گئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطائی قدرت و اختیار کے مالک تھے۔ پس آپ کی تبلیغ کی وجہ سے جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالٰے نے قبولیت پیدا کی

Marfat.com

وہ مسلمان ہو گئے۔ اور جن کے دلوں میں اللہ نے یہ وصف پیدا نہ کیا وہ مسلمان نہ ہوئے۔ اگر اللہ کی طرح حضور بھی (معاذ اللہ) ذاتی قدرت کے مالک ہوتے۔ تو جس طرح اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے مسلمان بنا دیتا ہے اسی طرح حضور کو بھی یہ وصف حاصل ہوتا۔ اور پھر یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کہ مکہ کا کوئی شخص اسلام لائے بغیر مر جاتا۔ کیونکہ آپ ان سب کے اسلام پر حریص تھے۔ اور ان سب کا اسلام لانا چاہتے تھے۔ جس پہ آپ کی شب و روز کی تبلیغ شاہد ہے۔ چنانچہ صدر الافاضل رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے " ... ہیں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا۔ تو اے منافقین و کافرین تم سب کو مومن کر ڈالتا۔"

پس ثابت ہوا کہ چونکہ آپ کی قدرت ذاتی نہ تھی۔ اس وجہ سے سب لوگ اسلام نہ لا سکے۔ جن کا اسلام اللہ تعالےٰ نے چاہا آپ کی عطائی قدرت سے مسلمان ہو گئے۔ اور یہی بات صدر الافاضل نے بھی تحریر فرمائی ہے جسے سمجھنے کے لئے سرفراز صاحب نے اس قدر ہنگامہ آرائی کی تھی اور اب بہر حال ہم نے انہیں سمجھا دیا۔ اللہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور اسے ابناء بدعت کی ہدایت کا سبب بنا دے (آمین)

حرف آخر

سرفراز صاحب نے کتاب کے آخر میں ص ۲۲۲ پر حقانیت کا یہ معیار مقرر کیا ہے۔ کہ قرآن وحدیث کا جو معنے سلف کی تفسیر کے مطابق ہو وہ مقبول ہے۔ ورنہ مردود ہے۔ ہمیں سرفراز صاحب کا معیار بسر و چشم منظور ہے۔ اور آپ نے ملاحظہ کر لیا ہو گا کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں شروع سے آخر تک اس معیار کو برقرار رکھا ہے۔ قرآن کریم کی جس آیت سے استدلال کیا ہے۔ اسے مفسرین کی عبارات سے مزین کیا ہے۔ بلکہ فریق مخالف کے مسلم اکابر کے اقوال سے اتمام حجت بھی کی ہے۔ اس کے برخلاف

Marfat.com

آپ تنقید متین کو دیکھیں جس میں سرفراز صاحب نے آیات الہیہ کو بازیچۂ اطفال بنایا ہے۔ اور اکثر مقامات پر من مانی تفسیر کی ہے۔ اور خانہ ساز تاویلوں سے قرآن کی اصل روح کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اب جویان حق کے لئے مشکل نہیں رہا کہ وہ سرفراز صاحب کے بیان کردہ معیار پر ان کی کتاب اور اس پر ہمارے اس تبصرہ کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کر لیں۔ کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ اور باطل کی پرستش کون کرتا ہے اللہ تعالےٰ کا بے حد کرم ہے اور اس کے رسول کریم کی بے پناہ عنایت ہے جس کی وجہ سے ہمیں یہ توفیق حاصل ہوئی۔ کہ ہم نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر یہ سب کچھ لکھا۔ اعلحضرت قدس سرہ العزیز کا ترجمہ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر وہ بحر زخار ہے۔ جس کی عظمتوں کا اندازہ کرنے کے لئے بھی ایک عظیم علم کی ضرورت ہے۔ ورنہ جہالت کی عینک سے دیکھنے والوں کا وہی حشر ہوتا ہے۔ جو تنقید متین میں سرفراز صاحب کا ہوا ہے۔ ہم نے اپنی اس کتاب میں سرفراز کا کوئی شبہ اور کوئی وسوسہ نہیں چھوڑا۔ مگر اس کا ازالہ کر دیا۔ اور ان کی من گھڑت بدعات اور خانہ ساز قواعد پر ایسے اعتراضات قائم کئے ہیں۔ جو جان وہابیت پر قیامت تک کے لئے پہاڑ بن گئے ہیں۔ جن کے بوجھ سے وہ انشاء اللہ کبھی سر نہ اٹھا سکیں گے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ بمطابق ملا آں باشد کہ چپ نہ شود۔ اس کے بعد بھی سرفراز صاحب سلسلہ خرافات شروع کر دیں۔ لیکن جہاں تک اصولی مباحث کا تعلق ہے۔ ہم نے دیوبندی بدعت کا کلیتہً خاتمہ کر دیا ہے۔ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ کی تفسیر اور اعلحضرت قدس سرہ العزیز کے ترجمہ پہ سرفراز صاحب نے جہالت عداوت کی بنیاد پر جو کیچڑ اچھالی تھی۔ اسے ہم نے ان کے چہرے کی طرف واپس لوٹا دیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ ترجمہ

Marfat.com

وتفسیر اہل سنت کے عقائد کا صحیح اور مدلل ترجمان ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کے فیض سے بہرہ مند فرمائے۔ اپنے حبیب اکرم کے صدقے سے اس سعی قلیل کو قبول فرما کر مقبول عام بنائے۔ ہمیں اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین رب العلمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ حبیبہ محمد وعلےٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

طالب الدعاء غلام رسول سعیدی غفرلہٗ۔

کتاب مستطاب دلائل و براہین سے مرصع اور نہایت ہی عرق ریزی سے لکھی گئی ہے۔

اہلِ محبت کے لئے نعمت عظمیٰ اور شاتمانِ رسولِ انام کے لئے ایٹم بم۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ حضرت مصنف مدظلہٗ کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور ہر منصف مزاج کے لئے مشعلِ راہ بنائے۔

(تابش قصوری مصحح کتاب ہذا)

Marfat.com

Marfat.com

سنی بہشتی زیور

سبع سنابل اردو

ہماری نماز

فیصلہ ہفت مسئلہ

حکایات رضویہ

Marfat.com

نصاب

سنی بہشتی زیور (اعلیٰ …)

سبع سنابل (اردو)

ہماری نماز

فیصلہ ہفت مسئلہ

حکایات رضویہ

… اشرف

Marfat.com